ہم تُم کو بتاتے ہیں

کھلتے پھُولوں کی رِدا ہوجائے
مُحبت معجزہ ہے

کوئی شہرِ ایسا بساؤں میں
سبز رتوں کے لئے
مُحبت ایک وعدہ ہے

سعدیہ عزیز آفریدی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

ہم تُم کو بتاتے ہیں

سعدیہ عزیز آفریدی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

Ujala@1urdu.com

شعیب منصوری سے کیا بیر تھا مگر
پتا نہیں انہیں جب بھی کوئی شعیب منصوری کا نام لیتا'
یہ ہوا تھا کہ جب کڑوا ہو جاتا۔ بظاہر وہ نہ ان کا دوست
ان دونوں ہی کا منہ دشمن لیکن جہاں کہیں شعیب کا گزر
خاندانی کزن نا ہی بھی ہوتا ان کے خون میں حدت بڑھ
ہونے کا امکان
جاتی۔

"آخر کیا ہے یہ شعیب منصوری' جب سے یہاں
آیا ہے ناک ہی میں دم آگیا ہے۔ شعیب ایسا لڑکا
ہے' شعیب ویسا لڑکا ہے۔ اتنا ذہین' اتنا محنتی' اتنا یہ۔
میں تو تنگ آگیا ہوں سب بچوں کو شعیب منصوری جیسا ہونا
چاہیے۔ والد صاحب کی یہی بات
کوئی دم ہے۔"

وہ کتنی دیر سے ٹہل ٹہل کر اپنا ابال نکال رہا تھا مگر
قرار نہیں آتا تھا کہ کیا کر گزرے۔ سو حمید آفاقی کے
سامنے بلاسٹ ہو ہی گیا۔

"اگلا والوں' نیا نیا بندہ ہے اس لیے یہاں قلعی
لگنے کی وجہ سے مارکس سمیٹ رہا ہے تو میری جان!

اسے یہ تعریف سمیٹ لینے دو۔ ویسے تم بتاؤ چاندنی
کتنے دن کی ہوتی ہے؟"
اس نے کھڑکی کھول کر جیب سے سگریٹ کا پیکٹ
نکالتے ہوئے سوال کیا اور حمید آفاقی کی آنکھیں چمکنے
لگیں۔
"یقیناً" چار دن کی لیکن چار دن کے بعد کیا ہوگا؟"
سگریٹ کو لائٹر سے جلاتے ہوئے بے صبری سے پوچھا
اور سلمان نعیم مسکرانے لگا۔
"کیا ہوتا ہے شعیب منصوری پرانی بات ہو جائے گا
پھر لوگوں کو اس کی خوبیوں میں بھی خامیاں دکھائی دینے
لگیں گی۔ اس کا یہ جو اچھے پن کا ملمع ہے نا یہ اتر جائے
گا اور سب کہیں گے' ہمارے بچے بھی کچھ اتنے برے
نہیں۔"
"یعنی تم کہنا چاہتے ہو' وہ ہماری کم خامیوں کو بھی
خوبیاں جان کر ہمیں دل و جان سے لگالیں گے۔" انداز
بالکل فلمی میلے میں گم ہونے والے بچے کا تھا' سو
سلمان نعیم کو آنا فطری بات تھی۔
"یہ تم کیوں رہے ہو۔؟" پھر اکش لے کر

ناولٹ

UrduPhoto.com

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

کھڑکی سے باہر دھواں چھوڑا۔ دونوں کی یہ سگریٹ نوشی کی عادت ایسے ہی باہمی اتفاق اور اتحاد کا شاخسانہ تھی۔ دونوں ایک دوسرے کا ردہ تھے۔ ایک کے چہرے سے اترتا تو دوسرا خود بخود روشنی میں۔ اس لیے دونوں بڑی مضبوطی سے ایک دوسرے سے جڑے ہوئے تھے۔ اسکول لائف سے لے کر اب ایم اے پریولیس تک دونوں کا ساتھ تھا۔ دونوں کے عزائم' سسٹم پر غصہ' والدین کی ناعاقبت اندیش قسم کی تربیت اور اس تربیت کے مسموم قسم کے نتائج' کم آمدنی اور بڑھی ہوئی ضرورتیں ان سب نے دونوں کو فرسٹریٹ کر دیا تھا اور یہیں سے سلمان نعیم نے اسموکنگ شروع کی تھی۔ صرف چھوٹی بہن اس عادت سے واقف تھی' ہو سکتا ہے ماں بھی واقف ہوں مگر ظرف دکھا جاتی ہوں۔ ان دونوں کا خیال تھا راوی (ابھی) ان کے لیے اچھا ہی لکھ رہا ہے یا شاید ابھی لکھ ہی دینے والا ہے۔ مگر برا ہو شعیب منصوری کا' اچانک ان کی سی زندگی میں داخل ہو کر بھونچال بن گیا۔ سب والدین یہ چاہنے لگے ان کے سپوت شعیب منصوری جیسا مستقبل...

"یہ کیسے ممکن ہے ہم شعیب منصوری نہیں بن سکتا۔" بہت سی آوازیں اٹھیں اور وہ دونوں سدا کے باغی شہرے فوراً کمر باندھ کر اس کے سامنے آ گئے۔ دونوں کا خیال تھا کوئی ... ہاتھ لگے تو وہ ہوا ہو جائیں اور پھر لفظوں کی رنگین واقعات کے بیل بوٹے کاڑھنا کیا مشکل ہے۔ بقول حمید آفاقی' وہ اپنی ماں کا ٹوان ون جا ملٹر ہے ... بیک وقت بیٹی کے فرائض منصبی بھی ادا کر سکتا ہے سو بیل بوٹے بھی آڑے ترچھے وہ بنا ہی سکتا ہے۔

مگر بس تقدیر یاور نہیں تھی۔ شعیب منصوری ایک لیے دیے رہنے والا انسان تھا۔ ہاں یہ تھا کہ وہ اتنا ریزرو رہنے کے باوجود ہر اک کی خبر بہت اچھی رکھتا تھا۔ کسی بھی معاملے میں وہ پیچھے نہیں ہوتا تھا۔ کس کو کیا ضرورت ہے اور کب' وہ فوراً" دستیاب ہوتا تھا۔

سلمان نعیم اسے ریسکیو ٹائن ون ون کہتا تھا مگر یہ سب اس کے پیٹھ پیچھے ہوتا تھا۔ اس کے سامنے تو دونوں کی بولتی بند ہوتی تھی بس آنکھیں بولتی تھیں یا روح سازشوں کے تانے بانے بنتی رہتی تھی۔ مگر یہ اور بات اس کی کسی بات سے کسی کو اختلاف کم ہی ہوتا تھا ورنہ بات کو رائی سے پہاڑ کیسے بنایا جاتا ہے' یہ حمید آفاقی کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ یہ اور بات کہ اس کو ابھی میدان صاف نہیں مل پا رہا تھا۔

"آخر یہ شعیب منصوری کا ہوا ہماری جانوں سے کیسے دور ہوگا۔؟"

"اگر جان رہی تو یہ سوچنا' اطلاعاً" عرض ہے بابا جان نے سیڑھیاں چڑھنا شروع کر دی ہیں۔"

"عصمہ نے بھی محسن ہونے کا ثبوت دیا تھا۔ سو سلمان نعیم اور حمید آفاقی دونوں کمرے میں جان توڑ کوشش کے باوجود رہ جانے والے دھوئیں کو بھگا رہے تھے اور عصمہ پرفیوم چھڑک کر سگریٹ کی مخصوص بو کو دور کرنے کی جتن میں تھی کہ ماحول سازگار تھا جب بابا جان نے دروازہ پر دستک دی۔ دونوں ... اور عصمہ ... کر چکی تھی۔

"اچھا تو پڑھا جا رہا ہے۔" مسکراہٹ دل توڑ تھی۔ سلمان نعیم بابا کی مسکراہٹ پر تو جان نچھاور کرنے پر ہمیشہ تیار و آمادہ رہتا تھا مگر حرکتیں۔ اس کی ... یہ موقع کم ہی لاتیں اور بابا جان کے ہونٹ اس کی معصوم حرکتوں پر بقول خود اس کے' ان کے ہونٹ یا تو جھنجھلاہٹ سے بھنچے رہتے یا غصے سے کھنچے رہتے۔ کھلنے کا موقع کہیں دور کھویا رہتا اور یہ سراسر اس کی قسمت کی خرابی کا سانحہ تھا ورنہ وہ اتنا بھی برا نہیں تھا بغیر سائلنسر کی بائیک دوڑائے پھرنا۔ اسکریچز نکالنا' بھدی سی جینز اور ٹی شرٹ اور بڑھے ہوئے شیو کے رف حلیے پر تو لڑکیاں مرتی تھیں۔ بس بابا جان کو غصہ آ جاتا تھا۔ آخر وہ ایک انتہائی نفیس قسم کا مزاج رکھنے والے پروفیسر جو تھے۔

UrduPhoto.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"کیا پڑھا جا رہا ہے؟" وہ اندر ہی چلے آئے تھے۔
دونوں کا دم حلق میں اٹک گیا۔
"نائب پڑھا جا رہا ہے۔" بابا جان کا پسندیدہ موضوع تھا نائب، سو موقعہ دیکھ کر ہاتھ مارا تھا سلمان نعیم نے۔
عصمہ کے وجود میں جنبش تھی، 'یقیناً' وہ ہنس رہی تھی۔
حمید آفاقی نے اس کی پشت کو گھورا اور سلمان نعیم کی خجالت سے ہراساں نظر آنے لگا۔ امتحان قریب تھے مگر سلمان نعیم نے کتابیں کھول کر دیکھی تک نہیں تھیں۔
"کتابوں کو بہت احتیاط سے پڑھتے ہو؟" بابا نے کتاب ہاتھ میں لے کر پہلا ریمارکس پاس کیا۔ سلمان نعیم مسکین نظر آنے لگا۔
"دراصل انکل! یہ انسان اتنا ہے جو کتابوں کی عزت نہ کرسکے وہ کسی کی نہ عزت کرنا سیکھتا ہے اور نہ کوئی اس کی عزت کرتا ہے۔"
"اچھا یہ سلمان صاحب اس انداز میں کب سے [illegible]"
[illegible] بابا [illegible] اڑانے کی کوشش کی یا شاید انکل [illegible] کا مان لیا اور بابا کی محبت بھری آنکھیں اس [illegible]
"یہ میں نے [illegible] ہو۔ تم میرے بیٹے ہو نعیم الحسان [illegible] تمہارے باپ کے ساتھ ان کے ماں باپ کی دعائیں ہیں پھر تم کیسے غلط راستے پر جاسکتے ہو، جب کہ دعائیں مسلسل سفر اختیار رکھتی ہیں۔ یہ کبھی میرے ماں باپ تھے تو آج یہ دعائیں تمہارے لیے ماں باپ کا سایہ ہیں پھر وہ رحم کرنے والا کیسے رحم نہیں کرے گا۔"
سلمان نعیم کے اندر شرمندگی اترنے لگی۔ بابا سے ہر بار کی نشست ایک نئی شرمندگی کی لہر بنتی تھی، لیکن سمندر کی تیز لہر کی طرح جس طرح یہ لہر اٹھتی۔ اسی طرح بیٹھ جاتی تھی، پلٹ جاتی تھی۔
"مجھے تم سے بہت سی توقعات ہیں سلمان! میں تمہیں کسی بہت اچھے عہدے پر دیکھنے کا شاید اتنا تمنائی نہیں جتنا ایک اچھا انسان بنتے دیکھنے کا خواہش مند ہوں۔ اچھی اولاد صدقہ جاریہ ہے اور میں چاہتا ہوں میرے گھر سے یہ صدقہ جاریہ ایک مسلسل عمل کی صورت ہوتا رہے اور اس گھر میں کبھی ہوحق نہ ہو۔ ایسی ہوحق جو بڑے محلوں، شاندار حویلیوں میں کج کلاہی کا سورج ڈوبنے کے بعد اترتی ہے۔ کوئی سائل ان کے دروازے پر آنا پسند نہیں کرتا۔ ان سے مانگنا پسند نہیں کرتا۔ یہاں تک کہ خیرات میں بھی انہیں کوئی نیکی تک دینا گوارہ نہیں کرتا۔ میں بس چاہتا ہوں تم ایسا گھر نہ بنو، تمہارے گھر میں ہمیشہ دعائیں ہوں اور نیکی تمہارے سفر کا زادِ راہ۔"
وہ اب اس کا کاندھا تھپتھپانے لگے تھے۔ وہ مکمل موم ہو کر ان کے قدموں میں گرنے والا تھا، جب امی جان نے کمرے کی دہلیز پر آکر ان کا سب سے ناپسندیدہ نام لیا۔
"باہر شعیب بیٹھا آپ کا انتظار کررہا ہے، انٹرکام پر اس نے بتایا ہے آپ سے اس کی میٹنگ طے تھی۔"
"ہاں... ہاں، مجھے آج اس کے ساتھ ایک بک [illegible] جانا تھا [illegible] تم چلوگے۔"
حمید آفاقی نے کہنی ماری۔ بات اقرار کی تھی۔ سو وہ فوراً تیار ہوگیا۔
"بابا! ہم اپنی گاڑی میں چلیں گے نا؟" وہ سیڑھیاں اترتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔ حمید آفاقی نے یہ سوال کرنے کے لیے اکسایا تھا، بابا لمحہ بھر کو رکے تھے پھر گویا ہوئے تھے۔
"میں نے کہا تھا مگر وہ کہہ رہا تھا آج کی شام اس کے ساتھ اس کی محبت کے حق کے طور پر گزاری جائے گی یعنی ٹوٹلی وہ ہمارا میزبان ہوگا۔ آج سیٹرڈے بھی ہے اس لیے وہ کل بالکل فارغ ہے۔ سو آج کو وہ خوب انجوائے کرنا چاہتا ہے۔"
"انجوائے، ہونہہ کتابوں کے ساتھ انجوائے... کتابی کیڑا بابا کو پڑھاکو بن کر رام کرنا چاہتا ہے۔ لیکن بابا کوئی منسٹر چیف منسٹر تو نہیں ہیں جو اس کا کوئی کام نکل سکے گا اس بھاگ دوڑ سے۔ اونہہ یقیناً" کسی عزیز کا بابا

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
UrduPhoto.com

Ujala
Ujala@1urdu.com

کی یونیورسٹی میں ایڈمیشن کراتا ہوگا تب ہی اتنے پاپڑ بیل رہا ہے۔"

اس نے سوال کو پہلی ہی سانس میں دم گھونٹ کر مار دیا اور تنقید نگار کی طرح بابا کے ہمراہ قدم گنتا چلا گیا۔ وہ اپنی ریڈ نسان پیٹرول کے ساتھ ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔ براؤن سوٹ میں اس کا گندمی رنگ بے حد کھل رہا تھا' سیاہ سلکی بال طریقے سے سیٹ تھے مگر پھر بھی کچھ بال پیشانی پر آکر ٹھہر گئے تھے۔ بڑی بڑی سیاہ غلافی آنکھیں اس کے چہرے کی واحد جان تھیں۔

"آپ دونوں بھی چلیں گے۔" شعیب نے پوچھا تو جھنجلا فطری امر تھا۔ وہ بہت بٹی تھا اپنی ذات کے حوالے سے' اور اماں کا یہی خیال تھا وہ اپنے بارے میں ہی زیادہ سوچتا اس لیے زندگی میں کسی اور کی طرف [illegible] کے دل کی کرنا اس پر حرام تھا۔ وہ [illegible] پسند انسان کہتی تھیں جو غرور اور انا [illegible] سے اور بھی زیادہ زہر ہو گیا تھا۔

"آپ کو اگر ناپسند ہے تو ہم نہیں جا رہے' شاید آپ کو نہیں معلوم ہم دونوں بہت عدیم الفرصت رہتے ہیں۔"

اس نے چو[illegible] کی شاندار اداکاری کی۔ حمید آفاقی کا یہ خیال تھا مگر وہ [illegible] حملہ کر کے جواب سے بغیر بابا سے رائٹرز کے بارے میں بات کرنے لگا تھا۔ وہ دونوں اندر ہی اندر تن فن کرنے لگے تھے۔

"چلیے آئے ہیں تو بیٹھ جائیے۔ میری [illegible] کی گنجائش ہے۔" تلووں سے لگ کر سر پر بجھنے والی بات ہو گئی تھی مگر بابا ہنوز مسکرائے جا رہے تھے۔

"بابا! مجھے کچھ نوٹس بنانے ہیں۔ شاید میں آپ کے پروگرام میں شامل نہ ہو سکوں۔"

"بکو مت مجھے پتا ہے کیا کرنا ہے تم دونوں کو' چلو میرے ساتھ کچھ اچھی کتابیں ہی خرید لینا۔" وہ ناچار سمٹ سمٹا کر بیٹھ گئے مگر موڈ دونوں کا ہی آف ہو چکا تھا۔

"انکل کیا یہ ڈبل اوسیون کی ٹیم ہمیشہ اتنی ہی خاموش رہتی ہے؟"

دونوں نے تیز نظروں سے مڑ کر اسے گھور کر دیکھا اور اس کے شریر ہونٹوں کی شریر مسکراہٹ انہیں مزید سلگا گئی۔ گاڑی میں نیو نور کی آواز گونج رہی تھی اور بابا اس کے سوال کا ان کے حسابوں نامعقول سا جواب دے کر میلوڈیز' آواز پر رائے کا اظہار کرنے لگے تھے۔

"ہم دونوں اس وقت کتنے غیر ضروری لگ رہے ہیں نا؟"

"یہ کوئی پوچھنے کی بات ہے' مجھے تو لگتا ہے مجھے کسی نے بندی بنا کر رکھ دیا ہے۔"

"بندی نہیں' بندہ بنا کر رکھا ہے غلط مت بولو۔" سلمان نعیم کی اردو دانی سے حمید آفاقی کو چکر آنے لگے۔

"واقعی اردو ایم اے [illegible] کرنا کتنا دشوار لگتا ہے تمہیں دیکھ کر۔"

"یہ کیا بات ہوئی۔۔۔" سلمان نعیم نے [illegible] بندی کی صحیح لغت اور ترجمے سے بچ کر اسے دوسر[illegible] باتوں میں لگ[illegible] اور یہ باتیں شوبز کی تازہ ترین خبر[illegible] [illegible]

بابا اور وہ ادنیٰ قسم کے ادبی مسئلے حل کر رہے جب وہ بک فئیر شاپ کے سامنے رکے۔

"آج کا دن خاص یوں بھی ہے کہ یہاں ادبی شخصیات کے آنے کا بھی امکان ہے۔"

شعیب نے بابا کے لیے دروازہ کھولا' یہ خاص فرزندانہ عادت انہیں یاد ہی نہ آئی اور بابا کی نظر میں اس کی قدر کچھ اور بڑھ گئی۔

"تم بہت مہذب اور نہایت پیارے بچے ہو۔" وہ مسکرانے لگا اور ان کی مسکراہٹ زہر ہو گئی۔ وہ اندر داخل ہو چکے تھے۔ بابا اپنے یونیورسٹی کولیگز' شاعر حضرات سے ملنے لگے تھے اور وہ دونوں ساتھ ساتھ دائیں بائیں یونہی گھوم رہے تھے۔

"شبو رانی!" یکدم حمید آفاقی نے ناول کی طرف ہاتھ بڑھایا اور وہ سامنے کھڑا پھر سے مسکرانے لگا۔

"آپ ابھی تک یہ ناول پڑھتے ہیں۔" گھڑوں پانی

UrduPhoto.com

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

Ujala

پڑنے والی بات تھی مگر یہ حمید آفاقی تھا سو پروں پر پانی پڑنے دینے والا نہیں تھا فوراً "وٹ گیا تھا۔

"میں عصمہ کے لیے دیکھ رہا تھا یہ لڑکیوں والے ناول تو اسی کے حسابوں لکھے جاتے ہیں۔ جن سے وہ اچھی طرح انٹرٹین ہو جاتی ہیں۔"

"حالانکہ عصمہ وہ بچی ہے جو آپ دونوں سے زیادہ ذمہ دار اور نہایت بردبار دکھائی دیتی ہے۔"

"کیا مطلب خواتین کے ناول پڑھنا قطعی بچکانہ کام ہے؟"

"نہیں آج کل کی لڑکیاں کچھ اچھا لکھ رہی ہیں۔ صرف ان خواتینی ناول کی بات کر رہا ہوں جن میں انگلی پر آنچل لپیٹتی لڑکی اور لمبے اونچے خوبرو ہیرو کے سوا کچھ برآمد نہیں ہوتا۔ میرا پیغام محبت ہے جہاں تک پہنچے اور لڑکیاں [illegible] ہو جاتی ہیں۔"

"آپ کو کیسے معلوم محبت میں انسان چغد ہو جاتا ہے۔"

"تمہاری شکل دیکھ کر اندازہ لگایا ہے" ویسے ماریہ [illegible]

سلمان نعیم [illegible]

"آپ بھوت تو نہیں ہیں۔"

"ویسے میں اپنے قدم زمین پر مضبوط رکھتا ہوں اس لیے ناکام [illegible] رہتا۔" [illegible] ریز ان کے اطراف گھیرا تنگ [illegible]

"آپ کو کون سا رائٹر پسند ہے؟" حمید آفاقی نے "مہرو نیم" اٹھا کر سوال کیا اور وہ سوچنے لگا پھر کچھ سیکنڈ بعد بولا۔

"ہر وہ رائٹر جو سچ لکھے، جس کے افسانے کا ہر لفظ پڑھ کر آپ کو محسوس ہو جو تلخی ان لفظوں میں رچی ہے۔ زندگی واقعی اس سے زیادہ تلخ ہے۔ ویسے میرے پسندیدہ رائٹرز میں امرتا پریتم، مظہر السلام، ممتاز مفتی، پریم چند، غلام عباس وغیرہ شامل ہیں۔ ان کی تحریروں میں سچائی کی تلخی اور حقیقت کا زہر بھرا ہوتا تھا بقول امرتا پریتم ایک اچھے ادیب کی ایمانداری یہ ہے کہ اس

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

کا لکھا ہوا بے خوف ہو کر بھونک سکے۔"

"ادیب اور بھونکنا۔ کچھ بچ نہیں رہا۔"

وہ دونوں غیر شعوری طور پر اس سے بحث کرنے لگے اور وہ دیوار سے ٹیک لگا کر بولا۔

"ادیب کی سچائی کا تقاضا ہے کہ وہ ننگا ہو کر فرمائے نہیں۔ بلکہ اندھیرے میں کھڑے ہو کر تیز آواز میں اندھیرے پر بحث کرے۔ بند گلی میں کسی بے نام موت سے لوگوں کو بچائے ایک فلاسفر کے بقول اندھیرا حد سے بڑھ جائے تو گلی کا کتا بھی باہر کے کتوں سے مل کر ساز باز کر لیتا ہے۔ اپنی زمین پر اپنی ایمانداری پر حب الوطنی پر پھر وہ باہر نہیں بھونکتا اپنے لوگوں پر چڑھ دوڑتا ہے اور کڑوا سچ لکھنے والا ہی بے خوف ہو کر سودے بازی کے بغیر بے ایمانی پر بھونک سکتا ہے اسے بدل سکنے کی جنگ لڑ سکتا ہے۔"

وہ دونوں خاموش ہو گئے تھے۔ [illegible] آفاق نے مہرو نیم اور سلمان نعیم نے بابو کی پسندیدہ جاناں جاناں بازیافت خریدی تھیں۔

وہ انہیں دیکھ کر مسکرانے لگا تھا۔

"پرائمری اسٹیج میں [illegible] ہیں۔ مگر کوشش کرو جلدی یہ اسٹیج پھلانگ لو [illegible] تم سے بہت سی امیدیں وابستہ ہیں۔"

وہ دونوں بور ہونے [illegible] وہ آگے بڑھ کر بابا کے ساتھ اچھی کتاب اور بہت اچھی کا معیار کہہ کر کتابیں منتخب کرنے لگا۔

وہ دونوں ساتھ ساتھ گھومتے رہے پھر گھر آئے تو بابا کچھ اچھے ناولز اس کے ٹیبل پر رکھ کر چلے گئے تھے۔ قرۃ العین حیدر، بانو قدسیہ وہ ناولز کی ضخامت دیکھ کر ہی بے ہوش ہونے لگا تھا۔

"یہ لوگ اتنی طویل چیزیں پڑھ کیسے لیتے ہیں۔؟"

اس نے قرۃ العین کا ناول اٹھایا۔ دو صفحے پڑھے اور دھماکے سے کتاب بند کر دی۔

"پتا نہیں کون اسے ___ بڑا ناول نگار مانتا ہے مجھے تو اس کے کسی فقرے نے متوجہ نہیں کیا۔ ریلور تاز جیسی کچھ خلجانی کیفیت میں لفظ ایک دوسرے کے پیچھے دوڑ رہے ہیں جیسے کہانی بھاگ رہی ہو۔"

شام گئے بغیر کسی خواہش کے شعیب منصوری کے سامنے دل کا حال اگل دیا اور وہ ہنسنے لگا۔

"تم کہانی پڑھو یا شاعری تم یہ کیوں چاہتے ہو، ہر لفظ تمہیں کہانی خود بتا دے تمہارا وے آف تھنکنگ ہی غلط ہے۔"

اسے تو شعلہ جوالہ بن ہی جانا چاہیے تھا۔ اس کا مزاج تھا مگر وہ ٹھنڈے دل سے اسے دیکھے گیا۔ "آپ کی اس بات کا کیا مطلب نکالوں میں۔"

وہ گھوم کر اس کے سامنے کرسی پر آن بیٹھا پھر مدھم ہو کر بولا۔

"سیدھی سی بات ہے، تم لفظوں سے مت کہو ہمیں کہانی دو، ہمیں کیفیت سمجھاؤ، کہانی اور کیفیت تو انسانی چیزیں ہیں۔ یہ ہمارے اندر موجود ہوتی ہیں۔ کوئی نا کوئی زندگی تو ہم سب ہی گزار رہے ہوتے ہیں نا اچھے واقعات سے پُر یا اور خوشیوں سے قطعی محروم۔ ہر انسان کے دل میں کہانی ہوتی ہے۔ وجدانی کیفیت ہوتی ہے جو خود بخود لفظوں کے اندر بیٹھے دم سادھے دکھ کو [illegible] تم کہانی کی طرح چھونا [illegible] سیکھو لفظوں کے ساتھ خود کو بہنے دو تمہارا دل تمہیں خود کہانی سمجھا دے گا۔ تمہارا وجدان خود کیفیت بن کر تمہارے دل پر کن من کن من برسے گا۔ پھر تمہیں لگے گا تمہیں کہانی کے پیچھے نہیں دوڑنا پڑ رہا، بلکہ تم خود کہانی کے اندر سانس لیتی زندگی ہو جو کہانی کو بڑھاوا دیتی ہے۔ تم خود ایک واقعہ ہو جو کہانی کی بنت کرتا ہے۔ تم خود پنچ لائن ہو جو کہانی کو معنی خیز اختتام دیتی ہے۔ تم اس طرح پڑھو تم اسے سیکھنے کے خیال سے بھی مت پڑھو، اس طرح تم ایکسٹرا اوڈنری قسم کی اٹینشن سے کہانی سے پہلے ہی تھک جاؤ گے۔ تم ایک سادھو بن کر کہانی کو پڑھو جسے لینے دینے کا لالچ نہیں ہوتا، بس جو مرضی جن چاہے ہاتھ سے دان کر دے وہ تمہارے کاسے کا نصیب۔ تمہیں پتا ہے اس طرح تمہارے اندر صبر پیدا ہوتا ہے۔ پورے کا پورا دے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

دینے کا ہنر کمال کو پہنچتا ہے اور تم کچھ اچھا حاصل کر لینے والے بنتے ہو۔ تمہارے اندر اور باہر کوئی تضاد نہیں ہوتا، تم دنیا کو خوش رکھنے کے لیے اپنے آپ کو ناخوش رکھنا چھوڑ دیتے ہو بلکہ تم دنیا کو اپنے اندر کی وہ خوشی دان کرتے ہو جو خود تمہارے لیے انوکھی نئی اور بالکل غیر متوقع ہوتی ہے۔ عام اور غیر متوقع میں چھپی خوشی کو الگ الگ کر سکنا ہی علم ہے۔ علم ڈگری نہیں 'اچھا رویہ ہے' اچھا انسان ہے۔ ضروری نہیں ہر بزنس ٹائیکون کا علم اسے انسان سے انسان کا تعلق بتانے والا ہو' کیونکہ یہ تعلق دلوں کی بات ہے' دلوں کا الہام ہے۔ اور یہ الہام محبت کرنے والے ہی سمجھ سکتے ہیں۔ اور نئے محبت کرنا محبت سمجھنا آیا پھر اس کے لیے [illegible] طلب نہیں رہتا۔ اف، میں [illegible] کہاں سے کہاں پہنچ گیا۔ تم بور تو نہیں ہوئے۔"

وہ شرمندہ نظر آنے لگا اور سلمان نعیم کے اندر حیرتیں دم توڑنے لگیں۔

[illegible]

حد مشکل ہے۔ وہ خاموشی سے اٹھ گیا مگر حقیقتاً اسے لگا' وہ اس کے قریب [illegible] دوبارہ گیا تھا' پھر یہ ایک ہفتے بعد کی بات تھی [illegible] بڑے بھائی کی طرح اس کے سر پر کھڑا [illegible]

"سگریٹ پینا اچھی بات نہیں ہے۔" اس نے گھبرا کر ہاتھ پیچھے کر لیا تھا۔

"وہ ایسے ہی چینج کے لیے پی رہا تھا میں' ہمیشہ تو نہیں پیتا۔"

"اچھا میں نے بھی ایسی کوشش تمہاری عمر میں کی تھی' پتا ہے کیا ہوا تھا۔"

وہ ساکت اسے دیکھنے لگا' حمید آفاقی کے بھی چھکے چھوٹ گئے تھے' اور وہ مزے سے پول سے ٹیک لگائے اپنی داستان سنا رہا تھا۔

"پہلا کش لیتے ساتھ ہی میرا اوپر کا سانس اوپر' نیچے کا نیچے رہ گیا تھا۔ کھانسی کا وہ دورہ پڑا تھا کہ آنکھیں ابل گئی تھیں' کھانس کھانس کر چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ سانس تیز تیز چلنے لگی تھی مگر میں نے کہا' کیا ہے ایسا اس سگریٹ میں جو اسے میں نہیں پی سکتا' پھر میں نے خوب گہرے گہرے کش لیے اب کی بار حالت پہلے سے کم بری ہوئی تھی۔ میں نے کھڑے کھڑے دو سگریٹ ختم کر لیے تھے۔ میرا پہلا تجربہ تھا اور میں تجربے کو فطری انداز میں ہونے دینے کا قائل تھا' مگر جب میں نے دوسرا سگریٹ ختم کیا تو مجھے یہ کوئی بہت دھانسو کام نہیں لگا۔ بے کار اور بے معنی سا کام جس کا کوئی مقصد نہیں تھا۔ ہاں نقصان زیادہ تھا اور مجھے کمزور کردار اور شخصیتیں ہمیشہ بری لگتی ہیں۔ سو میں نے کہا۔ اس میں کتنا نشہ ہے جو میں اتنا بڑا مرد ہو کر اسے چھوڑ نہیں سکتا' کیا یہ مجھ سے زیادہ طاقت ور ہے۔ ایک چھوٹی سی چار انچ کی سگریٹ اور چھ فٹ کا انسان تقابلی فرق بہت زیادہ تھا پھر میں کیسے ہار سکتا تھا۔ میں نے ایک ہفتے اس عادت کو انجوائے کیا پھر ہمیشہ کے لیے چھوڑ دیا۔"

حمید آفاقی اور سلمان [illegible] دونوں خاموشی سے اسے دیکھے [illegible] اس نے [illegible] رام سے انہیں شرمندہ اور ذلیل کر دیا تھا۔ جھوٹ بولنے پر سرزنش بھی کر دی تھی مگر اتنے دوستانہ انداز میں کہ وہ عمومی مزاج کے طور پر تن فن بھی نہ کر سکے تھے۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ اپنی ذات کا مزید دفاع کر سکتے' وہ انہیں اپنے بازوؤں کے حصار میں لیے قریب کے کیفے میں جا بیٹھا۔

"کافی پیو گے یا چائے؟"

"کافی..." دونوں نے اسٹرانگ کافی کی فرمائش کی اور وہ ہنسنے لگا۔

"خواتین کی کہانیوں کا دل گیر ہیرو بننے کی ناکام کوشش..." ان کے چہرے پر ایک نظر ڈال کر شرارت دکھائی اور حمید آفاقی مسکرانے لگا۔

"بس ویسے ہی جب سے چائے چھوڑی ہے۔ تب سے کافی اپنائی ہے۔"

"اور کیا کیا اپنایا ہے میرے فرسٹ ینگرز نے؟"

UrduPhoto.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

''بس وہ سگریٹ پی لیتے ہیں دراصل اگر ہم اپنے اندر کا اینگر اسٹیم سگریٹ کے دھوئیں کے ساتھ باہر نہ نکالیں تو بلاسٹ ہو جائیں یا دہشت گرد بن جائیں۔''

''یعنی یہ فرار کی بچگانہ کوشش ہے' ویسے میری ایک الگ سوچ ہے اس معاملے میں' مسئلہ ہوبے حد الجھا ہوا' دکھ ہو بے حد دل گیر سا تب بھی یہ اسموکنگ ڈرنکنگ یہ ساری چیزیں شو آف پر بنائی لگتی ہیں یوں جیسے انسان دنیا میں دکھی ہونے کا لیبل لگائے پھرے۔ جو دکھ کو گلے کا ہار بنا لیتے ہیں' وہ کبھی دکھ سے نجات نہیں پاتے۔ دکھ شکل بدل بدل کر ان پر سوار ہوتے رہتے ہیں' انہیں پھر دکھ اتنے بڑے لگتے ہیں کہ چھوٹی چھوٹی خوشیاں دکھائی ہی نہیں دیتیں' جس لمحے نے آپ کو جتنا بھی آزردہ کیا ہو' یہ بھی تو حقیقت ہے' کوئی لمحہ کہیں آپ کے لیے مسکراہٹ لیے ہوئے بھی تو موجود ہے۔ زندگی اور خوشی موجود اور ناموجود' حاضر اور غائب ہی [illegible] ہیں جو ہماری نظر سے اوجھل ہے ہم اس کے نا ہونے پر کلستے ہیں اور جو ہمارے پاس ہے [illegible] مختصر سا کوئی اچھا پل یا کھلکھلاتی [illegible] اور روتے رہتے ہیں۔ [illegible] ہیجان' فرار کے سکون [illegible] شکست کھا لینے میں آسان [illegible] بندہ ہر کنکشن سے بچ جاتا ہے۔ [illegible] کرنا پڑتا' مگر میں انسان اسے ہی مانتا ہوں جو مضبوط بیک کے نہ ہونے کو اپنی ناکامی کی تسلی نہ بنائے بغیر مضبوط چٹان پر ضربات لگاتا رہے۔ یہاں تک کہ راستہ نکلتا چلا جائے' پیچھے آنے والوں کے لیے سہولت اور عزم مصمم کی تاریخ چھوڑ جائے' تاریخ پڑھنا اور تاریخ بنانا دو مختلف کام ہیں۔ مجھے مشکل کام کرنے میں مزہ آتا ہے۔''

سلمان نعیم نے ٹھنڈی سانس بھر کر اس کی شخصیت کو تین چار نمبر اور دے دیے' مگر حمید آفاقی' وہ اتنی آسانی سے ہار ماننے والا نہیں تھا۔ سو کھٹاک سے بولا۔

''ویل آف فیملی سے تعلق' اچھی تعلیم' اچھا کیریئر رکھتے ہوئے ایسے لیکچر تو شاید میں بھی دے سکتا ہوں۔ مگر نامساعد حالات ہی درحقیقت آپ کا کردار یا تو بنا دیتے ہیں' یا بگاڑ دیتے ہیں۔''

حیرت انگیز طور پر اس نے اس رائے پر مزاج ٹھنڈا رکھا تھا ورنہ سلمان نعیم کا خیال تھا یہ جملہ اس کے لیے ہوتا تو وہ شکروانی سامنے والے کے سر پر دے مارتا۔ مگر وہ نہایت نرمی سے چینی ملا رہا تھا جب کپ اس نے تھام لیا تو مسکرا کر بولا۔

''حمید آفاقی! تم بہت گہرا سوچتے ہو' تم نے ٹھیک کہا نامساعد حالات ہی درحقیقت آپ کو یا تو بنا دیتے ہیں یا بگاڑ دیتے ہیں۔ اب فیصلہ تو ہمارے ہاتھ میں ہے تاہم بگڑنے میں زیادہ دلچسپی لیتے ہیں یا سنورنے کی جدوجہد کرتے ہیں۔''

اس کی ہی دلیل سے اسے وضاحت دے دینا اس کا ایک اور کمال تھا۔ وہ اگلا تلخ سوال اپنے اندر ہی گھونٹ کر اٹھ گیا تھا پھر وہ دونوں نامحسوس طور پر اس کو آئیڈیلائز [illegible] گئے تھے [illegible] تھام لیا تھا' مگر پورے کا پورا کسی کے سامنے گر جانا کہاں گوارا تھا سلمان نعیم کو۔ سو چپکے سے اس کی شخصیت کی بنت کے اس بخیے کی کھوج میں تھا جس کی سلائی ادھڑنے سے سارا کا سارا شعیب منصور ادھڑ جاتا تھا۔ [illegible] اتنا مکمل تھا کہ کہیں کوئی جھول دکھائی ہی نہیں دیتا تھا پھر یکدم مایوسی کے دنوں میں اچانک ایک کرن چمکی۔ شعیب منصور کی گاڑی میں اس نے مہر سیما کو دیکھا تھا اور حمید آفاقی تھا کہ غیر متوقع کہانی کے انجام کی طرح حیران کھڑا تھا۔

''یہ کیسے ہو سکتا ہے مہر صاحبہ اتنی لیے دیے رہنے والی محترمہ ہیں حالانکہ انہیں محترمہ کہنے کو دل نہیں چاہتا تھا' لیکن پھر بھی محلے کی لڑکی سمجھ کر یہ احسان بھی کرنا ہی پڑتا ہے مگر یہ شعیب صاحب کس چکر میں ہیں۔'' سلمان نعیم نے تبصرہ کیا تھا۔

اور وہ جواباً بولا تو صرف اتنا ''تمہیں کیا لگتا ہے وہ

UrduPhoto.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

کسی قسم کے ثواب دارین کے چکروں میں ہوں گے بھئی انسان ہیں دنیا میں رہتے ہیں سو دنیا داری گھسیٹ لے گئی ساری شخصیت اب خون روئے یا جگر پیٹے ہاتھ کچھ نہیں آنے کا یعنی پہاڑ سرک کر پستی میں گر گیا۔ قرب قیامت کی نشانیاں ہیں ساری۔"

حمید آفاقی خالص فٹ پاتھی لہجے میں بول رہا تھا' ذات کا سارا فرسٹریشن کسی اور کی تذلیل میں آزمایا جا رہا تھا اور یہ فطری بات ہے کہ انسان جو عزت اور توقیر نظر کے لیے ترستا ہو تو ایک وقت وہ آتا ہے کہ پھر بھری کسی کی بھی عزت محفوظ نہیں رہتی اس سے۔ وہ اندر کا غصہ ہر نظر آنے والے شخص کو مسترد کر کے نکالتا ہے۔ اس سے اس کی کھوکھلی ذات کی تسکین ہوتی ہے کہ وہ بھی جس کے لیے چاہے کیشکری ناصرف اناؤنس کر سکتا ہے' بلکہ ان کی عزت و بے عزتی پر ریمارکس بھی دے سکتا ہے۔ سو دونوں اس معاملے میں کھل کر بحث کر رہے تھے حالانکہ ان کی بحث ان دونوں پر کسی طرح اثر انداز نہیں ہو سکتی تھی مگر دل جمعی سے کام جاری تھا۔

"آپ کے ذہن میں یہ خیال تو آیا ہوگا میں نے پہلی بار آپ کی آفر کیوں قبول کر لی؟"

وہ اس کی جیپ میں بیٹھتے ہی خودی سوال داغ دیا اور وہ مسکرانے لگا۔

"میں نے خود کو یہ بھی باور کرا دیا تھا کہ شاید میں آپ کو قابل اعتبار لگا ہوں کسی اچھے دوست سا' اس لیے آپ نے مجھے مسترد نہیں کیا۔"

وہ خالی آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی پھر خالی آنکھوں سے بھی زیادہ خالی آواز میں بولی۔

"آپ نے میرے بارے میں تو بہت کچھ سنا ہوگا' پھر آپ کو کیا لگا میں کیسی لڑکی ہو سکتی ہوں۔"

اس نے گاڑی کو دھیما رکھا اور لہجے کو ہاتھوں کی حرکت سے بھی زیادہ دھیما پھر بولا۔

"جو لوگ یہ سوچتے ہیں نا دنیا ان کے بارے میں کیا سوچ رہی ہے وہ کبھی خوش نہیں رہتے۔ ان کے حواسوں پر دنیا سوار ہوتی ہے اور ان کی اپنی ذات کہیں کھو جاتی ہے۔ مگر مجھے وہ لوگ اچھے لگتے ہیں جن کی ذات دنیا کے لیے ضروری ہوتی ہے' جن پر صرف دنیا سوچتی ہے وہ دنیا کے سوچنے پر کڑھتے نہیں بلکہ اپنی ذات پر دنیا کا وقت خرچنے پر خوش ہوتے ہیں۔ اور یہ بھول جاتے ہیں کہ یہ داستانیں سننے میں اچھی ہیں یا بری' کیونکہ اپنی ذات کا اعتبار اپنے دل میں ہوتا ہے۔ آپ کا ضمیر اور دل مطمئن ہے تو پھر کوئی بھی گواہی' کوئی بھی داستان آپ کا دل میلا نہیں کر سکتی۔"

"آپ واقعی شعیب ہیں' اسم با مسمیٰ۔ آپ کا نام کس نے رکھا تھا؟"

اس نے گاڑی اس کے بتائے پتے پر ڈالی پھر آہستگی سے بولا۔

"یہ بابا کا نادر خیال تھا' ان کا خیال تھا میں کسی کام کو غلط ہوتے دیکھ ہی نہیں سکتا۔ سو انہوں نے کلاس تھری میں میرا نام فراز سے بدل کر شعیب رکھا' میرے بابا منصوری الماس ایک بہت اچھے پینٹر تھے شاید آپ نے نام سنا ہوگا؟"

"جی! ایک وقت میں جب مجھے رنگوں سے دلچسپی تھی' تب مجھے رنگوں سے زندگی تخلیق کرنے والوں کی خبر رہتی تھی اور پھر آپ کے والد بہت مشہور آرٹسٹ تھے۔ جن کے لیکچر ہماری پینٹنگ کی کلاسز میں آنریری ہوا کرتے تھے۔ ایک دو بار انہیں بے حد قریب سے دیکھا بھی تھا مگر اب تو لگتا ہے' سب کچھ ماضی تھا۔ پتا ہے شعیب صاحب! اب تو میں نے خود کو پہچاننا بھی چھوڑ دیا ہے۔ کبھی کبھی مہر سیما کہہ کر کوئی پکارے تو کتنی ساعتوں میرے اندر تحریک ہی نہیں پیدا ہوتی۔ مجھے لگتا ہے شاید کوئی اور کسی اور کو پکار رہا ہے۔"

"آپ بہت زیادہ حساس ہیں اور بہت زیادہ حساس لوگ خود اپنے لیے اذیت ناک ہوتے ہیں انہیں کوئی اور اتنی تکلیف نہیں دیتا جتنا وہ خود اپنے آپ کو آزار میں رکھتے ہیں۔ وہ اندر سے اتنے تلخ ہو جاتے ہیں کہ پھر کوئی انہیں دق نہ بھی کرے تب بھی وہ اپنے آپ کو

UrduPhoto.com

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

خود دق کرتے رہتے ہیں۔ تلخ سے تلخ ریمارکس پاس کرتے ہیں خود اپنے لیے۔ وہ خود کم سے کم سخت بات خود کو کہہ کر اپنے آپ کو بچا لیتے ہیں۔ حالانکہ یہ حماقت ہے کبھی کبھی کوئی ہمارے بارے میں کچھ بھی سوچنا نہیں چاہتا لیکن ہم پھر بھی سمجھتے ہیں وہ ہم پر دھڑا دھڑ رائے دے رہا ہوگا اور یہ کس قدر بے وقوفی کی بات ہے، ہم ہمیشہ دوسروں کی سوچ کی سزا خود کو دیتے ہیں۔"

وہ کچھ نہیں بولی تھی مگر لگتا تھا اس نے سب کچھ بے حد غور سے سن کر پلو میں باندھ لیا ہے۔

"آپ یہاں کیا جاب کرتی ہیں...؟" ایک ٹریڈنگ کمپنی کا سائن بورڈ پڑھ کر سوال کیا تو اس نے بیگ اور چادر سنبھالتے ہوئے کہا۔

"میں یہاں کمپیوٹر پروگرامر ہوں، اچھی سیلری ہے اس لیے رنگ چھوڑ کر تلاش معاش میں لگے ہوئے ہیں۔"

وہ مسکرانے لگا پتا نہیں کیوں کہ بات بات پر ہنسی ہونٹوں پر سمٹ آتی تھی یا کچھ لوگوں کی طرح وہ مسکراہٹ میں خود کو [illegible] اتنے گہرے پردے میں کہ لوگ چاہ [illegible] نہ سکیں مگر یہ اس کا مسئلہ نہیں تھا۔ وہ خود کو دریافت کرنا بھی نہیں چاہتا تھا اس کے اندر کچھ ایسا تھا ہی نہیں جسے دریافت کیا جا سکتا۔ اس کا اندر تو ایسا تھا جیسے بارانی زمین، جس پر برسوں سے بارش نہ برسی ہو۔ زمین جگہ جگہ سے تڑخ چکی تھی۔ گہرے گہرے شگاف تھے جن میں دل کا سارا قیمتی سرمایہ دفن ہو گیا تھا، اس کے پاس کچھ بھی نہیں بچا تھا۔ بس یہی خالی پن کا احساس تھا جو وہ دوسروں کی داستانوں، ان کی تکلیفوں کو دور کرنے کی سعی کرنے سے اپنے ہونے اپنی بقا کی جنگ لڑتا رہتا تھا۔

مر جانا بہت آسان ہے مگر دل کے مر جانے کے باوجود اپنے وجود بھرے دھوکے پر زور زور سے کہنا میں زندہ ہوں۔ مجھے دیکھو۔ میری آواز سنو، میرے لفظوں سے جیون لو یہ سب گو اذیت پسندی کی اعلا مثال سہی،

لیکن آج کل میں اس کا وتیرہ تھا۔

اس نے گاڑی اپنے اسٹوڈیو کی طرف موڑ دی تھی۔ وہ اکثر جب اپنی بزنس مصروفیات سے تھک جاتا تھا تو یہاں چلا آیا کرتا تھا۔

یہ اسٹوڈیو اس کے پاپا نے اسے اکیسویں سالگرہ پر گفٹ کیا تھا۔ یہاں پاپا کی کچھ پینٹنگز اور مجسمے رکھے تھے۔ ان کا خیال تھا اس اسٹوڈیو کو وہ بڑھا کر آرٹ گیلری میں شامل کر دیں گے۔ وہ ایک آرٹ اسکول بھی کھولنا چاہتے تھے مگر وقت نے مہلت ہی نہیں دی۔ شعیب منصوری کی آنکھوں میں اس وقت اگر وقت انسان بن کر جھانک لیتا تو ساری عمر کسی کو دکھ دینے کی نہ کرتا۔ وہ اس وقت مجسم دکھ تھا اور اس کی آنکھیں بینائی سے بڑھ کر صرف آنسو کے سوا کچھ نہیں دکھائی دیتی تھیں۔ حالانکہ کبھی ان ہی آنکھوں میں کس قدر خواب ہوا کرتے تھے۔ کس قدر سچے اور تعبیر ہو جانے والے خواب، زندگی میں پہلے کب ناممکن کا لفظ تھا۔ وہ اندر آ کر اپنی مخصوص کرسی پر آن بیٹھا۔ یہاں بالکل سامنے گیارہ برس پہلے پاپا کھڑے ہوئے اسے اسٹوڈیو [illegible] تھے [illegible] خوابوں کے [illegible] رنگ کس قدر کچے نکلے تھے۔ اس نے دونوں ہتھیلیاں آگے کر لیں۔ مخروطی لانبی انگلیوں میں اب [illegible] رنگ تک نہیں تھا۔ بس سارے رنگ روح میں چھر یا اندر اتر گئے تھے۔ روٹھ گئے تھے اور وہ باہر بے رنگ بکھر کر رہ گیا تھا۔

اس نے اٹھ کر پاپا کی پینٹنگ پر روز صفائی کے باوجود آ جانے والی گرد کو صاف کیا۔

"بھرا سمندر اور وہ آنکھیں جو سمندر سے زیادہ گہری تھیں۔ گہرا چپ سمندر اور آنکھیں، یہ میں ہوں ہاں یہ سمندر میں ہوں، مگر یہ آنکھیں، یہ تمہاری آنکھیں ہیں گہری خاموش۔۔۔ میں تمہارے اندر اک ردھم کی طرح رہنا چاہتا ہوں تمہارے اندر سے ایک جذبے ایک پُرشور جذبے کی طرح اٹھ کر اس سمندر کی بپھری لہروں کی طرح بکھر جانا چاہتا ہوں۔ جو میں

UrduPhoto.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

کر نہیں سکا، تمہارے اندر میں وہ ہونے کا گمان کرنے
کا خوش گمان احساس سانس میں بھر لینا چاہتا ہوں۔
میں چاہتا ہوں دنیا میں جب میرا وجود نہ ہو۔ تب بھی
لوگوں کو تم میں، میں دکھائی دوں۔ کیا تم مجھے یہ مارجن دو
گے اپنی ذات میں تھوڑا سا چپہ دو گے، مجھے جہاں میں
قیام کروں۔"

"پاپا! آپکی بھریوں، میرے سارے دل میں آپ
قیام کریں۔ جہاں جی چاہے، جہاں جیسے انعکاس کرنا
چاہیں کریں۔ میں تو سر سے لے کر پیر تک آپ کا
ہوں، آپ سا ہوں۔"

اور پاپا ہنسنے لگے تھے بھرکارے تھے۔ "بہت دریا
دل ہو رہے ہو پورا دل قیام کو دینے کی سوچ رہی ہے۔
وہ حصہ کیا کرو گے جہاں کسی اور [illegible]"

"پاپا! آپ بھی نا۔" یکدم اس کے چہرے پر رنگ
بکھرے گئے تب اس نے پوچھا۔
"آپ کو ظلِ قمر کیسی لگی پاپا؟" وہ جانتا تھا ظلِ قمر
کے متعلق کبھی داستان [illegible] کے سوا پاپا تک
اور [illegible]
[illegible]
[illegible] رہے [illegible]
بس پاپا تک اس سے [illegible]

"پاپا کو [illegible] شغل [illegible] ہے اور
بس۔۔۔" اور وہ اس [illegible] اٹھتا تھا'
مگر اس وقت وہ اس کے [illegible] لیکن
خوشی بن کر آیا تھا۔

"بتائیے نا پاپا! آپ کو ظلِ قمر کیسی لگی؟"
پاپا نے اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں لے لیا تھا، پھر
محبت سے بولے تھے۔ "چاند کا سایہ نہیں ہے۔ وہ لڑکی وہ تو
خود قمر ہے۔ پورا چاند، میرے چاند کا ہالہ روشن اور
مکمل، مجھے وہ بہت پسند آئی ہے۔ خدا سے دعا ہے وہ
تمہاری قسمت تمہاری زندگی کو بھی میری طرح ہی
پسند آجائے۔"

اور اسے لگا تھا پاپا کے کہہ دینے ہی سے زندگی اور
اس کی قسمت نے اسے او کے کر دیا ہو گا۔ پاپا کا کہنا کون
مسترد کر سکتا تھا۔ سو وہ خوش خوش یہ خبر لالہ کو سنانے جا
پہنچا تھا۔

"لالہ کی بچی! تمہارے لیے انٹرٹینمنٹ کا سامان
ہے۔"

"کیا ہے؟" اس نے واک مین ہٹا کر بھائی کو دیکھا
تھا اور وہ دھم سے اس کے بیڈ پر گر گیا تھا۔
"تمہاری صلاحیتوں کو ہمیشہ جلا دینے کے لیے ایک
نیا کردار متعارف کروانے کی کمپین ہے۔ تم بتاؤ تم
حصہ لوگی۔"

"میری تو یہ سمجھ میں نہیں آرہا آپ کیا کہہ رہے
ہیں۔ کون آرہا ہے، ہمارے گھر میں۔" تجسس سے اس
نے ہاتھ سے کتاب رکھ دی تھی پھر جتانے والے انداز
میں بولی تھی۔ "پاپا کے لاڈلے بیٹے صاحب میرے
فرسٹ ایئر کے اگزامز ہو رہے ہیں۔ پلیز بتایئے۔
جلدی سے آپ کسے لا رہے ہیں۔"

"تمہاری ہونے والی بھابھی کو، تمہیں شوق ہے نا
کسی سے دنگل کرنے کا جھگڑا کرنے کا' سارا سامان تیار
کر لو ہار ماننا اس نے بھی نہیں سیکھی اور تم تو ہو ہی میری
[illegible] تو [illegible] بھی ہار نہ ماننا چاہیے۔"

"بہت [illegible] بھابھی سے [illegible] لڑنے کا مزہ ہے اور
پھر تم پاپا کے پرنس کرا دو تم شادی کے بعد مجھے ایسا
موقعہ کب دو گے۔ تمہاری تو ساری ہمدردیاں اس ہی
کے ساتھ ہوں گی۔"

"پرنس، میری ساری ہمدردیاں تمہارے لیے
ہوں گی' ہاں محبت کہہ سکتی ہو یہ معاملہ مشکوک ہو سکتا
ہے۔"

"اوہو چیٹر' یو راسکل۔۔۔" اس نے کشن اٹھا اٹھا
کر اسے مارے تھے۔ اور وہ دو سال چھوٹے ہونے کا
اسے پورا پورا فیور دے رہا تھا آخر کو وہ اس کی سب سے
عزیز بہن تھی۔ پھر یہ معرکہ بھی سر ہو گیا تھا' ظلِ قمر پاپا
کی طرح اسے بھی بہت پسند آئی تھی۔
"تم نے زندگی میں پہلی بار کوئی معرکہ مارا ہے۔ تم
دونوں واقعی ایک دوسرے کے لیے بنے ہو۔" بہت
محبت سے اس کے شانے پر ہلکا سا دباؤ ڈال کر اس نے
اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
UrduPhoto.com

اور اسے لگا تھا وہ ہواؤں میں اڑنے لگا ہے۔ اسے یقین ہی نہیں آرہا تھا کہ محبت میں وہ بھی پا لینے والا ہو سکتا ہے۔ وہ سمندر سے جھوم کر اٹھنے والی گھٹا بن کر اٹھا تھا اور ظلِ قمر اس کے لہجے سے بھیگ گئی تھی۔

”تم... ظل! تمہیں میں نے خود سے بھی بڑھ کر چاہا ہے مجھے تم پر اپنی ذات سے بھی بڑھ کر یقین ہے۔ اتنا کہ مجھے گمان ہونے لگا ہے اگر کبھی ساری دنیا بھی مل کر مجھے رد کرنے کی کوشش کرے تو تب بھی تم میری پشت پر ہوگی، میرے ہونے کی جنگ مجھ سے بھی زیادہ دل سے لڑو گی۔ تم مجھ سے بھی زیادہ مجھے چاہو گی، بولو چاہو گی نا؟“

اس کا لہجہ شوخ ہو گیا تھا اور وہ شرمگیں انداز [illegible] مسکرائے جارہی تھی۔ یہ اونچا لمبا [illegible] ان چار سالوں میں اسے کتنا عزیز ہو گیا [illegible] ساتھ بہت سا چین [illegible] اسے جانتے ہیں۔ [illegible] سے لگتا تھا، وہ اس [illegible] آپ کو بھی نہیں [illegible] کے دل میں اترا تھا [illegible] سرمئی دھوپ سے [illegible] تن گیا تھا اور محبت جب [illegible] اختیار کرتی ہے تو وہ اس روپ میں [illegible] تھا۔ محبت کیا ہے؟ صرف وہ...!

محبت کو دیکھو تو کیسی لگتی ہے، بالکل اس کے چہرے اس کی آنکھوں جیسی۔ محبت اگر خوشی ہے تو وہ مسکان صرف اس کے ہونٹوں پر سجتی ہے۔ کہیں محبت روپ رکھتی ہے تو صرف اسی کا جیسے کہ صرف وہ ہے...“

شعور کی پہلی سیڑھی پھلانگ کر وہ اس کے سامنے تھا، اس سے دو سال سینئر اس آرٹ اسکول میں اس کے لیے وجہ سرخوشی محبت اعتماد کا سمبل وہ اس ساتھ پر جتنا ناز کرتی کم تھا۔ سو زندگی بے حد سہل ہو گئی تھی یا شاید سہل لگنے لگی تھی مگر خوابوں کی تتلیاں پکڑنے کے لیے بقول شاعر دور جانا پڑتا ہے۔ وہ اس منگنی پر بے حد خوش تھی۔ کوئی بھی ناخوش نہیں تھا کہ اچانک ایک سال بعد وہ سب کچھ ہو گیا جو کسی کے وہم و گمان میں نہیں تھا وہ گم صم کھڑی تھی اور ماضی کہیں ہولے سے گنگنا رہا تھا۔

وفا کا نام زمانے میں عام کر جاؤں
پھر اس کے بعد زندہ رہوں کہ مر جاؤں
میرے وجود کا یہ بھی تو ایک مصرف ہے
دلوں میں پیار کی مانند میں اتر جاؤں

وہ دل کے اندر آنکھوں میں یہی گنگنا رہا تھا مگر دلوں میں پیار کی مانند اتر جانے کی خواہش رکھنے والا یکدم دل سے ہی اتر گیا تھا۔ وہ باہر دروازے پر دستک بنا ہوا تھا اور وہ چیخ رہی تھی۔

”چلے جاؤ شعیب منصوری! میں بھول جانا چاہتی ہوں کہ میں بھی تمہیں جانتی تھی۔“

”شعیب! یہ میں کیا سن رہا ہوں، وہ نشاء حسین وہ لڑکی کہہ رہی ہے کہ تم اور وہ بہت عرصے سے ایک دوسرے کو جانتے ہو۔ اتنا قریب ہے کہ حجاب کی کوئی [illegible] کے درمیان نہیں [illegible]

[illegible] سوال، بے شمار سوال چوبیس برس کا شعیب منصوری ہونق کھڑا تھا۔ ارمغان احمد کے سامنے بائیں طرف فینسہ آنٹی کھڑی تھیں اور صوفے پر بیٹی سی ظلِ قمر تھی، اس کی آنکھوں میں اس لمحے کیا نہیں تھا۔ جو کچھ وہ کہہ نہیں سکی تھی۔ وہ سب شکوے گلے اور دکھ اس کے چہرے پر آن جمے تھے۔ خاموشی الزام لگانے سے زیادہ تکلیف دہ ہوتی ہے۔

خلق مجھ کو کیا کیا نہیں کہتی
کچھ سنوں میں تیری زبانی بھی

وہ کچھ سنوں میں تیری زبانی کی حسرت بنا اس کے سامنے کھڑا تھا مگر اس کی خاموشی نے اسے الزام دیے بغیر ذلیل کر دیا تھا۔

”چلے جاؤ تم یہاں سے، تم ہماری بیٹی کے قابل ہی نہیں ہو۔ تمہیں تو صرف وہ لڑکی سوٹ کرتی ہے وہ نشاء حسین... ہاں اسی کے پاس جاؤ تم جیسے گھٹیا انسان کو

UrduPhoto.com

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ایسی ہی لڑکیاں ملتی ہیں۔ ملنی چاہئیں ایسی لڑکیاں جو تم سے تمہارے لہجے میں بات کریں۔ تم سے تمہارے انداز میں دھوکا کریں اور پھر بھی تم انہیں خود سے جدا نہ کر سکو' بڑے لوگوں کے لیے بری لڑکیاں ہی ہوتی ہیں ایسی ہی لڑکیاں۔"

وہ صدمے کے مارے قدم موڑ گیا' وہ کہنا چاہتا تھا انسان نہیں حالات برے ہوتے ہیں۔ وقت برا ہو جاتا ہے جو سربلندی پستی میں گر جاتی ہے اور پستی یکدم بلند راستے کی طرف جانے والا راستہ بن جاتی ہے۔ وقت کسی انسان کو اونچائی سے قدموں میں گرا دیتا ہے اور کسی کو ذرے سے آفتاب بنا دیتا ہے۔ برا انسان نہیں ہوتا بس لمحاتی لغزش' کمزور لمحے کی معمولی سی غلطی اچھے کو برا اور برے کو اچھا کر دیتی ہے۔ انسان کے فطری عناصر میں خطا کا خمیر ملا ہے پھر یہ کہاں [illegible] ہے کہ غلطی سے منہ موڑنے کی خواہش [illegible] کار سے بھی منہ موڑ لیا جائے۔ غلطیاں تو بھی کسی سے بھی ہو سکتی ہیں' مگر کسی [illegible] انسان کو اچھے ہونے کے ہر بار جن سے کٹ [illegible] کر دینا تو انصاف نہیں' وہ کہنا چاہتا تھا۔ نشاء [illegible] حسین [illegible] بس وقتی محبت کے بہا[illegible] کھڑی ہوئی ہے مگر وہ کہہ نہیں سکا اس کی کون سنتا کہ وہ اس کہانی میں صرف ایک [illegible] کے علاوہ کوئی کردار نہیں رکھتا تھا۔ کون مانتا کہ اسے [illegible] حسین سے صرف اتنا انس تھا کہ اسے وہ اپنی لالہ کی [illegible] تحفظ دینے کا خواہاں تھا۔ وہ جانتا تھا کہ باپ کے نہ ہونے اور ماں کی ملازمت کرنے نے اسے عقل نہیں سکھائی بلکہ وہ خود تجربہ کرنے کی خو میں جھلس گئی ہے۔ وہ اسے اس بار بار کی خطا کرنے سے صرف روکنے کا خطاوار تھا مگر اسے کیا خبر تھی کہ یہ الزام اس کے سر آئے گا۔ وہ گھر آیا تھا' اسے لگا تھا گھر میں اسے پاپا کا سائبان اب بھی میسر ہوگا مگر اس اطلاع کے بعد سے پاپا نے خود کو اپنے اسٹڈی روم میں بند کر لیا تھا۔ لالہ نے جو دل چاہا تھا کہا تھا۔ اپنی دوست کی زندگی خراب کرنے پر وہ جتنا چلاتی کم تھا مگر وہ خاموشی سے کھڑا تھا۔ آخر وہ کیسی دوست

تھی کہ اسے اس کی زندگی میں اتنے بڑے بھونچال کے آنے کی خبر نہیں ہوئی۔ دونوں بھائی کچھ کہنے کی پوزیشن میں نہیں تھے' اپنی کم عمری کے باعث چپ تھے مگر ان آنکھوں میں جتنا طنز اور حقارت آگئی تھی۔ اس طنز اور حقارت نے مل کر اسے مسخ کر ڈالا تھا۔ وہ ان کی طرف ہاتھ بڑھاتا تو لگتا کوئی طنزیہ ہنسی سے پوچھ رہا ہو۔

"اچھا تو تم ہو اپنے پاپا کے سب سے لاڈلے بیٹے وہ اپنا دل کہتے تھے' سنو دل کے قریب رہنے والے کیا یہ ضروری ہے کہ دل کو گہرا زخم ہی دیں۔ محبت کرنا کیا اتنا بڑا جرم ہے کہ اس کی یہ سزا دی جائے۔"

امی اس حادثے کے بعد سے بستر سے لگ گئی تھیں۔ ڈاکٹر کا خیال تھا انہیں کوئی بیماری نہیں ہے' [illegible] وہ ان کی جان کا روگ بن گیا ہے اس نے سنا تو بڑھ کر ماں سے کہنا چاہا۔

"وہ ان کا بیٹا ہے ان کا' عائشہ منصوری الماس کا بیٹا۔ جنھوں نے عورت کی عزت کرنے کا سبق دیا تھا۔ وہ ان کا وہی بیٹا ہے۔ جس کی غیرت مندی کی وہ آنکھ بند کر کے قسم کھا سکتی تھیں [illegible] جب بھی اسے دیکھتیں [illegible] وہ [illegible] صدقے [illegible] سے بحال ہو کر اس کے بارے میں جو کمنٹس دیں گے۔ وہی اس کی زندگی کا فیصلہ ہوگا تو بس اچانک ہی بسا طالپیٹ دی گئی۔ پاپا چار دن بعد جو صرف چائے اور کھانے پر آیا کرتے تھے ایک دن نہیں آئے تو لالہ نے [illegible] روم کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ دروازہ بے آواز کھلتا چلا گیا۔ پاپا راکنگ چیئر پر آنکھیں موندے بیٹھے تھے۔ ان کے چہرے پر ہلکی سی تکلیف تھی جیسے زندگی کو چھوڑ کر موت سے دوستی کرنے کے خیال سے بڑی روح کے چہرے پر کھنڈ سکتی تھی۔ وہ آگے بڑھی تھی۔

"پاپا! ناشتہ لے آؤں... پاپا...؟" اس نے انہیں چھوا اور پھر چیخیں در و دیوار کو ہلانے لگیں۔

"شوبی بھائی! پاپا..." وہ دوڑتا ہوا اندر آیا۔ اس کو لگا اس کے اندر اٹھنے والا ہیجان زندگی کا بس آخری ہیجان

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

بے تیز تیز چلتی سانس بس یکبارگی رک جائے گی مگر
یوں ہوا موت کہیں اندر مرگئی تھی اور زندگی مری ہوئی
موت پر حیران کھڑی تھی۔ ڈاکٹر عارف کیانی سامنے
کھڑے کہہ رہے تھے۔

"سخت جذباتی پریشرائزنگ کے تحت ہونے والا
ہارٹ قتل کا کیس ہے۔"

"مار دیا۔ تم نے میرے منصوری الماس کو مار دیا۔"
ماں نے اسے جھنجوڑ کر رکھ دیا تھا، وہ پھٹی پھٹی آنکھوں
سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ تب وہ نفرت سے بولی تھیں۔

"چلے جاؤ میری نظروں سے دور، تم نے ہمارے
سب کچھ ختم کر ڈالا ہے۔ جاؤ یہاں سے چلے جاؤ اور
اپنی نئی زندگی کی شروعات کرو۔ جشن مناؤ کہ باپ کی
لاش پر تم نے اپنی خوشیوں کی جنگ جیت لی ہے۔"

وہ پاپا کی میت کو کندھا [illegible] نہیں دے سکا تھا۔ ماں
نے اسے دھکے دے کر گھر سے نکال دیا تھا۔ آخری
رسومات ڈاکٹر عارف کیانی کی کوشش کی وجہ سے اس نے
قبرستان میں کیا تھا پھر شہر میں ہوتے ہوئے وہ شہر ہی
میں گم ہو گیا تھا اس نے بہت محنت کی تھی [illegible]
[illegible]
کے لیے کر رہا تھا۔ پاپا [illegible] ابھی خاصی پرانی
تھی مگر وہ بڑا بیٹا ہونے کا حق ادا کرنا چاہتا تھا۔
اس نے ماں کے نام [illegible] اکاؤنٹ
کھولا تھا جہاں سے [illegible] رقم ماں کو ملتی تھی۔
کاغذات میں وہ پاپا کا اکاؤنٹ [illegible] گیا تھا۔ اس لیے
ماں نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا تھا، وکیل انکل
اس معاملے میں اس کے مددگار تھے۔

پھر وہ شہر چھوڑ کر مختلف ملکوں میں گھومتا رہا۔ گھر
سے تعلق صرف اکاؤنٹ نمبر کی حد تک تھا۔ پہلے وہ
ایک نام ایک وجود رکھتا تھا مگر اب وہ صرف ایک
اکاؤنٹ نمبر تھا جس پر پاپا کے نام کا لیبل لگا ہوا تھا لیکن
"محبت گھر" سے اس کا یہ تعلق بھی روح کی تسکین کے
لیے کافی تھا۔ پھر وہ کراچی کے پرہجوم شہر میں آن بسا
تھا۔ جہاں ایک کمپنی میں بزنس مارکیٹنگ آفیسر کے
عہدے پر کام کر رہا تھا، یہاں اس کی ملاقات رفاہت
عماد سے ہوئی تھی۔ وہ یہاں دفتر میں پبلک ریلیشن
آفیسر تھی۔ ہنس مکھ اور خنداں رو۔ جب جہاں ملتی
بہت دل سے عزت سے مخاطب کرتی۔ برملا کہتی۔

"آپ کو جب بھی دیکھتی ہوں دل کرتا ہے، آپ کو
پکاروں، آپ کی عزت کرنے میں جان لڑا دوں۔ کبھی
کبھی ہوتا ہے نا آپ کسی کے بارے میں احترام اور
عزت سے اتنا سوچتے ہیں، جتنا شاید آپ اپنے بارے
میں بھی وقت نہیں نکالنا چاہتے اور شعیب منصوری!
مجھے آپ کے بارے میں عزت سے سوچنا۔ آپ کو
عزت دینا اچھا لگتا ہے۔ ویسے سنا ہے عزت اور احترام
محبت کی پہلی سیڑھی ہیں۔"
کبھی شرارت سے کہتی۔

"ندیم عفان ہمارے دفتر کا واحد کولیگ ہے، جسے ہر
شخص سے محبت کرنے کی عادت ہے مگر مجھے ہمیشہ اس
کی اس عادت سے چڑ ہوتی تھی پر اب سوچتی ہوں،
شاید وہ جن سے محبت اختیار رکھنے میں بے بس ہوتا ہو
وہ آپ ہی جیسے چہرے ہوتے ہوں۔ آپ اسے غلط
وے میں مت لے جایئے گا، میں صرف دوستی کی بات
[illegible] کرتی ہوں تو صنف کو منہا
کرلیتی ہوں۔ صرف اچھے اور برے انسان کے سوا میرا
پھر کوئی اور رفارمولا نہیں ہوتا ذات اور شخصیت کا مبہم
سوال حل کرنے کے لیے۔"

اس نے ہاتھ بھی بڑھایا تھا اور اس نے دل سے اس
چار سال کے بعد کے تعلق کو قبول کر لیا تھا پھر رفتہ رفتہ
وہ اس پر کھلی تھی تو پتا چلا تھا وہ تین بھائیوں میں سب
سے ذمہ دار اولاد ہونے کا فرض نباہ رہی تھی۔ اس کے
پاپا کو دنیا چھوڑے ہوئے آٹھ سال ہو رہے تھے اور کم و
بیش اتنا ہی عرصہ اسے بھی دنیا کو بھولے ہوئے ہو ہی
گیا تھا۔ بہت دن ایک ساتھ رہے تو تب اس نے نم
آنکھوں سے اسے دیکھ کر کہا تھا۔

"میرا ایک بڑا بھائی ہے، وہ کچھ بھی نہیں کرتا اور
ساری محبتیں اس کے حصے میں ہیں۔ سارے خاندان
میں اس کی ٹور ہے۔ وہ بیس ہزار ماہانہ کماتا ہے مگر اس
کے پیسے میں اس کا کوئی حق نہیں ہے۔ وہ گھر میں بھی

UrduPhoto.com

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

صرف مخصوص رقم کے سوا کچھ نہیں دیتا اور جب کسی معاملے میں وہ کم تنخواہ کی باعث بے بسی محسوس کرتی ہے تو وہ قہقہہ لگا کر کہتا ہے۔ "ماٹگو ماٹگو مس رفاہت ہے ماٹگو' انہیں گھر کا چیف منسٹر ہونے کا شوق ہے نا' یہ لڑکی شروع سے باغی ہے۔ اسے ہر ایک سے لڑنے جھگڑنے کے سوا کوئی کام نہیں۔ یہ کہتی ہے دنیا میں اچھائی کا صرف یہی واحد پیمانہ ہے۔ دوسروں کی نظر میں اچھا بننے کی کوشش میں یہ ہر ایک کو برا بنا کر پیش کرتی ہے' یہ ایکسٹرا اونرز پرسنالٹی کا کیس ہے۔ دراصل یہ اندر سے کھوکھلی ہے۔ اس لیے اس کا بدلہ یہ ہم سب کی شخصیتیں مسخ کر کے لیتی ہے۔" "تمہیں پتا ہے شعیب۔۔"

وہ یکدم کہتے کہتے چپ ہوئی۔ جیسے اپنے ہونے کے جرم کے بارے جھک گئی ہو پھر آنسو [illegible] کے بولی۔

"میرے دونوں بھائی بھی [illegible] بھائی کے ہم خیال ہیں۔ وہ ان کی فضول [illegible] کے لیے انہیں رقم دیتے ہیں اور وہ کہتے ہیں۔ [illegible] ان کے گھر پر بوجھ ہوں۔ وہ مجھے کام والی لڑکی [illegible] میں دیکھتے ہیں۔ [illegible] ہوگا جو اگر مجھے ان [illegible] کی برائی کی طرح لے جانے کی سعی کرے گا۔ وہ جلد [illegible] مجھے ناپسندیدہ شخص کی طرح گھر بدر کر دینا چاہتے ہیں [illegible] مجھے اپنی ماں کی محبت کسی طرف نہیں دیکھنے دیتی۔ [illegible] میری ماں میرے بعد اس گھر میں بالکل اکیلی رہ جائے گی۔ وہ تینوں میرے چچا جیسے ہیں جو اپنی بیوی کی بات بات پر گھر سے نکالتے نکالتے تھک کر اب زبان پر موقوف ہو گئے ہیں' میری چچی ایک صابر عورت ہیں۔ وہ ماں کی بہن ہیں۔ اس لیے معذور چچا کی خدمت کے ساتھ ساتھ ان کی تذلیل بھی سہتی ہیں۔ میرے چچا کے سارے بچے بھی ان کی طرح ہیں۔ وہ کہتے ہیں ماں کے ساتھ جو ہوتا ہے یہ ان کا اپنا بویا ہوا ہے اور یہی سب کچھ میرے گھر میں ہوتا ہے۔ ان کا خیال ہے ماں اس گھر کے ماحول کو ڈسٹرب کرنے والی ہستی ہیں۔ ان کا ان کے کسی ماضی حال اور مستقبل میں کوئی حصہ نہیں ہے' اور یہی میرے ساتھ ہے' تمہیں ایک نظم سناؤں' یہ نظم میں اکثر گنگنایا کرتی ہوں۔"

اس نے سر ہلایا تھا' پوری توجہ سے اسے دیکھا تھا اور وہ نظم سنانے لگی تھی۔

دس بائی دس کمرے کا اثاثہ
چند کتابیں' ایک مسہری
جگنو' خواب اور تنہائی
دن چھپتے ہی خواب اور جگنو
کمرے میں در آتے ہیں
پو پھٹنے تک
میری طرح سے جلتے بجھتے رہتے ہیں
پھر میں
دن [illegible] میں آ [illegible]
شہر رزق کے دروازے پہ دستک دیتا رہتا ہوں
جلتی بجھتی رات کا منظر
خواب اور جگنو
پھر بھی یاد نہیں رہتا
[illegible]
[illegible] ہیں
میں بھی اپنی جانب لوٹتا ہوں
دس بائی دس کا میرا کمرا
چند کتابیں' ایک مسہری
خواب اور جگنو' تنہائی
میرا رستہ تکتے رہتے ہیں

"میرا رستہ تکتے رہتے ہیں۔ شعیب اپنے علاوہ کسی کا کسی اور کا ہمارا رستہ تکنا کیسا لگتا ہے؟"

"کبھی کبھی اتنا فسوں خیز کہ ہم پھر کسی اور کے لیے انتظار ہی سوغات کرتے رہتے ہیں' مگر انتظار بھیجنے والے انتظار کرنے کا ایک لمحہ بھی جی لیں جو ہم بتا دیتے ہیں اپنی جان پر تو شاید وہ پتھر ہو جائیں۔ اس انتظار سے اندر سے دل گلیشیئر کے اندر دب جاتا ہے اور پھر اس حنوط شدہ دل کو کوئی بھی بازیافت کروانے نہیں آتا' انتظار ہی پھر وجود بن جاتا ہے اور وجود کہیں منہا

UrduPhoto.com

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

ہو جاتا ہے۔"

"تم نے جس دل سے انتظار کا نقشہ کھینچا ہے' یہ صرف محبت برتنے والے ہی کھینچ سکتے ہیں۔ سچ بتانا کیا کوئی تھا تمہاری زندگی میں بھی؟"

سوال بہت ذاتی تھا مگر ذات میں اتر جانے والوں کو یہ حق دے دینا چاہیے۔ اس نے بہت مختصر اپنی ذات کی بات اسے بتایا تھا پھر جب وہ انشاء حسین کے پوائنٹ پر پہنچی تو اس نے نے بغیر کہا۔

"کوئی کچھ بھی کہے میں نہیں مانتی' آپ نے ایسا کچھ کیا ہوگا۔ اگر آپ خود بھی میرے سامنے کہتے میں نے یہ خطا کی ہے تب بھی میں کہتی۔ آپ جھوٹ کہہ رہے ہیں۔ میں آپ کے لیے اتنا حسن ظن رکھتی ہوں کہ پھر میرے یقین کو کوئی بھی چیلنج نہیں کرسکتا۔"

وہ اسے دیکھتا رہا۔ یہ یقین اس نے کل قمر سے چاہا تھا کہ وہ ساری دنیا کو چھوڑ کر اس کی پشت پر آکھڑی ہوتی اور یقین سے کہتی کہ شعیب منصوری ایسا نہیں کرسکتا اور اگر اس سے ایسا کوئی کام سرزد ہوا ہے تب بھی ... اس کی ذات ... رانڈھا یقین ہے ... ایک ... اٹھی تھی اور اس نے ... قمر کو دیکھنے کی خواہش کی تھی۔

اس نے پلٹ نکال کر تصویر اس کی طرف بڑھا دی تھی۔ وہ بے حد خوب ... عمر کی کا حسن اس کے حسن سے مل کر دو آتشہ ہو گیا تھا۔ اس نے پشت کی طرف دیکھا ایک قطعہ لکھا تھا اس نے جیسے خود کو پڑھ کر سنایا تھا۔

سر طاق جاں نہ چراغ ہے پس بام شب نہ سحر کوئی
عجب ایک عرصۂ درد ہے نہ گماں ہے نہ خبر کوئی
نہیں اب تو حال بھی کوئی' کسی واپسی کا خیال بھی
غم بے کسی نے مٹا دیا' میرے دل میں تھا بھی اگر کوئی

وہ اسے دیکھ رہی تھی پھر دھم ہو کر بولی تھی۔
"کیا کسی کو بھولا جا سکتا ہے شعیب منصوری؟"
اس نے نظر اس کی نظر کے سوال سے چرالی تھیں

اور اٹھ گیا تھا پھر یہ تعلق یوں ہی چلتا چلا گیا تھا یہاں تک کہ وہ کمپنی کی طرف سے انگلینڈ چلی گئی تھی پھر ان کا رابطہ صرف ای میل کے ذریعے رہتا تھا اور آج کتنے عرصے بعد وہ یہاں آیا تھا' شاید ایک سال آٹھ ماہ بعد۔

آج بالکل اپنے جیسے کردار نے اپنا ماضی کس قدر تیزی سے یاد دلایا تھا۔ ہم سمجھتے ہیں ہم سب کچھ بھول چکے ہیں۔ ہمیں شاید ماضی کا کوئی واقعہ یاد بھی نہیں ہے۔ ہماری یادداشت کتنی بری ہے مگر جب کوئی نئی ٹھیس لگتی ہے تو پرانی چوٹیں مل کر ایک حشر سا بپا کر دیتی ہیں۔ دل کہتا ہے "میرا دل ہائے یہ دل" اور ٹیس کہیں اندر ہی اٹھ اٹھ کر پھیلتی چلی جاتی ہے۔ رگ و ریشے میں ایک درد سا جگا دیتی ہے اپنے ہونے کا خراج لیتی ہے۔ وہ کرسی پر بیٹھا بیٹھا جم گیا تھا۔ اسے لگ رہا تھا شاید وہ صدیوں سے یہیں بیٹھا ہے۔

"ٹرن ٹرن..."

فون بیل پر وہ چونکا تھا۔ اسے کھڑے ہونے میں بہت وقت ہو رہی تھی مگر وہ فون کی طرف آیا تھا لیکن سی ایل آئی میں نمبر دیکھ کر وہ حیران رہ گیا تھا۔ بیل مسلسل بج رہی تھی اور یہ فون اسے کتنی مرتبہ ستا تا تھا۔ ہم جس سے ملنا چاہیں اور مل سکنے کے قابل نہ ہوں تو...؟ اس نے بیل بجنے دی تھی اور بریف کیس لیے واپس گھر کی طرف لوٹ آیا تھا۔

"اوئے شعیب منصوری! وہ دیکھ اکیلا ہے اور آج صرف تین چار گھنٹے بعد ہی لوٹ آیا۔ یقیناً" ابھی مسز سیما بھی آ ہی جائیں گی۔" پتا نہیں وہ سخت کونٹیس لہجے کے باوجود مسز سیما کے ساتھ کوئی بدتمیزی کیوں نہیں کرپاتے تھے۔

"ارے سر! آپ... آپ آج دفتر نہیں گئے۔"

"نہیں' ویسے ہی آج کچھ طبیعت خراب تھی میری۔" وہ سرسری سا جواب دے کر سیڑھیاں چڑھنے لگا۔

"کچھ گڑبڑ لگتی ہے' یہ شعیب منصوری کا لہجہ تو نہیں۔"

دونوں اس سے خار کھاتے کھاتے جانے کب اس

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY
UrduPhoto.com

کے متعلق حساس ہوگئے تھے۔

"مہر یمانے شاید کچھ الٹا سیدھا کہہ دیا ہوگا۔ اس حادثے کے بعد سے دونوں بھی کچھ آؤٹ آف کنٹرول ہوگئی ہیں۔ محلے کے ہر شخص کو تو انہوں نے کچھ نہ کچھ سنا ہی دیا ہے۔ اب بھائی صاحب کی بھی عزت افزائی ہو ہی گئی ہے شاید۔"

وہ دونوں بات کرتے کرتے سیر آرام کرتے نعیم الحسان کے سامنے جا پہنچے۔

"اچھا اس کی طبیعت خراب ہے۔ تم مجھے فون کردیتے یا خود ہی خیریت پوچھ لیتے۔ کیا سوچ رہا ہوگا بچہ بھی کیسے بے مروت پڑوسی ہیں۔"

بابا فوراً اٹھ کھڑے ہوئے تھے اور وہ دونوں بھی تو چاہتے تھے، جانتے تھے، وہ ڈانٹ کر بے مروتی سے دروازے سے لوٹائے گا نہیں، لیکن اگر وہ [illegible] گزرا تو ساری عزت خاک میں مل [illegible] بابا کے سائے میں وہ دونوں اس کے فلیٹ میں داخل ہوئے تھے دروازہ غیر متوقع کھلا ہوا تھا۔

"پتا نہیں یہ شخص ہماری زندگی کا رقیب ہے یا حبیب، ہم اس کے [illegible] ہو رہے ہیں جتنا اس [illegible] ہماری جان [illegible]" بابا اسے آواز دیتے [illegible] کمرے میں آگئے تھے۔ مگر وہ انہیں سائیڈ کے ٹی وی لاؤنج کے صوفے پر آڑا ترچھا پڑا ہوا ملا تھا۔

"شعیب! کیا ہوا بیٹے؟" بابا جان تیزی [illegible] تھے اور ان دونوں کے اندر کا ہیجان خون کی [illegible] توڑنے پر کمربستہ ہوگیا تھا۔

"کیا ہوگیا شولی بھائی! شولی بھائی!" وہ دونوں [illegible] جلا رہے تھے مگر ہنوز خاموشی تھی، بابا اسے اپنی گاڑی میں ڈال کر بمشکل ہاسپٹل پہنچے تھے۔

"نروس بریک ڈاؤن کا اٹیک ہے، شاید انہوں نے کسی بات کا بہت اثر لیا ہے۔" وہ بستر پر لیٹا تھا تب حمید آفاقی نے پہلی چوری کی تھی۔ اس کے والٹ میں لگی تصویر کو باہر نکال کر دیکھا تھا۔ اس قطعے تک بات پہنچی تھی تو وہ دونوں موم ہو کر پگھل گئے تھے۔

"یہ شخص اس لیے نہیں ہارتا تھا کہ اسے محبت نے پہلے ہی ہرا رکھا تھا۔ یہ شکست خوردہ تھا اس لیے ہر شکست زدہ دل کی ڈھارس بن جانے کی تمنا کرتا تھا، ہم نے بھی تو اسے کس قدر ستایا ہے۔"

دونوں اپنا محاسبہ کر رہے تھے، تب ہی اس نے رات گئے آنکھیں کھولی تھیں، بابا نیند میں تھے، سلمان نعیم اور حمید آفاقی اس کے گرد تھے۔

"میں زندہ ہوں؟" یہ سوال تھا یا دکھ بھری حسرت ان دونوں کا نرم دل آنکھوں میں آنسو بن کر آ ٹھہرا۔

"یہ آپ کو بیمار ہونے کی کیا پڑی تھی۔ کیا کیا سہتے پھرتے ہیں خود پر، آپ آخر ہیں کیا؟ ہیں کون؟ آپ کے گھر والے ان سے کوئی رابطہ کا ذریعہ؟"

اس نے آنکھیں بند کرلیں جیسے کہنے کو کچھ بھی نہیں [illegible] خاموشی سے اسے دیکھ رہے تھے، مگر دوسرے دن ہی کی بات تھی وکیل جہاد نور اس کے فلیٹ کے سامنے کھڑے تھے۔ سلمان نعیم نے حیرت سے دیکھا تھا پھر جب اس کی حیثیت پہچانا تھا تو چیخ پڑا تھا۔

[illegible] کو انہوں نے کم علمی کی بنا پر سسٹم کی [illegible] اور قابلیت پر دولت کی سرداری کا پیپر پڑھا تھا۔ اور بہت دکھ سے ایک اچھے آرٹسٹ کے کھو جانے کا [illegible] وہ اس کے صورت آشنا نہیں تھے مگر اس [illegible] خبر لگتی وہ ضرور پڑھتے اس کی کہانی اور [illegible] دیکھنے جاتے تب بھی منصوری الماس کو دیکھ [illegible] وہ ان کا اور شعیب منصوری کا رشتہ نہیں جان [illegible] تھے۔ تب انہوں نے اسکول چھوڑ کر نیا کالج جوائن کیا تھا۔ تب اپنے جیسا جوان امنگوں سے بھرا ہر جوانی اسی گروپ کی نمائندگی کرتا، ہر کردار اپنا کردار لگتا تھا اور تب ہی وہ اس کردار کے غائب ہو جانے پر بہت دنوں تک اداس رہے تھے، پھر مصروفیت نے سب کچھ بھلا دیا تھا اور آج یہ وہی شعیب منصوری تھا، ان کے اتنے قریب آگیا تھا اور وہ

UrduPhoto.com

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

اسے مسترد کیے جا رہے تھے۔

"شعیب منصوری واقعی یہ حق رکھتا ہے وہ چاہے تو کچھ بھی بدل دے' کیونکہ اس نے محبت کرنا سیکھ لی ہے' محبت کرنے کا فن جانتا ہے۔ اور ایسے لوگ سنوارنے کا ہنر کمال رکھتے ہیں۔ وہ مٹ جاتے ہیں اس لیے سنوارنے میں طاق ہوتے ہیں۔ وہ دونوں مکمل سرنگوں ہو چکے تھے جب تیسرے دن وہ گھر آگیا تھا۔ اماں اور عصمہ نے اس کی تیمارداری میں جان لڑا دی تھی۔ وہ بیماری اور تنہائی سے آدھا رہ گیا تھا جب مہر سیما اس کے روم میں داخل ہوئی تھی۔

وہ کچھ ساعت چپ رہا پھر فکرمندی سے بولا۔

"آپ اور یہاں؟ آپ کو خوف نہیں ہوا کہ آپ کی زندگی کی داستان میں ایک واقعہ کا اور اضافہ ہو جائے گا۔"

اس نے مسکرا کر اسے دیکھا۔ پھول گلدان میں لگانے لگی پھر پورے اعتماد سے بولی۔

"میں نے دراصل اس بات پر خود کو راضی کر لیا ہے' اگر آپ کا ضمیر مطمئن ہے تو پھر کوئی بھی گواہی کوئی [illegible]

[illegible] وہ سامنے [illegible] پہلی بار [illegible] تھا۔

"کیا [illegible] نہیں کریں گی مہر؟"

"ارے [illegible] آپ خود کو پریشان مت کریں۔ ایک [illegible] تو پہنچایا ہے۔ اب پوری داستان [illegible] آپ کہاں جانا چاہتے ہیں۔"

وہ ہنسنے لگا۔ "اف، آپ غلط [illegible] نہیں' دراصل یہ جھٹکا کچھ اپنی ذاتی پرابلمز کا [illegible] تھا۔ آپ دل پر کوئی اثر نہ لیں' ایسے میں [illegible] چکا ہوں' تو جب آپ جذباتی ہوں اور کسی [illegible] دستیاب نہ ہو تو انسان ایسے میں ٹوٹ ہی جاتا ہے۔ یہ تو فطری بات ہے۔"

"ہاں' شاید یہ فطری بات ہے۔ میں اس دکھ سے آشنا ہوں۔" اس کی آنکھوں میں پانی جمع ہونے لگا تھا۔

"آپ اگر اپنا [illegible] سمجھتی ہیں تو بتائیے نا کیا مسئلہ ہے ہوا

ہے زندگی میں۔"

وہ ہنسنے لگی' یوں جیسے کوئی رونے کی آواز دبانے کے لیے ہنسنے لگے پھر بہت دیر بعد بولی۔

"میری بہت لمبی داستان نہیں ہے۔ بے حد مختصر واقعہ ہوا تھا۔ ایسا واقعہ جو کتنی ہی لڑکیوں کے ساتھ ہو جاتا ہے اور کوئی ان کے دکھ سے آشنا بھی نہیں ہوتا۔" لمحہ بھر کو رک کر اس نے کھڑکی کا پٹ بند کر دیا تھا۔ پھر بولی تھی۔

"میں کالج میں پڑھتی تھی۔ پاپا کی لاڈلی بیٹی تھی۔ بہت آگے جانے کے خواب دیکھتی تھی۔ میرے پاپا نے ان خوابوں کے لیے زرخیز ماحول دیا تھا۔ ان دنوں میں پری انجینئرنگ میں تھی۔ کو ایجوکیشن تھا ہمارا' وہاں ایک امیر نوجوان سے تلخ کلامی ہو گئی۔ پاپا نے حق بات کہنے کا شعور دیا تھا اور میں نے اس شعور کو آزمایا تھا مگر یہاں اس دنیا میں بہت سی باتیں صرف پڑھ کر بھول جانے والی ہوتی ہیں اور میرا قصور تھا میں نے یہ سب یاد رکھا تھا۔

وہ لڑکا اس تلخ کلامی کو انا کا مسئلہ بنا گیا تھا' پاپا نے [illegible] میری طرف سے دل صاف کرنے کی اور اس کو غلطی پر پشیمان کرنے کی کوشش کی تھی مگر اس نے معاملہ ختم نہیں کیا اور مجھے اغوا کروا لیا۔ وہ تین دن تک میری بے بسی کا تماشا دیکھتا رہا پھر مجھے آزاد کر دیا' مگر پاپا اس صدمے سے جانبر نہیں ہو سکے تھے۔ محلے کے ہر شخص کی زبان پر داستان تھی۔ میرے گھر سے بھاگ کر من پسند شادی کی داستان اور نجانے کیا کیا۔ تب میں نے ہر ایک کے سامنے کھڑے ہو کر اپنی بقا کی جنگ لڑی' مجھے لگتا تھا میں دنیا کے لیے مر چکی ہوں مگر مجھے اپنے بھائیوں کے لیے زندہ رہنا تھا سو میں اپنے گرد کمزوری اور بزدلی کے تنے ہوئے خول کو توڑ کر مہر سیما کا نیا احیاء کیا۔ مجھے اسی دنیا میں رہنا تھا اسی دنیا کے لوگوں میں۔ سو مجھے ان جیسا ہی بن جانا تھا' مجھے حقیقت کی آنکھ میں آنکھیں ڈالنی تھیں۔ میں جانتی تھی میں کسی افسانے ناول کی ہیروئن نہیں جس کی داستان میں کہیں سے بہت اعلا ظرف'

UrduPhoto.com
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

سب کچھ بھول کر اپنا لینے والا ہیرو آجاتا ہے یا وہی اکھڑ، بدمزاج ہیرو پشیمان ہو کر مظلوم ہیروئن کو بیاہنے آن کھڑا ہوتا ہے۔ حقیقت میں یہ سب کچھ نہیں ہوتا اور مجھے اسی تلخی سے دل کا جام بھر کر جینا تھا۔ سو میں اب تک اپنی بقا کی جنگ میں جتی ہوئی ہوں، ہاں کبھی کبھی گھبرا جاتی ہوں تو شکر سے سوچتی ہوں میری کوئی بہن نہیں ورنہ میرے جرم کی وہ کس قدر کڑی سزا بھگتی۔ جب میں یہ سوچتی ہوں تو میرے دل کو صبر آجاتا ہے۔

شعیب جب کوئی تکلیف ہم تنہا اپنی ذات پر جھیلتے ہیں تو ہمارا دل چاہتا ہے کوئی اس معاملے میں ہمیں شیئر کرے مگر جب وہ تکلیف ہم بہت چکھتے ہیں تو ہم سوچتے ہیں خود سے محبت کرنے والوں کو اگر تکلیف درد اور دکھ سے بچانے کے لیے ہماری روح آبلہ ہو بھی جاتی ہے تو بھی یہ سودا مہنگا نہیں۔ ہمارے [illegible] کافی اجر کافی ہے۔

میں نے ایک جگہ پڑھا تھا کیرو لکھتا ہے اور کیا خوب لکھتا ہے۔

وہ لکھتا ہے۔

"قسمت کیا ہے؟

ایک مکمل قانون جس نے ہر چیز کو خیر کے لیے بنایا۔

تاکہ انسان اپنے اچھے اعمال کا اچھا صلہ پا سکے۔

تاکہ انسان اپنے افعال و اشغال میں دنیوی [illegible] کے بجائے صداقت اور اعلیٰ قدروں کو پیش نظر رکھے

تاکہ ایک کی کامیابی سب کی کامیابی بن سکے۔ سب اس سے فیض اٹھا سکیں۔

یہی اس دانا، بینا ہستی کی مرضی ہے

جو حقیر ترین مخلوق سے بھی غافل نہیں رہتی

اے خدا ہم تیرے ارادوں اور مصلحتوں سے نا آشنا ہیں

ہمیں خبر نہیں کہ انسان کی تخلیق سے تیرا مقصود اصل کیا ہے

تیرے مقابلے میں ہم محض بے حقیقت ہیں اس لیے ہمیں معاف فرما

ہم تجھ سے کچھ مانگ نہیں سکتے تو ہی ہمیں وہ سب کچھ عطا کر دے۔ جو ہمارے لیے ضروری ہے۔

تو ہی ہماری زندگی، ہماری موت، اور ہماری لازوال روح ہے ہم کچھ نہیں، کچھ نہیں۔"

وہ یقین کی کس منزل پر کھڑی تھی۔ اسے اپنے ساتھ ہونے والی زیادتی پر کوئی شکوہ نہیں تھا۔ کہیں اس کے اندر ہمت اور طاقت میں کمی آنے لگی تھی، وہ پھر سے خود کو مجتمع کرنے لگا۔ اس لڑکی کو اپنے خدا پر جتنا یقین ہے مستقبل کے کسی اچھے دن کا اس کو جس قدر انتظار ہے پھر وہ اچھا مستقبل اس سے کیسے دور رہ سکتا تھا۔ اس نے بہت ساری دعائیں اس کے گرد حصار کی تھیں، وہ زندگی کرنے کے قابل تھا جب ایک دن اسٹوڈیو کر جھیلتے جھیلتے اس کے موبائل پر وہی اسٹوڈیو والا نمبر آیا۔

"مجھ میں کچھ اور سہنے کے لیے ہمت نہیں ہے اب کیا سنانا باقی ہے لالہ؟"

وہ موبائل آف کر کے کرسی پر بیٹھ گیا۔ سلمان نعیم اور حمید آفاقی اس کے ساتھ تھے پھر وہ ایک گھنٹے بعد [illegible] سیڑھیوں پر لالہ کو دیکھ کر [illegible] اور بہت ہو گیا تھا۔

"لالہ تم ...... تمہیں میرے اس گھر کا پتا کیسے چلا، تم آخر کیسے مجھ تک پہنچ جایا کرتی ہو۔"

اس نے سر جھکایا "میں برسوں سے آپ کے پیچھے [illegible] آپ کو کہیں رک کر مجھے سننا ہی گوارا نہیں ہے۔"

اس نے غور سے دیکھا، لالہ منصوری یکدم بڑی بوڑھی لگنے لگی تھی۔

"اندر آجاؤ یہاں کیا باتیں ہوں گی۔"

وہ اسے اپنے فلیٹ میں لے آیا، لائٹ آن کی وہ پہلے سے زیادہ واضح اور صاف دکھائی دی۔ اس لڑکی کو وہ پچھلے آٹھ سال سے نظر انداز کرنے کی کوشش کر رہا تھا مگر وہ تھی اور بہت حق سے سامنے کھڑی تھی۔

"ماں کیسی ہیں؟" اس نے ٹھنڈے پانی کا گلاس اس کی طرف بڑھایا اور وہ شکستگی سے بولی۔

UrduPhoto.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ستائے میری محبت کی طاقت مجھے کبھی بھی ناکام نہیں کرے گی۔ یہی وجہ تھی جہاں تمہارے ملنے کا ہونے کا انکل حماد سے پتا چلتا۔ میں وہاں ضرور پہنچتی۔ لیکن تم محبت کا محبت سے سامنا ہی نہیں کرنا چاہتے تھے۔ تم تو محبت کو خفگی سے بھی دیکھنے کے روادار نہیں تھے ورنہ کب کا تمہیں منا ہی چکی ہوتی۔"

اس نے آنسو بھری آنکھوں سے اسے دیکھا۔ بازو پھیلا کر اسے بلایا اور وہ لالہ منصوری جو ادق سے ادق معاملہ بنا کسی مشکل کے حل کرلیا کرتی تھی۔ وہ بت بنی بیٹھی رہی۔

"اب کیا مجھے تمہیں منانا پڑے گا۔" وہ اٹھ کر اس کے پاس چلا آیا اور وہ دھواں دار رونے لگی۔

"مجھے یقین نہیں آرہا کہ تم اتنی آسانی سے بھی مان سکتے ہو۔"

وہ اس کے کشادہ سینے پر سر رکھ کر رونے لگی تھی اور وہ اس کے شیکی کٹ بالوں میں انگلیاں پھنسائے کہہ رہا تھا۔

"آٹھ برس میں لالہ کی بچی تو بالکل نہیں بدلی' ویسے ہی ہونق اور شکی [illegible] لگتا تھا' میں تم [illegible] ہو کر زیادہ دیر [illegible] کر سکتا تھا۔"

وہ کچھ نہیں بولی تھی۔ ان لمحے وہ صرف شعیب منصوری کو محسوس کررہی تھی۔ اس حوصلہ کو اپنے اندر پھر سے سانس لیتے محسوس کررہی تھی' جو اس کے اچانک چلے آنے سے اندر مرسا گیا تھا۔ پھر کتنی ساعتیں دونوں کچھ بول ہی نہیں سکے تھے۔ شعیب منصوری اب فلور کشن پر بیٹھا تھا اور وہ کچن میں کھڑی چائے اور اس کے اور اپنے لیے سینڈوچز تیار کررہی تھی۔

کمرے میں ہلکی ہلکی ان دونوں کی پسندیدہ نیرہ نور کی سریلی آواز گونج رہی تھی۔

"تم اب بھی نیرہ کو اتنی ہی لگن سے سنتے ہو۔" وہ اٹھ کر کچن کے کاؤنٹر کے پاس رکھے اسٹول پر آن بیٹھا۔

"ہاں شاید نیرہ کی آواز میں جو گہرائی ہے اس نے کبھی مجھے مایوس نہیں ہونے دیا۔ اس شہر میں تمہاری نظم اور یہ آواز ہی تو میرا اثاثہ تھا۔ ویسے تم سناؤ' تم نے شاعری پڑھنے میں ابھی تک وہی نان اسٹاپ ریکارڈ رکھا ہے یا زندگی میں کچھ ٹھہراؤ آگیا ہے۔"

وہ مسکرانے لگی۔ "نہیں تمہارے خیال سے بھی زیادہ رگِ جاں بن گئی ہے شاعری مگر آٹھ سال سے مزہ نہیں رہا اس میں۔ دراصل نظم پڑھ کر تمہیں سنانے اور پھر اس پر رائے لینے کا' دینے کا جو مزہ ہے' وہ تو خود نظم میں بھی نہیں تھا۔"

وہ دونوں چائے لے کر واپس فلور کشن پر آن بیٹھے تھے' تب اس نے پوچھا تھا۔

"نشاء حسین کیسی ہے لالہ! آخر اس نے یہ سب کیوں کیا تھا' کچھ پتا چلا۔ آخر یہ بات کیسے کھلی تھی میری بے گناہی کیوں کر ثابت ہوئی؟"

اس نے تکلیف سے آنکھیں بند کرلیں' جیسے وہ قیامت کی گھڑی پھر سے اس پر بیت رہی تھی۔ کتنی دیر اسے خود کو مجتمع کرنا پڑا تھا پھر اس نے کہا تھا۔

"نشاء [illegible] اس سارے معاملے میں بالکل اپنے پلان کے مطابق جا رہی تھی۔ گھر میں اس ہنگامے سے اکھاڑ پچھاڑ کا عالم تھا اس کی امی ماں کے پاس آکر اس معاملے کا سارا الزام آپ پر ڈال چکی تھیں۔ اس کے ماموؤں نے گھر کا رستہ ہی دیکھ لیا تھا۔ بابا کے دسویں کے بعد وہ ماں کے پاس آکر چیخ رہے تھے۔ ان کا خیال تھا انہوں نے آپ کو معاملات سنبھالنے کے لیے گھر سے کہیں بھیج دیا ہے اور وہ چاہتے تھے کہ نشاء حسین کے ساتھ جو کچھ ان فیئر کیا گیا ہے اس کے لیے یہی انصاف ہے شعیب منصوری کو کہیں سے بھی برآمد کرکے اس کے ساتھ بیاہ دیا جائے۔ امی ان کے مطالبات سے عاجز آگئی تھیں۔ کبھی رونے لگتی تھیں۔ راتوں کو اٹھ کر کبھی تہجد میں گلہ کرتی تھیں انہیں کیسا بیٹا ملا ہے جس نے ان کی عزت خاک میں ملا دی ہے۔ میں ماں سے کہتی جو ہونا تھا اب صرف اس پر صبر کرنا ہی چاہیے' تب نشاء حسین کے لیے طیفی کا

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

Ujala

حسین نے اس دن مجھے فون کیا۔ وہ مجھے
رشتہ آیا۔ نشاء
سنانا چاہتی تھی۔ اس نے فون کر کے کہا۔
"دیکھو لو طیفی کتنا اچھا انسان ہے تمہارے بھائی کی
بدکرداری کو اپنے کردار کی بلندی سے سب کی نظروں
سے منہا کرنا چاہتا ہے۔"
میں اس کے فون پر خوب روئی تھی۔ تب ان کے
گھر سے چیخنے چلانے کی آوازیں سنائی دیں۔ اس کے
ماموں طیفی پر چڑھ دوڑے تھے۔ وہ ان کے خاندان
کے حساب سے بے حد کمتر تھا وہ کہہ رہے تھے جیسا
طیفی ہے۔ اس کے جیسے تو ان کے گھر کے ملازمین
ہیں۔ تب اس نے زمین پر تھوک کر کہا تھا۔
"تمہاری بیٹی نے جو کیا ہے اس کے لیے تمہارے
ملازمین بھی نہ چاہیں گے کہ وہاں کی بہو بنے۔ میں تو
پھر بھی چلا آیا ہوں، آج آپ مجھے دھکے دے کر نکال
رہے ہیں لیکن کل ہاتھ جوڑ کر مجھے ہی ڈھونڈتے
پھریں گے۔"
ماموؤں کو زعم تھا وہ کسی قیمت پر ایسا نہیں کرنا
چاہتے [illegible] نشاء [illegible]
طبیعت اچانک خراب ہو گئی وہ [illegible]
جب اس نے ماں کو بلایا تھا میں ساتھ گئی تھی، تب اس
نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا تھا۔
"تمہارا بھائی بے قصور ہے لالہ! یہ سب کچھ میرا
اور طیفی کا پلان تھا۔ ہم دونوں شادی کرنا چاہتے تھے یا
شاید صرف میں اب شادی کرنا چاہتی تھی مگر میں جانتی
تھی۔ طیفی کے لیے گھر میں کوئی نہیں مانے گا پھر
شعیب نے مجھے طیفی کے ساتھ دیکھ لیا تھا، وہ میرے
پیچھے پڑ گیا تھا۔ وہ روز مجھے سمجھانے آجایا کرتا تھا۔ وہ
کہتا تھا میں غلط کر رہی ہوں، میں غلط راستے پر جا رہی
ہوں میں کچھ سمجھ نہیں پاتی تھی جب مجھے اپنے اور
طیفی کے تعلق کے بعد ہونے والے معاملے کا پتا چلا
میں نے طیفی پر زور ڈالا کہ وہ مجھ سے شادی کر لے
ورنہ میں اس کو سب کے سامنے بے عزت کر دوں گی
اس نے سنا تو ہنسنے لگا اس نے کہا۔
"تم مجھے بے عزت کرو گی تو مجھے کوئی فرق نہیں
پڑنے والا ایسے کئی معرکے میں نے مارے ہیں، ایک تم
بھی میرے نام کی شہرت بن جاؤ۔"
میں ہراساں تھی تب مما نے مجھ سے اس شخص کا
نام پوچھا جو اس حادثے کا باعث بنا۔ میں زمین اور
آسمان کے درمیان معلق تھی جب اچانک شعیب
مجھے تمہارے گھر سے منگائی کتابیں دینے آئے۔ "کیا
ہوا خالہ؟" انہوں نے پوچھا، مما رونے لگیں۔ انہوں
نے پھر سے ان کے سامنے مجھے دھنک کر رکھ دیا۔ تب
بس میں خود غرض بن گئی۔ مجھے لگا شعیب کے اندر اتنا
رحم ہے کہ وہ مجھے ان حالات سے نکال لیں گے۔
میں نے کہا "وہ شخص یہ ہیں" مما کتنی دیر سکتے کی
کیفیت میں کھڑی رہیں اور شعیب تو لگا مر گئے ہیں ان
کی پتلیاں تک حرکت نہیں کر رہی تھیں۔ مما انہیں
برا بھلا کہنے لگی تھیں، پھر انکل کی ڈیتھ کے بعد شعیب
کے منظر سے ہٹ جانے کے بعد میں بالکل بے یار و
مددگار ہو چکی تھی، جب طیفی دوبارہ آیا۔ اس نے کہا۔
وہ شاید مجھ سے واقعی محبت کرنے لگا ہے اس لیے وہ
اس معاملے میں مجھے سپورٹ کرے گا۔ میں نے
شعیب کی بابت بتایا تو وہ کھلکھلا کر ہنسنے لگا۔ "پھر
تو میرے کردار کی عظمت تو بڑھ ہی جائے گی، تمہارے
گھر والے میرے آگے پیچھے پھریں گے۔" وہ آیا مگر گھر
والوں نے اسے مسترد کر دیا۔ لالہ میری یہ حالت
شعیب کی خاموش بددعا کا نتیجہ ہے۔"
وہ یہ کہہ کر رونے لگی۔ ڈاکٹرز اس کے لیے جواب
دے چکے تھے اس لیے اس نے مرنے کے خوف سے
سچائی بیان کر دی، مگر دو ہفتے تک زندگی اور موت کی
جنگ لڑتے لڑتے وہ زندگی کی طرف لوٹ آئی تو اس
کے پاس اس کی ماں کے سوا کوئی نہیں تھا۔ میں ماں کے
ساتھ اس سے ملنے گئی تھی۔ اس کے خوف نے سچائی
بیان کر کے میرا بھائی بے گناہ ثابت کر دیا تھا۔ میں اس
کا شکریہ ادا کرنا چاہتی تھی تب آنٹی نے ماں کو گلے لگا کر
نشاء کی اس غلطی پر، پاپا کی وفات پر رو رو کر معافی مانگی۔
نشاء کے دونوں ماموں جو اس کے والد کی وفات کے بعد
سے ان کے گارجین تھے اس بات کے بعد سے انہوں

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

نے ان کے گھر سے اپنا جینا مرنا ختم کر دیا تھا۔ ان کا خیال تھا نشاء نے انہیں ساری دنیا میں تماشا بنا دیا تھا۔ سو آنٹی نے ماں سے مشورے کے بعد طیفی کو پھر سے بلا بھیجا تھا۔ نشاء ٹھیک ہو کر گھر آ گئی تو تین ماہ بعد اس کی شادی طیفی سے طے کر دی۔ میں اس سے ملنا نہیں چاہتی، مگر وہ مجھ سے خود ملنے آئی تھی۔ اس نے بلک کر کہا تھا لالہ! میں بہت بری لڑکی ہوں۔ لوگ جب کہتے تھے یہ لڑکی منحوس ہے، اپنے باپ کو پیدا ہوتے ہی کھا گئی تو میں رو رو کر سر پر آسمان اٹھا لیتی تھی۔ تب مما میرے لیے ڈھارس بن جاتی تھیں۔ وہ کہتی تھیں میری بیٹی دنیا کی سب سے پیاری اور بھاگوان لڑکی ہے۔ مگر شعیب کی زندگی کو جس طرح میں نے برباد کیا ہے۔ اس پر میں خود کہتی ہوں میں واقعی منحوس لڑکی ہوں اللہ نے مجھے بہت خوش قسمت بنایا تھا، مگر میں نے اپنی زندگی خود برباد کی 'اپنی زندگی کے فیصلے اپنے اللہ کو نہیں کرنے دیے خود اپنی مرضی سے اپنی قسمت لکھی سو اس کی ساری سزائیں بھی میری ہیں۔ تمہیں پتا ہے لالہ طیفی کتنا برا انسان [illegible]"

وہ کہہ کر رک گئی [illegible] کے ہونٹوں پر نیلاہٹ پھیلا گئی تھی۔ تب اس نے خالی لہجے میں کہا۔

"وہ اتنا برا انسان ہے لالہ کہ میں کسی کتے کے برتن میں کھانا کھا سکتی ہوں مگر اس کی شخصیت جاننے کے بعد اس کے ساتھ سانس بھی نہیں لینا چاہتی، مگر میں جب شعیب کا سوچتی ہوں تو مجھے لگتا ہے اگر میں اپنے گناہ کی یہی سزا بھگت لوں تو شاید روز محشر میرا اعمال نامہ بہتر ہو جائے لالہ! وہ شخص مجھ سے محبت نہیں کرتا۔ وہ کہتا ہے اسے رہنے کے لیے ایک گھر چاہیے اور عیش کے لیے ایک پڑھی لکھی بیوی جو اسے کما کر کھلا سکے چاہے وہ کسی بھی طرح کمائے اسے اس سے مطلب نہیں۔ اسے مجھ سے بھی مطلب نہیں بس پیسے سے مطلب ہے۔ وہ کہتا ہے تمہاری ماں نے تھوکا ہوا چاٹا ہے تم دیکھنا، میں اس کو کیسے کیسے نہیں ستاتا۔ وہ پتا نہیں کیا کیا کرنا چاہتا ہے۔ مگر میں اب احتجاج نہیں کر سکتی۔ میں نے اپنا ہر حق کھو دیا ہے لالہ! کیونکہ وہ کہتا ہے وہ مجھ پر زندگی پر اعتبار نہیں کرے گا اور وہ اولاد نہیں چاہے گا، کیونکہ اسے اس اولاد کے اپنے ہونے کا یقین نہیں آئے گا۔ میں بند گلی میں ہوں لالہ! بند گلی میں اور مر جانا میری قسمت۔۔۔"

وہ پھر چلی گئی دوبارہ کبھی نہیں ملی۔ ظل قمر کے والد اس معاملے کے سمٹ جانے پر ہمارے گھر آئے تھے۔ ماں نے ان سے پھر تمہارے متعلق بات کی تھی۔ ماں کا خیال تھا وہ تمہاری زندگی کی پہلی خوشی ہے مگر مجھے یقین تھا وہ تمہاری زندگی کی شاید آخری بھی خوشی تھی پہلی محبت انسان کے لیے ساری زندگی پہلی بار دیکھے چاند کی طرح ہوتی ہے۔ جب ہم اسے ان ہی کی ہمک سے دیکھتے ہیں، ہاتھ بڑھاتے ہیں اور ہماری مائیں اس سے منسلک ماتھا لوگی [illegible] آدھا آدھا بانٹ دیتی ہیں اور ہم سندباد جیسے کسی سفر کو اپنے اندر بھوگتے ہیں برتے ہیں۔ پہلی محبت ان دیکھی سرزمین کے لیے جانے والے سفر کی طرح ہمیشہ ہماری یادوں میں تازہ رہتی ہے۔ اور [illegible] نے بھی چاہا تھا کہ وہ [illegible] جائے [illegible] مگر [illegible] انکار [illegible] دیا وہ [illegible] تھیں وہ کسی سے بھی شادی کر لیں گی مگر شعیب منصوری سے نہیں کریں گی۔ انہیں ماں نے بتایا وہ سب جھوٹ تھا تو وہ کہنے لگیں۔ "میں جان چکی ہوں مگر میں پھر بھی اپنا فیصلہ نہیں بدلوں گی۔" پھر یہ سلسلہ خود ختم ہو گیا ظل قمر کی وجاہت ظفر سے شادی ہو گئی۔ وہ کراچی آ گئی تھیں شادی کے بعد۔"

وہ کہتے کہتے یکدم رکی پھر ڈرتے ڈرتے پوچھنے لگی۔

"آپ ظل سے ملے تھے بھائی؟" اس نے پلکوں میں اترتی نمی کو اندر دھکیلا۔

"نہیں، میں نہیں ملا ظل قمر سے، کراچی بہت بڑا شہر ہے بس! یہاں پر کھو جانا بہت آسان ہے اور ملنا مشکل ترین۔" لالہ نے بے یقینی سے اسے دیکھا مگر وہ برتن اٹھا کر سنک کی طرف بڑھ گیا تھا۔

"آپ بیٹھیے میں خود دھو لوں گی۔" اس نے برتن دھونے شروع کیے اور وہ ہاتھ ٹاول سے صاف کرتا اس

UrduPhoto.com

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

Ujala
Ujala@1urdu.com

سے مخاطب ہوا۔

"تم کراچی میں کہاں رہتی تھیں؟"

"تمکین خالہ کے گھر رہ رہی تھی۔"

"کہاں رہنا ہے ... ورکنگ ویمن ہاسٹل میں رہنے کی خواہاں تھی مگر میں تو ... ماں نے خالہ کو فون کردیا تو وہ مجھے ایئرپورٹ سے ہی گھر لے گئیں ان کی کوئی اولاد تھی نہیں سو میری جگہ آسانی سے بن گئی۔"

"اچھا تمکین آنٹی! یہ وہی نہیں ہیں جن کی الماری سے ہم چپکے چپکے بسکٹ اور چاکلیٹ چرا کر کھاتے تھے اور جب وہ ماں کے سامنے ہماری شکایت لگاتی تھیں تو انکل کہتے، 'تم خوامخواہ انرجی برباد کرتی ہو ورنہ یہ ہی بتاؤ وہ سب چیزیں کس کے لیے خریدتی ہو۔' تب آنٹی کتنا ہنستی تھیں مجھے یاد ہے وہ مجھے اور تمہیں کتنا چاہتی تھیں، پھر انکل کی نوکری کی وجہ سے جب وہ ہم سے جدا ہو رہی تھیں تو کتنا روئی تھیں۔"

"کراچی تو مصروفیت کا لوگوں کا شہر ہے وہاں لوگ بہت ہیں مگر پھر بھی تنہائی حد سے زیادہ ہے۔"

"[illegible] لوگ ہوتے [illegible] آنٹی [illegible] ہیں تو [illegible] گلا رہتا ہے تنہائی کا احساس ہوتا [illegible] وہ اور زیادہ رونے لگی تھیں میں ساتویں میں تھا مگر مجھے ان کا وہ چہرہ آج تک یاد ہے لالہ! کیا وہ پہلے جیسی ہیں یا ان کا چہرہ بدل گیا ہے۔"

لالہ برتن خشک کر کے ریک میں رکھتے ہوئے پلٹی تھی۔ "وہ پہلے جیسی ہیں ہاں مگر عمر نے انہیں تھکا دیا ہے وہ کہتی ہیں اگر ان کی بھی اولاد ہوتی تو شاید وہ اتنا نہ تھکتیں۔"

شعیب کچھ نہ بولا اسے نشاء حسین اس جملے سے پھر سے یاد آگئی تھی۔ "اولاد نیک ہونا کتنی بڑی آسودگی ہے مگر وہ بے چاری لڑکی ہوس میں، محبت کے فریب سے مار کھا گئی۔ اسے اس پر دکھ ہو رہا تھا اور لالہ تمکین خالہ کے گھر فون کر رہی تھی۔

"میں بھائی کے پاس ہوں، شوبی بھائی کے پاس وہ بھی آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں، آپ ان کو یاد ہیں۔ حال یہ لیں۔"

اس نے فون اچانک اس کی طرف بڑھا دیا پھر شعیب تھا اور تمکین خالہ کی لمبی باتیں سارے پرانے واقعات پھر سے دہرائے جا رہے تھے۔ لالہ وہیں کارپٹ پر اس کی ٹانگوں پر سر رکھے سو چکی تھی۔ وہ فون بند کر کے اس کی طرف متوجہ ہوا اور اسے دیکھ کر مسکرانے لگا پھر با آہستگی اس کا سر کارپٹ پر رکھ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھا چادر اور تکیہ لا کر آہستگی سے اس کے سر کے نیچے رکھا چادر اوڑھائی مگر اس میں جنبش بھی نا ہوئی تھی۔

"بہت تھکی ہوئی ہے۔ شاید میرے پیچھے بھاگتے رہنے نے اتنا ادھ موا کردیا ہے کہ اسے نیند کے سوا کوئی پناہ گاہ نہیں لگتی۔" وہ خود بھی وہیں صوفے پر لیٹ گیا تھا پھر نیند نہیں آئی تھی کہ یہاں اک جاں گسل یاد تھی جو یکدم اس کے قریب آن رکی تھی۔

"آپ کہاں سے ملے تھے بھائی؟"

نہیں کرنے والا شعیب دم سادھے بیٹھا تھا اور وہ اس کے سامنے کھڑی تھی، دونوں بک شاپ میں [illegible] پسند [illegible] تھے ایک دوسرے سے بے خبر تھے مگر جب دونوں نے "بارش کی آواز" پر ہاتھ رکھا تو لمحہ خود خبر بن گیا، وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھتے رہ گئے تھے۔

مجھ کو اتنا کہنا ہے
پھول، بارش، خوشبو، چندا
مجھ کو اچھے لگتے تھے
اب تم اچھے لگتے ہو

کوئی کتنے دل سے سنا رہا تھا وہ اس کی آواز ہی میں گم تھا کہ ایک تیز آواز گونجی تھی۔ "چلے جاؤ تم یہاں سے میں بھول جانا چاہتی ہوں کہ کبھی میں بھی تمہیں جانتی تھی۔"

"سنو، تم اکیلے رہتے ہو۔" وہ کتاب رکھ کر اس کی طرف پلٹی تھی اور وہ جو اس منظر سے بھاگ جانا چاہتا تھا، تھم گیا تھا۔ "تم ابھی تک اکیلے ہو؟"

"شاید کسی کے اعتبار کے قابل نہیں ہوں۔"

"تم نے کبھی یہ نہیں پوچھا تمہارا دل نہیں چاہا، تم

UrduPhoto.com

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | PAKSOCIETY

پوچھو کہ میں نے تمہیں کیوں مسترد کردیا۔"

"میرا الزام بہت بڑا تھا' شاید اتنا بڑا کہ میری ساری سچائی چھوٹی ہو کر قدموں تلے روندی گئی۔"

وہ کچھ نہیں بولی تھی خاموشی سے آگے بڑھ گئی تھی اور آج۔۔۔ آج اس کا دل چاہ رہا تھا وہ پوچھے اس نے حقیقت پالینے کے بعد بھی اسے کیوں چھوڑ دیا اور اس حقیقت کو جان کر بھی چار برس مزید اسے اسی آگ میں جلنے دیا۔ جس آگ میں وہ چار برس پہلے جل رہا تھا۔

اسے نیند نہیں آرہی تھی مگر تھکے ہوئے دماغ کے لیے نیند ہی جنت ہے' سو وہ سو گیا تھا۔

صبح اس کی آنکھ لالہ کی آواز پر کھلی تھی۔ وہ ناشتہ لگائے جانے کا اعلان کر رہی تھی وہ واش روم سے ہو کر ڈائننگ ٹیبل پر آن بیٹھا تھا پھر وہ یونیورسٹی فون کر رہی تھی۔ آج نہ آنے کی بابت چیئرمین کو مطلع کر رہی تھی جب اس نے ظل قمر کے گھر کا پوچھا تھا۔ اس نے بنا اگلا سوال کیے گھر کا پتا بتا دیا۔ وہ دفتر جانے کے لیے تیار ہو رہا تھا جب مہر سیما نے گھر کی بیل بجائی۔

"آپ کی تعریف۔۔۔" اس نے کچھ شرارت سے پوچھا اور وہ گھورنے لگا پھر سنبھل کر بولا۔

"یہ مہر ہیں یہاں کی نہایت اچھی خاتون۔ خیریت مہر! آج صبح ہی صبح آپ۔۔۔؟"

ادھورا جملہ چھوڑ کر وہاں اس کی آمد کی وجہ پوچھنے کی جگہ چھوڑی اور اس نے سر جھکا لیا۔

"وہ میں دراصل آج دفتر سے چھٹی کیے جانے کی اطلاع کرنے کے لیے آپ کا فون استعمال کرنا چاہتی تھی۔ پتا نہیں میرا فون کیوں خراب ہو گیا ہے۔" اس نے فون کی طرف اشارہ کیا' وہ فون کرتی رہی اور لالہ اسے شرارت سے دیکھتی رہی۔ یہاں تک کہ وہ بات ختم کر کے پلٹی تو شعیب منصوری کو اس کی توجہ بٹانے کے لیے پوچھنا پڑا۔ وہ آج چھٹی کیوں کر رہی ہے' اس کا خیال تھا بھائیوں میں سے کسی کا کوئی مسئلہ ہوگا۔ مگر وہاں پر کھلا ایک رشتے کی خالہ اس کے لیے رشتہ لے کر آرہی ہیں۔

"کیا کرتا ہے لڑکا؟"

"گورنمنٹ ملازم ہے' چار ہزار تنخواہ ہے مگر شعیب صاحب! میری چھ ہزار کی تنخواہ مل کر اچھا گزارہ بن جائے گی۔ ان کا ماں کے سوا کوئی نہیں ہے کرائے کے گھر میں رہتے ہیں اس لیے شادی کے بعد وہ یہاں آکر رہیں گے' پھر عظمت اللہ کو میرے بھائیوں کی شادی کے بعد ذمہ داری اٹھانے پر اعتراض نہیں ہے مجھے تحفظ مل جائے گا' شعیب صاحب مرد کی تو جوتی بھی بھاری ہوتی ہے وہ تو ایک معقول انسان ہیں' ان کی ماں کی دعائیں ملیں گی اور ان کا تحفظ۔۔۔ مجھے اور کیا چاہیے۔ ہاں بس غصے کے کچھ تیز ہیں عظمت مگر مرد تو غصے کے بہت کم ہی ٹھنڈے ہوتے ہیں۔ وہ ایک اچھے انسان ہیں انہوں نے اس حادثے کے باوجود مجھے اپنا لینے کا فیصلہ کیا ہے یہ ان کی اچھائی ہی تو ہے پھر مجھے اپنے اللہ پر یقین ہے وہ مجھے اس نئے فیصلے میں برکت دے گا۔"

اس نے سر ہلایا تھا' اسے کچھ اور دعائیں دی تھیں [illegible] ابھی کسی کو بتانے نہیں دیا۔ ویسے کیا ہوا تھا اس کے ساتھ؟" اس نے اس کے بال بکھرا دیے تھے۔

"بری بات دوست کا راز دل میں رہنا چاہیے' ہر ایک کو نہیں بتانا چاہیے [illegible] رہی اس کی بابت ایسا کیوں نہ سوچا تو لالہ جو میری قسمت کی لڑکی ہوگی نا' میں اس کے متعلق خود بخود ایسا سوچنے لگوں گا' بس ابھی تک وہ وقت نہیں آیا شاید۔"

اس نے سر ہلایا پھر دوسرے دن وہ جب خالہ تمکین کے گھر اسے لے کر گئی تو کتنی دیر تک وہ اس کے گھر سے جانے پر قلق کرتے رہے' مگر یہ سب یوں ہی ہونا تھا۔ خالہ تمکین نے اسی تنہائی کے لیے آدھا پورشن کرائے پر دے رکھا تھا۔ آمدنی اور پینشن کے ساتھ گزارہ بھی ہو جاتا تھا' اور فیملی کے بچے ان کے ہی پورشن میں قلقاریاں مارتے پھرتے تھے۔ اس لیے لالہ کو ان کی بہت زیادہ فکر نہیں تھی۔ وہ بھائی کے

UrduPhoto.com

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ساتھ رہنے پر بہت خوش تھی پھر دوپہر کھانے کے بعد
کی بات تھی۔ جب اس نے اپنے سوٹ کیس سے
ایک ڈائری نکالی تھی پھر بولی۔
"اس دن یہ میرے پاس تھی نہیں اس لیے میں
نے اس کی بابت کچھ نہیں بتایا تھا، مگر آپ کی یہ وہ
امانت ہے، جس کے لیے ہی میں آٹھ سال سے آپ
کے پیچھے بھاگ رہی تھی۔ مجھے ایک ہی دھن تھی کہ
ایک بار آپ سے ملوں، اپنی غلطی کی معافی مانگوں پھر یہ
امانت دوں آپ پھر چاہیں تو مجھے دھتکار ہی دیں مگر میرا
فرض پورا ہو جائے گا۔"
اس نے تجسس سے ڈائری کے لیے ہاتھ بڑھایا۔
تجسس باقی نہیں رہا تھا وہ پاپا کی لکھائی کو
پھر بھی ہزاروں میں پہچان سکتا تھا اور کل سے آج تک وہ اپنی
برأت کے باوجود ایک خلش سے ہی سلگ رہا تھا کہ
سب کچھ ثابت ہو گیا مگر پاپا تو اس سے خفا ہی ہو گئے تھے
مگر آج یہ خلش دور ہونے والی تھی۔ ڈائری کے ہر
ورق کے صفحے پر اس کے لالہ کے لیے ان کے سوچے
ہوئے خواب بکھرے ہوئے تھے، آخری صفحہ
پہ تحریر ختم ہو گئی تھی۔

۱۸جنوری ۹۹ء

"او میرے خدا آج میں نے کیا سنا۔ میرے شعیب پر
دنیا نے کیا الزام لگا دیا ہے وہ میرا پرتو ہے، میں جانتا ہوں
اسے... وہ کچھ بھی کر سکتا ہے مگر یہ جرم اس سے سرزد
نہیں ہو سکتا۔ جس کے لیے وہ موردِ الزام ہے۔ ساری
دنیا اس پر حرف گیر ہے۔ اس کی ماں تک یہی سمجھتی
ہے کہ اس نے ان کی تربیت کو داغ لگا دیا ہے، اور میں یہ
مانتے ہوئے میرا بیٹا ایسا نہیں کر سکتا، کسی کے دل سے
اس بات کو مٹا نہیں سکتا۔ آج میں بہت بے بس ہوں
بے حد بے بس مجھے آج ہر لمحے خدا یاد آتا ہے میں کہتا
ہوں اگر میری زندگی کی قیمت پر بھی وہ میرے بیٹے کی
برأت ثابت کر سکتا ہے تو کر ڈالے، مجھے کچھ بھی اہم
نہیں لگ رہا، اس کے دکھ کے سوا میں جانتا ہوں، وہ
جاننا چاہتا ہے میں اس کے متعلق کیا سوچ رہا ہوں،
جس طرح مجھے صرف اس کی رائے کے اظہار کی
عادت تھی وہ بھی یہی چاہتا ہے میں اس کے سامنے
جاؤں اور خیالات کا اظہار کروں مگر مجھ میں ہمت نہیں
ہے۔ میں اس کے سامنے جا ہی نہیں سکتا وہ ٹوٹا ہوا دل
گیر سا شعیب دیکھنے کی مجھ میں تاب نہیں ہے۔ میں
اسے اسی طرح کھلکھلاتا محبت کے بارے جھکا ہوا
شعیب منصوری کے تصور میں دیکھنے کا تمنائی ہوں۔
میں نہیں دیکھ سکتا اس کی آنکھوں میں آنسو و بے
یقینی... میں نہیں دیکھ سکتا۔ اس کی حسرت بھری آنکھ،
اے کاش میں اس کا سامنا کرنے سے پہلے ہی کہیں
چلا جاؤں اور پھر اس وقت تک نہ آؤں جب تک یہ
معاملہ اس کے حق میں نہ ہو جائے وہ آکر یہ نہ کہے پاپا
میری سچائی نے، آپ کی محبت نے اتنے سخت مقدمے
میں میری بقا کی جنگ پورے دل سے لڑی اور جیتی
ہے۔ میں اسے صرف جیتا ہوا دیکھنا چاہتا ہوں، میں
اس کو شکست خوردہ نہیں دیکھ سکتا۔ اے میرے خدا،
میرے خدا۔"
باقی کے صفحے ان ہی پرانی باتوں سے بھرے ہوئے
تھے، اس نے ڈائری بند کر کے لالہ کو دیکھا تھا۔
پھر رونے لگا تھا لالہ نے اسے روکا نہیں تھا وہ اچھی
طرح دل کا غبار نکال چکا تو لالہ نے کسی کا نمبر ڈائل کیا۔
"میں نے نحل سے بات کی تھی، وہ آپ سے ملنا
افورڈ نہیں کر سکتی۔ آپ اس سے فون پر بات
کر لیں۔"

اس نے ریسیور تھام لیا۔ "ہیلو ہاں لالہ!"
"نہیں میں شعیب... شعیب منصوری۔"
"آ... آپ... کیسے لالہ کہہ رہی تھی آپ مجھ
سے بات کرنا چاہتے تھے، فرمائیے۔"
اتنا پُرتکلف انداز ایسے انہوں نے کبھی بات نہیں
کی تھی۔ مگر وہ اب اسی لہجے میں بول رہا تھا۔
"آپ میری برأت سے واقف تھیں نحل! پھر بھی
آپ نے مجھے اس دن کیوں نہیں بتایا، آپ کو میرے
گزرے ہوئے مرے ہوئے چار سالوں پر بھی رحم نہ
آیا اور آپ نے مجھے مزید چار سال کے لیے اسی بھٹی
میں جھونک دیا۔"

UrduPhoto.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

وہ رونے لگی تھی پھر پکاری تھی۔

"میں محبت میں بہت خود غرض لڑکی نکلی شعیب! مجھے ہر چیز کو رکھنے اور لینے کی عادت تھی پھر جب مجھے تم ملے تو مجھے لگا میری زندگی میں کوئی حسرت نہیں ہے تمہارے ساتھ پر مجھے فخر ہوتا تھا مگر میں تمہارے ساتھ رہ کر بھی تم سے محبت کرنا نہیں سیکھ سکی۔ تمہیں محبت یقین کے سوا کہیں نہیں ملتی تھی اور مجھے محبت میں یقین صرف اپنی ذات کے ہونے کے یقین کے سوا کہیں نظر نہ آتا تھا۔ تم کہتے تھے دنیا کچھ بھی کہے سب تمہیں چھوڑ کر چلیں جائیں، مگر میں پھر بھی تمہاری پشت پر رہوں تو مجھے لگتا تھا میں ایسا ہی کرنے والوں میں سے ہوں۔ شعیب! برے حالات ہی کسی انسان کے کردار کی مضبوطی اور اس کی معاملہ فہمی کا ثبوت بنتے ہیں۔ بہادری، بزدلی یہ لفظ ہیں جب تک کہ ہمارے لیے کوئی واقعہ ان جذبوں کو پرکھنے کا ذریعہ نہ بنے۔ ہم بہت سے دعوے کرتے ہیں کر سکتے ہیں مگر وقت اور حالات ہی ہمارے دعوؤں کی سچائی اور حقیقت کھولنے والے ممتحن ہیں اور میں اس امتحان میں فیل ہوگئی۔ میں [illegible] لیے [illegible] میرے لیے آئیڈیل تھے اور تم اس لمحے میری نظروں سے گر گئے تھے۔ تم سوالی بنے کھڑے تھے اور میں یہ فیصلہ نہیں کر پا رہی تھی کہ انسان ضروری ہے یا آئیڈیل پھر مجھے لگا میں تمہیں کبھی بھی اپنے سامنے نظریں جھکائے نہیں دیکھ سکوں گی، تمہارا اٹھا ہوا سر ہی میرے لیے آخری منظر تھا۔ سو میں نے یہ تلخ فیصلہ کیا کہ میں تمہیں چھوڑ دوں۔"

"طل! تم خود غرض تھیں۔" جانے وہ کیا کہتے کہتے رک گیا تھا اور وہ پھر سے رونے لگی تھی۔ پھر تھمی تو بولی۔

"میں آج بھی خود غرض ہوں، میں اس دن بھی خود غرض تھی جب تم مجھ سے ملے تھے۔ تم سوال کر رہے تھے اور میں دامن بچا کر آگے بڑھ گئی تھی۔ میں نے ایک منٹ کے ہزارویں حصے میں سوچا تھا تم نے اگر حقیقت ابھی تک نہیں پائی ہے تو کیا یہ ضروری ہے میں اس وقت اس لمحے تمہاری نظروں کے سامنے جھک جاؤں، تم نے مجھ سے محبت کی تھی اور میں محبت ہی تاثر رکھنا چاہتی تھی۔ میں تمہاری تحقیر اور افسوس بھری نگاہیں سہار نہیں سکتی تھی۔ جب تم کہتے تم کتنی بودی لڑکی نکلیں طل کہ میں تم سے محبت کرتا تھا مگر اب میں تمہیں بھول جانا چاہتا ہوں کیونکہ میں ایک مضبوط اور بہترین لڑکی سے محبت کرتا تھا اور تم بہت کمزور ہو۔ پھر شعیب! یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ میں اپنی عزتِ نفس کا اپنی محبت کا بھرم نہ رکھتی۔ در حقیقت میں تمہارے قابل ہی نہیں تھی۔ ہو سکتا ہے زندگی کے کسی اس سے بھی زیادہ اہم موڑ پر میں تمہارا ساتھ چھوڑ دیتی اس لیے وقت نے خود تمہارے لیے ایک اچھا فیصلہ کیا، مجھے تمہارے کھونے کا دکھ نہیں ہے شعیب! ہاں فخر ضرور ہے کہ میں تم جیسے مضبوط کردار کے انسان سے بھی محبت کرتی تھی۔"

وہ خاموش بیٹھا رہ گیا تھا۔ لالہ چائے لے کر واپس آئی تھی۔ اس نے کچھ نہیں پوچھا تھا تب بہت اچانک بیل ہوئی تھی۔ شعیب اٹھ کر باہر گیا تھا پھر وہ کسی کے [illegible] آیا تھا۔

"عارف کیانی تم؟" لالہ نے اسے گھور کے دیکھا تھا، پھر دو فرشتوں کی طرح ایستادہ لڑکوں کی طرف متوجہ ہو گئی تھی "یہ کون ہیں؟"

"یہ میرے جانِ جگر قسم کے بچے ہیں۔ اپنے زوحیل اور شرجیل جیسے یہاں ان کی دوستی نے خوب مزہ دیا۔"

"کیا ہم صرف مزے کی چیز ہیں؟"

"نہیں! یاد رکھنے اور محبت سے یاد رکھنے والے حوالے ہو تم لوگ۔" اس نے دونوں کو دائیں بائیں بھینچا اور دونوں رخصت لے کر چلے گئے۔ تب وہ عارف کیانی کی طرف مڑا۔

"تم یہاں کیسے؟" سوال سخت تھا مگر سامنے بھی عارف کیانی تھا فوراً بات بنا کر بولا۔

"آنٹی نے لالہ کے متعلق پروگریس دینے کو کہا تھا مگر یہ کسی کے سر سے سینگ کی طرح غائب تھیں میں تو

UrduPhoto.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

کٹوانے والا تھا کہ انکل حماد کو فون کر دیا، تب پتا چلا یہ ایک اور گمشدہ شخصیت کے زندگی کا پتہ تلاش کرتا یہاں آ گیا۔ اب ساتھ پائی جاتی ہیں سو فوراً ”کیا ایڈریس دوں؟“ شعیب مسکرانے لگا پھر کالر سے پکڑ کر اپنے قریب بٹھاتے ہوئے بولا۔

”سچ بتا کیوں ڈھونڈ رہا ہے لالہ کو۔“ جانتا جو تھا لالہ نے کل رات ہی کو ماں کو فون کر کے اپنے ساتھ شعیب کو لانے کی بابت خوشخبری سنائی تھی، سو یہ ڈھونڈ خود اس کی ذات کا حصہ تھی۔

”وہ آنٹی نے دراصل لالہ کے لیے مجھے پسند کر رکھا ہے، پتا نہیں کب سے، مجھے تو اب لگ رہا ہے اس واقعے کو صدیاں گزر گئی ہیں مگر لالہ صاحبہ کا عزم تھا یہ شعیب منصوری کو منائے بغیر فیصلہ نہیں کریں گی۔

جتنی پیاری نہیں سدھاریں گی سو ہم نے بھی طرح دے دی پھر میڈیکل تعلیم نے بے صبری میں بڑا سہارا دیا۔ سو جب انکل حماد کو واقعی لالہ کے متعلق پوچھنے کے لیے فون کیا تو پتا چلا راوی چین ہی چین لکھنے والا ہے لیکن تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں ہے نا اکلوتے برادر...“

اسے ...نے سے لگایا تھا پھر وہ دوسرے دن پیکنگ کر رہا تھا جب سلمان نعیم اور حمید آفاقی، مہر سیما اس سے ملنے آئے تھے۔

”آپ جا رہے ہیں شعیب بھائی؟“

”نہیں میں واپس آنے کے لیے جا رہا ہوں، ابھی مہر کی شادی کا انتظام باقی ہے پھر تمہاری تربیت بھی تو ادھوری ہے۔ تمہیں کہاں چھوڑ کر جا سکتا ہوں۔ واپس آ کر پھر سے دماغ کی اوور ہالنگ کرنی ہے، بے فکر رہو تمہارا مجھ سے پیچھا نہیں چھوٹ سکتا۔ میں بہت سخت قسم کا ٹیچر ہوں تم بور ہو جاؤ گے۔ میں تب بھی تمہاری جان نہیں چھوڑوں گا۔ آخر کو انکل حسان سے تمہیں سدھار دینے کا وعدہ جو کیا ہے۔“

”سچ بتائیں نا، آئیں گے نا آپ واپس۔“ سلمان نعیم گلے سے جھول گیا تھا اور حمید آفاقی نے گھٹنے پر سر ٹکا کر جذب سے کہا تھا۔

”آپ اتنے اچھے ٹیچر ہیں کہ ہم خود بھی آپ کو چھوڑنا نہیں چاہیں گے۔ پلیز آئیے گا ضرور۔“

”ہاں ہاں میں صرف پاپا کے معاملات سدھارنے اور ماں کو اور اپنے بھائیوں کو لینے کے لیے وہاں جا رہا ہوں۔ میری جاب یہاں ہے پھر لالہ بھی یہاں ہوگی سو لاہور میں رہنا اب ممکن نہیں ہے۔ وہ شہر میرے لیے بہت ضروری سہی مگر نئے رشتے اور زندگی مجھے اس شہر نے گفٹ کی ہے۔ اس لیے میں اب نیا گھر یہیں بناؤں گا۔“

وہ تینوں رخصت ہو چکے تھے۔ جب بہت اچانک لالہ چیخی تھی۔

”شوبی بھائی! کوئی رفاہت عماد آپ سے چیٹنگ کرنا چاہتی ہے۔“

”رفاہت عماد......“ وہ تیزی سے کمرے میں داخل ہوا پھر سمجھا تو اس کے بالوں کو کھینچ کر مصنوعی خفگی سے بولا۔

”لالہ کی بچی تم میرے پاس ورڈ سے واقف نہیں ہو پھر کمپیوٹر پر لاگ اِن کیسے ہو سکتی ہو۔ سچ بتاؤ تم نے ...“ ...شرارت سے کی بورڈ کے ذریعے اپنی مرضی کا جواب لکھتے ہوئے بولی۔

”پرسوں دوپہر تو ہم چیٹنگ پر بات کر رہے تھے آپ اپنے نئے دوستوں کے متعلق بتا رہے تھے، تب رفاہت کا ذکر آیا تھا پھر میں نے چیٹنگ کرنے کی خواہش کا تذکرہ کیا تھا اور آپ نے اپنا پاس ورڈ مجھے بتا دیا تھا۔ کتنی کمزور یادداشت ہے آپ کی۔“

اس نے خفگی سے گھورا تو اس کی آنکھیں رفاہت کے نام پر جم گئیں جس سے وہ دھڑا دھڑ شعیب منصوری بن کر بات کر رہی تھی وہ سوالیہ نظر سمجھی تو بولی۔

”مجھے آپ کے کمرے میں رکھی رائٹنگ ٹیبل کی دراز سے رفاہت کی ای میلز ملی تھیں۔ کافی اچھی علیک سلیک محسوس ہوئی پھر سوچنے کا انداز دھانسو لگا تو ان کے ای میل ایڈریس پر میں نے خود شعیب بن کر کلک کر لیا، ویسے دیکھیے ہم دونوں کی سوچ کتنی ملتی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

جلتی ہے' ابھی تک آپ کی رفاہت پہچان نہیں سکیں کہ میں شعیب نہیں ہوں۔" لمحہ بھر کو رکی پھر بولی۔

"سنیے میں رفاہت کو رات میں فون کرنے کی ریکویسٹ کرنے جارہی ہوں ہاں یہ میں نے بھیج دیا پیغام بس اب سب کچھ ٹھیک ہے' رات کو آپ اس سے بات کررہے ہیں۔ ابھی سے سوچنا شروع کردیجیے ان سے آپ کو کیا کہنا ہے۔ مگر دیکھیے مجھے کوئی بونگی نہیں سننی ہے۔ فیصلہ میرے حق میں ہونا چاہیے۔"

وہ بات کا اختتام کرکے رفاہت سے رخصت لے چکی تھی اور وہ دھم سے وہیں کرسی پر گر سا گیا تھا۔

"لالہ کی بچی! ابھی میں شادی کے لیے تیار نہیں ہوں۔ میں فی الحال تمہاری شادی کرنا چاہتا ہوں۔"

لالہ نے گھور کر دیکھا اور Mirc پر نئے سرے سے لاگ ان ہوکر کسی کے کلک کرنے پر اپنا ASL شعیب ۲۴سال' کراچی فل کررہی تھی۔

"لالہ کی بچی! کیوں مجھے بدنام کررہی ہو میری اچھی خاصی عزت ہے نیٹ پر۔"

"سوواٹ! میں تھوڑا سا انجوائے کررہی ہوں' ادھر جاکر سوچیں [illegible] کی کھوج ڈھونڈیے' مجھے جواب میں ہاں سننا ہے رفاہت کی طرف سے۔"

"آخر اتنی جلدی کیا ہے رفاہت کہیں بھاگی نہیں جارہی ہے۔ میں آہستہ آہستہ اسے اپنے جذبات کلیئر کروں گا' وہ بہت حساس لڑکی ہے ایک دم سے اظہار کو پتا نہیں وہ کیا سمجھے اور پھر ابھی ظل کا معاملہ کل ہی کی تو بات ہے مجھے سنبھلنے کا کچھ تو وقت دو۔"

اس نے کرسی پوری موڑلی تھی پھر سنجیدگی سے بولی تھی۔

"ظل نے جس قدر آپ کی محبت لینی تھی لے لی۔ مجھے کہنے دیجیے وہ آپ کا صرف ایک جذباتی فیصلہ تھا تب زیادہ خوبصورتی نے ان کے اندر کی خامیوں اور خوبیوں کا حساب کتاب نہیں رہنے دیا اور آپ شادی تک پر راضی ہوگئے۔ عمر بھر کا ساتھ سمجھ بیٹھے حالانکہ عمر بھر کا ساتھی عمر بھر ساتھ رہتا ہے۔ وہ آندھی طوفان کے سامنے کبھی بھی گھٹنے نہیں ٹیکتا اس کی محبت اور یقین ہمیشہ آپ کے ساتھ ساتھ رہتا ہے' یہ ہر معرکہ میں آپ کی پشت پر ہوتا ہے۔ اس کے ہونے کا احساس اور مجھے کہنے دیجیے وہ اس معاملے میں ہار چکی ہیں۔ انہوں نے آپ کو تنہا چھوڑ دیا تھا جب کہ ساتھ دینے کے لیے رفاہت اور مہر سیما بڑھے تھے۔ مہر سیما کو آپ عزت دیتے تھے مگر رفاہت سے آپ چپکے چپکے محبت کرنے لگے ہیں یہ اور بات کہ آپ یہ بات خود سے بھی شیئر نہیں کرنا چاہتے۔"

وہ اٹھ کر اس کے سامنے آگیا۔ "میں شاید ایسا ہی چاہتا ہوں جیسا تم لیکن اگر وہ بھی کہے کہ میں بھی ایک عام مرد ہی نکلا' کسی لڑکی کی دوستی کو عمر بھر کا ساتھ سمجھنے والا تو کتنی بری ہوگی نا میرے ساتھ میں' لالہ! میں اپنا ایک اچھا دوست نہیں کھونا چاہتا۔"

لالہ نے اسے کاندھوں سے تھاما اور پھر بولی۔ "یہ بھی تو ہوسکتا ہے' وہ اپنا ایک اچھا دوست پالینا چاہتی ہو' ہوسکتا ہے۔ وہ آپ کی محبت ہی کا انتظار دیکھ رہی ہو۔ پلیز' روشنی [illegible] دیکھیے ماں [illegible] کو پاس بھی [illegible] مت [illegible] محبت [illegible] محب ان کا نصیب نہ بھی بنے' تب بھی ان کے پاس یہ فخر تو ہوتا ہے کہ انہوں نے دل کی گہرائی اور خلوص سے بے ریا کسی کو چاہا تھا۔ کیا یہ احساس جینے کے لیے کافی نہیں۔" وہ پھیکی سی ہنسی ہنس کر رہ گیا تھا پھر رات گئے وہ لالہ اور عارف کیانی کھانے کے بعد کافی پی رہے تھے۔ جب ٹیلی فون کی بیل ہوئی تھی۔ لالہ نے ریسیو کیا تھا اور ریسیور اسے پکڑا کر عارف کیانی کو گھسیٹتی ہوئی ٹی وی لاؤنج میں لے گئی تھی۔

"ہیلو رفاہت! میں شعیب... تم کیسی ہو؟"

"بالکل ٹھیک' آپ سنائیں یہ آج آپ کے ہاتھ اور لفظ باربار بہک کیوں رہے تھے۔ اتنی تھنگ رانگ۔"

"وہ میں... رفاہت دوپہر کو لالہ تم سے میں بن کر چیٹنگ کررہی تھی' تم نے برا تو نہیں مانا اس کی کسی بات کا۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"نہیں آپ کی کسی بات کا میں نے کب برا مانا" آواز لگا مرنے لگی تھی وہ کیا سننا چاہتی تھی اور وہ کیا سنا رہا تھا اس نے آنکھیں بند کر کے خود کو مجتمع کیا تھا پھر پکارا تھا۔

"ایک نظم سنانے کو دل چاہ رہا ہے تمہیں کیا تم سنو گی؟"

"سنایئے آپ کو تو میں کسی بھی لمحے کبھی بھی سننے کو تیار ہوں۔" لہجے میں ہلکی سی شگفتگی واپس آنے لگی تھی اور وہ سنا رہا تھا دل سے۔۔۔ دل کی تمام تر گہرائیوں سے۔

چلو تم کو بتاتے ہیں
کہ تم کو دیکھ کر دل نے
کہا تم رشتۂ جاں سے بھی بڑھ کر ہو
دعا کی سرحدوں پہ
جو ادھوری ہے میری ایسی تمنا ہو
میرے دل کا مقدر ہو
کہ تم اک روشنی بن کر شفاء لے کر
کبھی دست مسیحا کی طرح
اترتے ہوئے ہر زخم دل پہ ہو
چلو تم کو بتاتے ہیں
کہ تم ایماں ہمارا ہو
ترے ہر دہر میں اندیشۂ زندگانی میں
تم ہی دل کا سہارا ہو
جو روح کے آسماں پہ جگمگایا ہے محبت سے
سہانی شام کی چاہتوں کا پہلا تارہ ہو
وفا کا استعارہ ہو
تمہارے قرب کی خوشبو سے پتھر کی طرح ہم نے
سلگتی دھوپ میں پھیلا دیا ہے
تمہارے پیار کے رنگین کنول ٹھنڈی ہوا سے
سرسراتے ہیں
ہم ساون میں بھیگے پیڑوں کو چھو لیں تو
تمہارے لمس کی خوشبو کے لمحے جگمگاتے ہیں
چلو تم کو بتاتے ہیں
کہ ہم نے زندگی کے سب ورق لے کر
سب ہی سطروں میں لکھ لی ہے تمنا تم کو پانے کی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

Ujala

زمانے بھر میں شاید کاتب تقدیر کے ہاتھوں
میرے دل نے لکھ لی ہے تمہاری چاہ کی خواہش
تمہاری آرزوؤں کا جو اک اور اک ہے مجھ میں
کسی میں ہو نہیں سکتا
تمہاری مسکراہٹ کا اک ارمان ہے مجھ میں
کسی میں ہو نہیں سکتا
چلو تم کو بتاتے ہیں
چلو تم کو بتاتے ہیں

"ہیلو رفاہت آر یو دیئر۔"

"ہوں۔۔۔" نظم کے اختتام پر اس سے کچھ بولا ہی نہیں جا رہا تھا' کیا قسمت اتنا اچھا موڑ بھی کاٹ سکتی ہے وہ گم صم تھی جب وہ اس کی سنے بغیر پھر سے بولا تھا۔

"تم اپنے نام کی طرح ہو رفاہت! تمہیں دیکھ کر چین' آرام اور سکون کا احساس ہوتا ہے۔ زندگی میں مجھے تمہارے ساتھ نے بہت ڈھارس دی۔ پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ میری زندگی خوشی بنتی اور تم اس میں ہی نا ہوتیں۔ رفاہت! [illegible] تم یہاں سے جب [illegible] تمہارے پلو سے کوئی اچھی یاد کوئی وعدہ نہیں باندھا تھا میں نے مگر آج میں کہتا ہوں تم لوٹ آؤ میں پھول' خوشبو اور خوشیوں سے تمہارا دامن بھرنا چاہتا ہوں۔ جو کچھ بھی ہے جس قدر بھی ہے میرے دامن میں سب کچھ تمہارا نصیب ہے' صرف تمہارا نصیب۔"

دوسری طرف سے کوئی جواب نہیں آیا تھا وہ گھبرا گیا تھا تب کوئی ڈرتے ڈرتے پکارا تھا۔

کہاں تلک ہیں نہ جانے محبتیں اس کی
عمر' لمحہ' زمانے محبتیں اس کی
کہاں ہے زندگی کرنے کی آرزو ہم کو
ہیں زندگی کے بہانے محبتیں اس کی

آسودہ سی سانس فضا میں بکھری اور لالہ نے انٹری دی۔

"یہ نظم ویسے کس کی تھی کیا آپ کی؟"

"نہیں میری نہیں تھی مگر تمہیں کیسے پتا' میں نے کوئی نظم سنائی ہے۔" اس نے گھورا اور وہ ہنسنے لگی۔

"ایکسٹینشن زندہ باد آں۔۔۔' ہاں گھوریے مت مجھے رفاہت ڈیر سے بات کرنے دو' آخر کو سارے معاملات سیٹ کرنے ہیں۔ رفاہت کی ممی کراچی میں رہتی ہیں نا ہاں۔۔۔"

وہ بھی اس سے مخاطب ہوتی بھی فون پر شروع ہو جاتی۔ شعیب منصوری مسکراتا ہوا عارف کیانی کے پاس جا بیٹھا تھا۔ لالہ کے چہرے پر خوشی نے رنگ سے [illegible] اس نے پوچھا تھا۔

"کیا ہر لڑکی کی چہرے پر خوشی اتنے ہی رنگ اچھال دیتی ہے جتنے میری لالہ کے۔"

عارف کیانی نے مڑ کر دیکھا پھر بولا "کچھ لوگوں پر خوشی اتنے رنگ بکھیر دیتی ہے کہ پھر رنگ سے چہرے الگ کرنا دشوار ہو جاتا ہے' محبت اور خوشی بہت کم کسی کا نصیب بنتی ہیں۔ پھر زندگی کیوں نا رنگ کھیلے۔"

شعیب منصوری نے آنکھیں بند کرلیں' رفاہت عمداً اس کے اندر آن بسی تھی۔ ظل قمر کی محبت نے دل کی ساری زمین سے ہٹ کر ایک چھوٹا سا حصہ بخش لیا تھا اور رفاہت، مجھ میں تم ہی تم رہتے ہو کا مصرعہ بنی اس کے رگ و پے میں دوڑ رہی تھی۔ آج اسے یہ کسی کا ہو جانا بہت لطف دے رہا تھا' اس کے ہونٹوں پر آسودہ مسکراہٹ تھی اور زندگی' محبت نے اس مسکراہٹ کے ابدی ہونے کی دعا کی تھی بے حد چپکے سے' بے حد خاموشی سے۔

☆

ادارہ خواتین ڈائجسٹ کی طرف سے بہنوں کے لیے عید کا تحفہ

4 خوبصورت و مقبول ناول

★ میرے خواب ریزہ ریزہ 300/- ★ لاحاصل 180/-
★ اک دیا جلائے رکھنا 300/- ★ شہر دل کے دروازے 250/-

چاروں ناول ایک ساتھ منگوانے پر ڈاک خرچ فری
• خوبصورت سرورق • خوبصورت چھپائی • مضبوط جلد • آفسٹ پیپر

شائع ہو گئے ہیں

آج ہی قریبی بک سٹال سے حاصل فرمائیں۔

مکتبہ عمران ڈائجسٹ 37 اردو بازار، کراچی فون 2216361

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"آخر تمہیں کس قسم کی لڑکیاں اٹریکٹ کرتی ہیں۔" وہ ٹہلتے ٹہلتے رک کر شفیف ارسلان کو دیکھنے لگا۔ مگر وہ اس کی طرف متوجہ ہی کہاں تھا مزے سے اس کی انگلیاں کمپیوٹر کے کی بورڈ پر تھرک رہی تھیں۔ اور وہ اپنے بزنس منیجر سے آج دن بھر کی دفتری مصروفیات کی تفصیل لے رہا تھا۔

"شفقی کے بچے! میں اتنی دیر سے تم سے مخاطب ہوں اور تم بے کار کی باتوں میں لگے ہوئے ہو۔"

"بے کار کی باتیں یہ نہیں وہ ہیں جو تم کر رہے ہو۔ یہ لڑکیاں کاک ٹیل پارٹیز ان سب کو تم میری ہابیز کہہ سکتے ہو ہاں۔ سنجیدگی سے مجھے اگر کچھ پسند ہے تو صرف اچھا میوزک' کمپیوٹر اور لانگ ڈرائیو اس لسٹ میں شامل ہیں۔"

"میں جانتا ہوں اسی لیے تو کہہ رہا ہوں لانگ ڈرائیو کے لیے کوئی اچھا پارٹنر ڈھونڈ لو جسے لائف پارٹنر بھی بنا سکو۔"

"لائف پارٹنر یعنی شادی....." اس نے کام سمیٹتے ہوئے کمپیوٹر آف کیا اور مڑ کر اسے حیرت سے دیکھا۔ اتنی حیرت سے کہ عمر رفیق خود کو چغد محسوس کرنے لگا تھا۔

"آخر تمہیں شادی سے چڑ کیوں ہے' کس حور پری کی تلاش میں ہو۔" وہ اب سامنے آن بیٹھا تھا۔ جواب دینا ضروری تھا۔ اس نے لفظ مجتمع کیے پھر کھنکھار کے بولا۔

"سیدھی سی بات ہے اگر حور پری کی تلاش ہوتی تو میری کوئی بھی دوست اس کا بہت اچھا انتخاب ہو سکتی ہے' لیکن ایسا نہیں ہے۔ بس مجھے اس کی تلاش ہے جو لیے کسی نقشے میں شامل نہیں ہے۔ کچھ مختلف کچھ انوکھی سی۔"

"آں ہاں شاید کسی ناول افسانے کی ہیروئن کی طرح جو ہزاروں لڑکیوں میں بھی الگ سے پہچانی جاتی ہے' جس نے ہلکا ہلکا سا میک اپ کر رکھا ہوتا ہے۔ مگر ہیرو کی نظر میں وہ میک اپ سے عاری نہایت صبیح چہرہ ہی ٹھہرتا ہے جس پر سے اس کی نظر ہی نہیں ہٹتی اور دین و ایمان پر بن کر واپس پلٹتی ہے۔"

"واہ واہ لگتا ہے بزنس کے بعد کا سارا وقت خواتین کے رسائل پڑھنے میں گزرتا ہے کافی گہرا مطالعہ لگتا ہے۔" وہ جان بوجھ کر اس کا مذاق اڑانے لگا' کیونکہ مذاق اڑائے جانے پر وہ ہمیشہ واک آؤٹ کر جاتا تھا اور اس وقت وہ چاہتا تھا کہ کچھ دیر کے لیے ہی سہی تنہائی میسر آسکے۔

مگر عمر رفیق کا ایسا کوئی ارادہ نہیں لگ رہا تھا۔ وہ موڈ میں تھا آج' سوفٹ کولڈ ڈرنک کے سپ لیتے ہوئے ہنسے جا رہا تھا۔ تھما تو بولا۔

"کیا کروں یار! تھک اینڈ ڈرائی ورک کرتے کرتے اوب جاتا ہوں تو یہ رسائل بھی کبھار دیکھ لیتا ہوں کافی اچھی قسم کا انٹرٹینمنٹ مل جاتا ہے۔ خوبرو ہیرو' حسین و جمیل ہیروئن اور بہت سارا لکھا ہوا اچھا وقت' محبت کے دھانسو ڈائیلاگ بس کچھ دیر کو سہی سب تھکن دور ہو جاتی ہے۔ ہر سنائٹی میں عمر رفیق ہوتا

ہے اور مزے دار نیند۔ کیا سمجھے؟" اس نے گھورا اور بے یقینی سے بولا۔

"عمر رفیق کے بچے! میں تمہیں اس طرح کا غیر سنجیدہ انسان نہیں سمجھتا تھا یہ ڈائجسٹ ٹائپ کہانیاں یہ تو صرف کالج بوائز کے دل بستگی کے سامان ہوتے ہیں۔ تم یہاں کہاں کود پڑے او مائی گاڈ؟ ایک اتنا بڑا انٹلکچوئل بزنس مارکیٹنگ آفیسر اور یہ خواتین کی لو اسٹوریز واقعی کسی بھی عمر میں انسان سٹھیا سکتا ہے۔"

"بکو مت۔" اس نے کشن کھینچ مارا پھر شرارت سے بولا۔ "کیا کروں یہاں درجن بھر ہیں اور یہاں ایک بھی نہیں ہے تو پھر مجھے خواب ہی ادھار لینے ہیں نا۔"

"کیوں خواب ادھار لینے کی کیا ضرورت ہے۔ اپنا گھر بناؤ نیا گھر۔ ضروری تو نہیں ہر لڑکی سحر بھابھی جیسی ثابت ہو۔"

اس کا چہرہ یکدم پھیکا پڑ گیا شفیف ارسلان نے موڈ بھانپ کر تیزی سے اٹھ کر اس کے پاس صوفے پر اس کی جگہ بنائی دونوں کاندھوں سے اسے تھاما اور دلداری

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

سے بولا ”آخر تم کب تک کسی اور کی غلطی کی سزا خود کو دیتے رہو گے۔ چار سال گزر چکے ہیں اس حادثے کو۔“

”ہاں شاید مگر مجھے ایسا لگتا ہے جیسے میں ابھی ابھی تاراج ہوا ہوں ابھی ابھی بدیسی فوجیوں نے میرے قلعہ دل پر حملہ کیا ہے گھمسان کا رن پڑا ہے۔ ہر طرف آگ، دھواں اور خون بکھرا پڑا ہے۔ شفق پتا نہیں مجھے یہ واقعہ ہر روز ایسا کیوں لگتا ہے جیسے آج کی صبح کی کرن میں بند کر کے میرے لیے وقت نے پوسٹ کیا ہے۔ میں صبح کو دیکھتا ہوں تو میری آنکھوں میں وہ شام رونے لگتی ہے جب سحر نے کہا تھا مجھے تم سے نفرت ہے۔ تم محبت کے قابل انسان نہیں ہو۔ تمہارے اندر حرارت نہیں ہے۔ آئس گلیشیئر ہو تم اور میں اندر ٹپ ٹپ کر کے خود کو روتا دیکھتا رہا مگر کچھ نہیں کر سکا۔ پتا نہیں سحر نے ایسا کیوں سمجھا۔ وہ میری سنجیدگی بردباری کو آئس سے کیوں تشبیہ دے بیٹھی۔ پتا نہیں کیوں۔“

وہ بے کل ہو کر کھڑا ہو گیا اور شفیف ارسلان اس کے ساتھ ٹیرس پر جانے کے لیے سیڑھیاں چڑھنے لگا۔

شفیف نے انٹرکام پر کافی کا آرڈر دیا تھا سو جب وہ ٹیرس کی طرف چہرہ موڑے کھڑا تھا تو اسے بہت وقت ہو رہی تھی۔ یوں جیسے دکھ نے ایک گہری چادر تان دی تھی اور جو اس کی سانس سے اس کی کیفیت بھانپ جاتا تھا وہ اس لمحے کے بعد ہمیشہ محسوس کرتا تھا جیسے تعلق کچا دھاگہ تھا جو کسی بھی لمحے ٹوٹ سکتا تھا۔ عمر کی کسی بھی تیز آنچ دیتی سانس سے محبت کا پھول کملا سکتا تھا اور زیادہ تک دو کے بعد حاصل صرف تنہائی سے آشنائی کے سوا کوئی مزہ نہیں آتا تھا۔ اور وہ یہ مزہ اب مزید نہیں بھوگنا چاہتا تھا، لیکن اس لمحے کو وہ کیسے اپنے درمیان سے ہٹائے۔

اس نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھا۔ یہ لمس محبت سے تھام لینے کا عہد تھا۔ عمر رفیق نے پلٹ کر دیکھا یوں جیسے اس عہد مسلسل نے اس کے اندر سانس بھری ہو ساکت دل میں کہیں ہلکی سی نمی سے کونپل نے سر ابھارا ہو۔

”تم آخر خود کو ایک مارجن کیوں نہیں دیتے ہو۔“

”کس بات کا مارجن کیا مزید یہ بات کلیئر کرنے کا کہ میں آئس گلیشیئر۔ کیوں ہوں۔ میری ذات میں کہاں کہاں کریک ہیں۔ آؤ آؤ مجھ میں اتر کر میری اندر کی بدصورتی کو باہر نکالو اور میرے منہ پر میری محبت کی ناکامی کو مل دو۔“

”تم بہت حساس ہو گئے ہو اپنے بارے میں۔“

”ایکسیلنٹ! میں شروع سے اپنے بارے میں بہت حساس ہوں اور ہر ذی شعور انسان کو ایسا ہی ہونا چاہیے۔ اسے کسی بھی طرح دوسرے کو اجازت نہیں دینی چاہیے، اپنی ذات کے بخیے ادھیڑنے کی۔ انسان سب سے زیادہ خود اپنے لیے قیمتی اور اہم ہے۔ باقی اوروں کے لیے وہ اس وقت توجہ کا ارتکاز سمیٹتا ہے جب اس نے خود کو توجہ دی ہو اور تم کہہ سکتے ہو۔ میں سحر کے بعد بہت حد تک خود پسند ہو گیا ہوں۔ نرمی صرف آپ کی پرسنالٹی کا گریڈ گرانے کے سوا کسی دوسری چیز کا نام نہیں ہے۔“

”یعنی تم ہارڈ اسٹون بننا چاہتے ہو۔“ اس نے اسے طرح دی اور وہ سنجیدگی سے سر ہلانے لگا۔

”شاید ہاں۔ کیونکہ سخت چیز کی نرمی محسوس کرنے کے لیے ہر ہاتھ، ہر نظر، ہر دل آپ کو چھونا چاہتا ہے اور نرم نظر آنے والی ہر چیز کو چاہے وہ انسان ہو دل ہو یا محبت سب ٹھوکر لگا کر کچل کر آگے بڑھ جانا چاہتے ہیں۔ لوگوں کو وہ چیز کبھی متوجہ نہیں کرتی جو ان کی دسترس میں ہو یا ان کے چھونے پر ان کے قدموں میں گر جائے۔ سخت اور چٹان پرسنالٹی ہر ایک کو متوجہ کرتی ہے۔ لوگ کچھ نہیں تو صرف تجسس میں ہی آپ کے اندر کا راز پانے کے لیے آپ کی سمت بڑھتے ہیں، آپ میں اترتے ہیں۔“

”بہت زیادہ کونشس ہو گیا ہے۔“ اس نے ملازم کو کافی کی ٹرے میز پر سجاتے دیکھ کر اسے کاندھوں سے تھام کر کرسی پر بٹھایا۔ پھر ملازم کے چلے جانے پر کافی

بناتے ہوئے اسے دیکھنے لگا۔

”تمہیں کیسی لڑکیاں اٹریکٹ کرتی ہیں۔“ اس کا سوال اس پر ہی اچھال دیا گیا تھا۔

وہ اسے دیکھے گیا کتنی ساعتوں تک اور پھر بولا۔

”شاید پہلے بولڈ لڑکیاں بھاتی تھیں۔ قدم سے قدم ملا کر چلنے والی۔ آپ کی غلطی پر آپ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سرزنش کرنے والی۔ ماں کی طرح پروا کرنے والی، چاہت کی طرح آپ کی حدت سے موم ہو کر پگھل جانے والی مگر اب شاید لڑکیوں کی ایک ہی قسم پسند ہے۔ ڈر جانے والی، ایک آواز پر سہم کر پیچھے ہٹ جانے والی۔ آپ کی نظر کے لیے ہوکتی ہوئی۔“

”بس زیادہ ہیرو مت بن۔ کافی لے۔“ اس نے کافی اس کی طرف بڑھائی، وہ مسکرانے لگا، پھر کافی کے بعد اس کی طرف مڑا۔

”بہت اسٹوپڈ ہے تو بات تیری تھی میری سمت بڑھا دی۔ اب سچ سچ بتا تجھے کیسی لڑکی پسند ہے، یار آنٹی کا مجھ پر پریشر بڑھتا جا رہا ہے۔ وہ کہتی ہیں، پاکستان میں رہنے کا فیصلہ قطعی کا سہی، لیکن اسے اتنا آزاد رکھنے کا میرا کوئی ارادہ نہیں بقول ان کے اگر بچہ بگڑ گیا تو۔۔۔؟“

”ہیں اب مزید بگڑنے کا کوئی چانس بچتا ہے کیا؟“ ایک شرارت بھری مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر کھیلنے لگی۔

”ہاتھ سے نکل گیا ہے تو آنٹی سے کہنا پڑے گا یا تو وہ یہاں آ جائیں یا تجھے اسٹیٹ بلا لیں ورنہ خاندانی پرم پرا خطرے میں ہے۔“

”ہوں۔ بدیسی چینل کافی دیکھے جا رہے ہیں۔“ اس نے اسے گھورا پھر موڈ بدل کر بولا۔

”مجھے تو اپنے سے زیادہ تیری زندگی خطرے میں لگتی ہے خواتین ڈائجسٹ کی ملکن کہانیاں اور بدیسی چینل کے گھریلو سیاست سے بھرے ڈرامے، سوچ آخر کہاں جا رہی ہے تیری زندگی کی نیا۔“

”کہیں نہیں جا رہی میری نیا۔ بس اپنی زندگی کسی کنارے لگا اور آج میں اس سوال کا جواب لے کر رہوں گا۔ میں نے آنٹی سے پرامس کر رکھا ہے۔“

اس نے جان بچتی نہ دیکھی تو سنجیدگی کا لبادہ اوڑھ لیا پھر نہایت گمبھیر تا سنجیدگی سے بولا۔ ”مما کا خیال تھا ان کی سب بچوں کو ضرورت ہے سوائے میرے میں نے کتنا کہا مت چھوڑ کر جائیے پاکستان مگر کہنے لگیں ان کے تین بیٹے امریکہ میں ہیں ان کی اولاد ان کا گھر۔ سب کچھ وہاں ہے، میں نے کہا۔ آپ کو تسکین نہیں ملتی۔ میں ہوں آپ کے پاس اتنے قریب کے آپ چاہیں تو مجھے چھو لیں۔ آپ کی دعا چاہیے تو مجھ میں رچ بس جائے، کیا آپ کو میرا انتظار کرنا اچھا نہیں لگتا جو انتظار کا انتظار کرنے سات سمندر پار جانا چاہتی ہیں، وہاں خود اپنے آپ سے آپ مدتوں مل نہیں پاتے۔ آپ کے اور آپ کے دل کے بیچ ہمیشہ دھندلی اسکرین رہتی ہے یہاں تک کہ آپ خود مٹی ہو جاتے ہیں مگر مما نے میری نہیں سنی انہیں میری اپنی زمین سے محبت زیادہ اٹریکٹیو بات نہیں لگی۔ ان کا خیال تھا میں ضد کر رہا ہوں محض ضد ورنہ اتنے پلوشن زدہ اتنے ال منیرڈ ملک میں رہنے کا کوئی جواز نہیں اور میں نے اس نقطے پر آ کر خاموشی اختیار کر لی۔ پتا نہیں مجھے اپنی حب الوطنی پر کیا جانے والا شک اتنا دل گیر کیوں لگا کہ پھر میں نے ماں کا ہاتھ بھی چھوڑ دیا مجھے لگا اگر میری محبت سچی ہے تو مجھے کبھی بھی اس ملک میں رہنے کا فیصلہ تاسف اور پچھتاوا نہیں دان کرے گا۔“

”میری محبت واقعی مخلص ہے تو مما کو ایک نہ ایک دن احساس ہو گا کہ وہ اس بے کار ملک میں اپنی سب سے قیمتی متاع چھوڑ کر آئی ہیں وہ میری محبت رد کر کے آئی ہیں تب ہی محبت کا مزہ کبھی ان کے دل کو سیراب نہیں کر سکا اور عمر! یہ حقیقت ہے مجھے اگر ضد ہے تو صرف یہ ہی ضد ہے اگر میرے حصے کی خوشیاں کہیں ہیں تو انہیں مما خود آ کر کھوجیں گی۔ خود ڈھونڈ کر میرے لیے لائیں گی اور جب وہ ایسا کرنے کو تیار ہوں گی تو میں بھی اپنی زندگی کا دروازہ سبز موسموں کی طرف کھولنے میں دیر نہیں کروں گا۔“

عمر رفیق اسے دیکھے گیا۔ وہ چپ ہوا تو اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

"میں تو تمہیں ایک لاابالی آدمی سمجھتا تھا جسے اپنی گرل فرینڈ کے ساتھ گھومنے اور پیسہ ضائع کرکے خوشی ہوتی تھی مگر آج پتا چلا تمہارے اندر کی تنہائی تمہیں اس طرح محفلوں میں دوڑائے پھرتی ہے کہ دیکھنے والی نظر جانے 'تم سے زیادہ اپنا وقت برباد کرنے والا ناعاقبت اندیش کوئی اور نہیں مگر یہ دیکھنے والی نظر نہیں جانتی۔ کسی کو ظاہری طور پر جان لینے کا دعوا کتنا بودا اور کمتر ہوتا ہے۔ کبھی کبھی اتنا بودا کہ بے شمار سال بتا کر بھی ہاتھ کچھ نہیں لگتا۔"

"آہاں شاید۔ مگر سنو مجھے زیادہ جذباتی مت کرو۔ چلو کہیں باہر گھوم آتے ہیں۔"

"کیوں اندر گھوم کر آنا برا لگ رہا ہے۔"

"ہو سکتا ہے۔ کیوں کہ باہر گھومنے کی نسبت اندر گھومنے سے دل اور دھیان دونوں زیادہ تھک جاتے ہیں۔ اور اس تھکن کو سمیٹنے والا کوئی نہ ہو تو تمہیں نہیں پتا وجود صرف تھکن بن جاتا ہے۔ کہیں بھی ٹوٹ کر بکھر جانے کو تیار' چلو باہر چلیں۔ ہو سکتا ہے باہر کی گہما گہمی' شور اور لوگوں کے قدموں کی چاپ اور چہرے سے اندر کی تھکن کوئی سہارا ڈھونڈ نکالے۔"

☼ ☼ ☼

"مدیحہ... مدیحہ ڈارلنگ! آخر تمہیں اچانک کیا سوجھی ہے باہر گھومنے کی۔ اس وقت رات کے گیارہ بجے ہیں۔ تمہیں پتا ہے یہ کس قدر نامناسب وقت ہے کراچی کی سڑکوں پر گھومنے کا۔"

وہ کمرے میں داخل ہوتے کے ساتھ ہی اس پر الٹ پڑی تھی۔ لیکن سامنے والی شخصیت پر اس کے غصے کا قطعاً "کوئی اثر نہیں تھا" اس کے ہاتھ بہت تیزی سے میک اپ کرنے میں مصروف تھے۔

"آخر یہ میک اپ کس کو دکھانا ہے۔ کتنا وقت برباد کر رہی ہو نا تم..." اس نے پلٹ کر اس کی طرف دیکھا۔

"پلیز عاشی! تم مجھے ماما کی طرح ریموٹ کرنے کی کوشش مت کیا کرو۔ سمپل سی بات ہے میرا دل چاہ رہا ہے۔ لانگ ڈرائیو کا' پیزا کھائیں گے اور تھوڑی سی موج مستی کریں گے۔ تم ہی بتاؤ' اکیلے گھر میں پڑے پڑے بھی میں کیا کروں پاپا دس سال سے باہر ہیں' مما کی اپنی سوشل ایکٹوٹی ہے۔ بھائی اور بھابھی کی اپنی زندگی' راعنا کی اپنی مصروفیات' وہ سال کے آٹھ ماہ تو اپنے رشد رازی اور سبجیکٹ کے حسابوں ریت مٹی اور کھنڈروں میں گھومتی رہتی ہے۔ پتا نہیں اسے کس نے آرکیالوجسٹ بننے کا مشورہ دیا ہے۔ اپنے گھر میں سے تو آج تک کام کی چیز بر آمد نہ کر سکی باہر نکل گئی ہے مٹی میں دفن چیزیں کریدنے۔"

"بکو مت راعنا ایک قابل لڑکی ہے..." اس نے اس کی باتوں کا ساتھ نہ دیتے ہوئے راعنا کی حمایت کی اور وہ منمنائی۔

"ہاں ہاں ٹھہری جو پرانی روح' تمہیں تو وہی اچھی لگے گی ناں ورنہ سچ پوچھو' مجھے تو وہ زندگی سے بھاگی ہوئی ایک کوشش کی طرح لگتی ہے۔ جو زندہ محترم زندگی سے' اس کے دکھوں پریشانیوں سے بھاگ کر کھنڈرات میں زندگی کھوجتی ہے' کیونکہ وہاں اسے کوئی رو رو کر اپنی داستان غم سنانے والا جو نہیں ہے۔ کوئی دامن تھام کر اپنا زخم دکھانے والا نہیں ہے۔ وہ سب مٹی ہیں' کچھ مٹی کے نیچے دبے ہیں کچھ مٹی سے اوپر جھاڑ پونچھ کر رکھ دیے گئے پرانے' ماہ و سال' اور وقت کو جس میں اپنی مرضی کا واقعہ بھرنا' رنگ دینا' داستان کو اپنی پسند کا موڑ دینا کہانی کہنا آسان لگتا ہے۔ وہ سچ کو چھوڑ کر جھوٹی کہانیاں گھڑنے نکلی ہے اور مجھے زندگی اٹریکٹ کرتی ہے زندہ متحرک زندگی۔ میں دکھ پر ہاتھ رکھ کر اس کا غم بٹانے کو افضل مانتی ہوں دکھ کا صرف غم منانے والے مجھے بہت زیادہ چیٹر لگتے ہیں۔ اپنے آپ سے چیٹ کرتے ہیں بے چارے اس دکھ سے دھوکہ کرتے ہیں۔"

وہ اسے خاموشی سے دیکھے گئی' "تمہیں سمجھنا بہت مشکل ہے۔ مجھے لگتا ہے تمہارے اندر بھی کوئی آثار قدیمہ ہے۔ جس میں کسی گوتم نے دھیان گیان کیا

ہے۔ اپنی ذات کا گیان پایا ہے۔ تمہارے باہر کا شور اندر کی خاموشی ہے سوا سہی مگر تمہارے اندر کی خاموشی اسٹوپا میں رکھی بدھا کی مورتی کے ہونٹوں پر کھلنے والی مسکان کی طرح ہے' جس میں پالینے کا اطمینان ہے اور پورا کا پورا دے دینے کا مان فخر۔ تم بہت مختلف لڑکی ہو۔ اتنی اچھوتی کہ میں تم سے جب بھی ملتی ہوں لگتا ہے پہلی بار مل رہی ہوں۔"

عاشی نے اسے پرفیوم اسپرے کرتے دیکھ کر اپنی بات ختم کی اور وہ مڑ کر مسکرائی۔

"اتنا دھیان گیان مت کیا کرو' تھک جاؤ گی تعلق صرف محبت میں ہے محبت ہے تو زندگی ہے ورنہ صرف تعلق اپائنمنٹ ڈائری کے سوا کچھ نہیں جس میں وہ نام لکھے ہیں جن سے ہمیں وقت کے کسی دن میں' کسی پل میں ملنا ہے لیکن یہ ملنا ایسے ہے جیسے ہم کسی درخت کو دیکھیں' کسی دور ستارے کو دیکھیں' راستہ بھولے پنچھی کو دیکھیں' ہاں مگر ملنے والے لوگ وہ تو محبت ہوتے ہیں۔ ان سے وقت کو بھول کر کسی اس پل میں ملنا جو صرف ہمارے اپنے نام مختص تھا بڑا رومنٹک لگتا ہے۔ محبت ڈائری ہرگز نہیں ہے سو بے سمت چلتے ہوئے سمت پا جانے کا مزہ ہی الگ ہے۔ خود کو کھو آنے کی تمنا میں کسی کو پالینے کی سرخوشی حاصل کرنا بہت دھانسو ہے۔ کیا سمجھیں۔"

وہ اس کے قریب چلی آئی تھی سو عاشی کو اٹھنا ہی پڑا تھا' وہ اس کی بات کا جواب جان کر نہیں دے رہی تھی۔ کچھ باتوں کی ان کہی میں جو مزہ ہے' وہ کہنے میں کہاں۔ اس لیے وہ اس کی کہنی میں چھپی ان کہی خوشی کو کھوجتی اس کے ہمراہ باہر نکل آئی۔

"ہم کہاں چلیں گے..." گاڑی میں بیٹھتے ہوئے اس نے احتیاطاً "سوال پوچھا اور وہ ہنسنے لگی۔

"ہمیشہ جانے بوجھے راستوں پر جاتے ہیں' لوٹ آتے ہیں آج کہیں انجانے راستے پر خود کو کھونے کی حسرت میں چلتے ہیں۔ دیکھتے ہیں ہم جس محبت کے پیچھے بھاگے پھر رہے ہیں۔ وہ محبت ہماری طرح ہمیں ڈھونڈنے آئی ہے یا نہیں۔"

عاشی نے چپ سادھ لی تھی۔ گاڑی سبک رفتاری سے آگے بڑھی جا رہی تھی۔ وہ خوب انجوائے کر رہے تھے جب ایک پشاوری ہوٹل کے سامنے اس نے گاڑی پارک کی۔

"چلو اندر چلتے ہیں۔ سنا ہے یہاں اسٹیم روسٹ بہت مزے کا ملتا ہے' پشاوری نان چرغہ اور اسٹیم روسٹ کیسا رہے گا۔" وہ بظاہر پوچھ رہی تھی لیکن درحقیقت اپنا مینو اسے بتا چکی تھی۔

وہ ایک میز سنبھال چکی تھی آرڈر بھی دیا جا چکا تھا جب کھانے کا انتظار کرتے ہوئے مدیحہ نے دو نوجوانوں کو اپنی میز کی طرف متوجہ پایا عاشی جانتی تھی۔ وہ ایک نمبر کی تلخ کلام ہے ابھی جھٹ سے جا کر ان کی طبیعت صاف کرنے کی کوشش کر ڈالے گی اس لیے وہ اس کا دھیان اپنی اور سلمان کی رومینٹک باتوں کی طرف لگا رہی تھی مگر برا ہو اس کے جلالی غصے کا فوراً" وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"خیریت کیا ہماری دور کی کوئی جان پہچان ہے۔"

"جی جی نہیں تو وہ تو ہم دونوں بس یونہی..." دونوں میں سے ایک نے ہمت کی اور وہ ان کے سامنے بیٹھ گئی۔

"حیرت ہے لوگ یونہی کے کاموں میں بھی اپنا قیمتی وقت ضائع کرتے ہیں۔ دیکھیے میں عام لڑکیوں سے عقل یا شکل میں مختلف لگتی ہوں جو آپ نے مسلسل مجھے گھورتے رہنے کا ٹھیکہ لے لیا ہے۔"

"اور اب کیا ہم اردو فلموں کا گھسا پٹا فارمولا ہم شکل پر کہانی سنیں گے۔" وہ عاشی کو اشارے سے بلانے لگی۔

"یہ لڑکے کیا سوچیں گے اتنا فری ہونے والی لڑکیوں کے متعلق اچھی رائے تو کوئی بھی نہیں رکھتا جو ان سے الگ امید رکھی جائے مگر یہ بات مدیحہ بی بی کو کون سمجھائے۔ جو ہر حماقت میں دل و جان سے کود پڑتی ہیں۔ اب پتا نہیں کون ہیں کیا ہیں' مگر اس لڑکی کا اطمینان۔" وہ مرے مرے قدم اٹھاتی ان کی ٹیبل کے قریب آگئی۔ قدموں کی رفتار سے زیادہ سوچنے کی رفتار

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

تھی اس لیے وہاں پہنچتے پہنچتے ایک فیصلہ کر چکی تھی۔ معذرت کے بعد اپنی سیٹ تک واپسی کا فیصلہ مگر مدیحہ حسام کا ایسا کوئی ارادہ نہیں لگتا تھا۔

"عاشی! ان سے ملو' یہ فلموں کی بہت اچھی کہانیاں سناتے ہیں شاید اسکرپٹ رائٹر ہیں آپ کا نام۔۔۔" اس کا موڈ ابھی تک برقرار تھا۔ سو شفیف ارسلان کو بھی عادتاً" اس لڑکی میں دلچسپی محسوس ہونی شروع ہوئی۔

"مجھے شفیف ارسلان کہتے ہیں۔ میں ایکسپورٹ امپورٹ کا بزنس کرتا ہوں' یہ میرا دوست ہے عمر رفیق' یہ یہاں ایک موبائل کمپنی میں مارکیٹنگ آفیسر ہے۔"

"ولیعنی راوی چین کی بانسری بجا رہا ہے۔ اس لیے آپ کے لیے زندگی محض لطف کی چیز کے سوا کچھ نہیں ہے۔"

"آپ ہمیں غلط سمجھ رہی ہیں۔ ہم قطعاً" بگڑے ہوئے رئیس زادوں کی کیٹگری کے لوگ نہیں ہیں۔ ہم تو آج ویک اینڈ پر صرف پورے ہفتے کے کام کی تھکن اتارنے لانگ ڈرائیو پر نکلے تھے۔ ادھر دیکھیے کیا ہم شکل سے ہنگامہ پرور اور غیر سنجیدہ لوگ دکھائی دیتے ہیں۔"

مدیحہ حسام نے بس ایک نظر ہی تو اٹھائی تھی پر لگا بینائی کہیں کسی چہرے میں سمٹ کر رہ گئی تھی۔ اتنا اچانک ہوا تھا یہ حادثہ کہ اسے خود کو مجتمع کرنا دشوار لگنے لگا۔

محبت کسی بھی موڑ پر ہمیں کسی بھی شکل میں مل سکتی ہے' کسی بھی طرح کی محبت کو دھتکارنا نہیں چاہیے' ہو سکتا ہے خوش ہو کر وقت ہمیں بھید بھری محبت کے من سے ہماری تمنا کھوج نکالے۔ خالی ہتھیلیوں کو بھر دے۔ وہ محبت کا خدا اتنی ڈھیروں ڈھیر خوشیوں اور خوابوں سے کہ دامن چھوٹا پڑ جائے۔

"پتا نہیں تم میری محبت ہو یا نہیں مگر ہر چہرے سے مختلف چہرہ ہو' ہر نظر سے مختلف ہے تمہاری نظروں جیسے کوئی دکھ اوڑھ چلا تمہاری بینائی کی چوکھٹ پر آن بیٹھا ہو اور کوئی خوشی سادھو کی طرح سنکھ بجا کر تمہاری آنکھ کا دامن چھوڑنے کو تیار کھڑی ہو پتا نہیں کیا دکھ ہے تمہیں۔"

"آپ کا نام۔۔۔" اس نے بہت دیر بعد سر ہلا کر سوال کیا۔ اور شفیف ارسلان نے کہا۔

"جی شفیف ارسلان۔۔۔ لوگ پیار سے مجھے شفی کہتے ہیں ویسے میرے نام کا مطلب ہی بہت پیار کرنے والا' بہت محبت کرنے والا ہے۔" وہ یوں بولا جیسے اسے للچا رہا ہو۔

مگر اس کی مسکراہٹ گہری ہو گئی تھی۔ "سر! آپ کا نام کیا ہے؟"

"عمر۔۔۔ عمر رفیق! ابھی شفی نے بتایا تو تھا آپ کو۔ شاید آپ نے سنا نہیں۔" اس نے بھی دھیمی مسکراہٹ سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں نے سنا تھا مگر میں جاننا چاہتی تھی خود آپ کا نام آپ کے منہ سے سننے میں کیسا لگتا ہے۔"

"پھر کیسا لگا۔۔۔؟" عمر رفیق طرح دینے لگا یونہی مزہ لینے کو۔ کون سا انہیں پھر ملنا تھا جو وقت تھا اس لمحے میں ان کے قریب کھڑا تھا اور وہ اس وقت سے زیادہ سے زیادہ حظ لے لینا چاہتا تھا مدیحہ کے لیے وقت کا ہر لمحہ قیمتی تھا اور وہ ہر لمحے میں ایک ہی دعا وقت کے پلو سے باندھ رہی تھی۔ خدا انہیں پھر سے ضرور ملائے۔"

"آپ کا نام خوبصورت ہے مگر آپ کے کہنے سے یہ اور زیادہ خوبصورت لگنے لگا ہے۔"

"واقعی مجھے بھی ایسا ہی لگتا ہے' یہ لیجیے نا آپ میرا کارڈ رکھیے جب چاہے رابطہ کر سکتی ہیں۔" شفیف ارسلان نے موقع غنیمت جان کر بات آگے بڑھائی۔ عمر رفیق نے کسمسا کر دیکھا مگر اثر کہاں ہونا تھا مدیحہ کارڈ لے چکی تھی ویٹران کا آرڈر بھی اسی میز پر لے آیا تھا کھانا خاموشی میں کھایا گیا تھا پھر وہ دونوں اٹھ کر چلی گئی تھیں۔ جب شفیف ارسلان نے اسے کہنی مار کر متوجہ کیا تھا۔

"تمہیں کیا لگتا ہے یہ کیسی لڑکیاں تھیں۔" صاف بات ان کی پرسنالٹی پر تھی۔ عمر رفیق نے سگریٹ کیس سے سگریٹ نکال کر سلگا لیا تھا پھر جہاندیدگی سے بولا

تھا۔

"پہلی نظر میں ان کے فری ہونے سے بندہ غلط اندازے کا شکار ہو سکتا ہے' مگر گہرائی سے دیکھنے پر اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ لڑکیاں کسی اچھی فیملی کی فرسٹریٹ نسل کا حصہ ہیں۔ ہماری طرح' پتا نہیں ان کا ایسا کیا پرابلم ہے جو وہ رات گئے گھر سے باہر گھوم رہی ہیں۔"

شفیف ارسلان نے سر ہلا کر اس کی تائید کی تھی۔ یوں وہ دو بجے گھر آئے تھے۔ عمر رفیق شفیف کو ڈراپ کر کے اپنے گھر مڑ گیا تھا۔ پھر یہ تیسرے دن کی بات تھی جب اس کے موبائل پر بپ ہوئی تھی نمبر قطعی نا آشنا تھا۔ لیکن پھر بھی اس نے کال ریسیو کر لی مگر مخاطب جو تھا اس پر اسے حیرت ہوئی تھی۔

"آپ کو میرا نمبر کیسے ملا مس مدیحہ۔۔۔"

"وہ میں نے شفی کو کانٹیکٹ کیا تھا وہیں سے لیا تھا یہ نمبر' آپ نے برا تو نہیں مانا میرے فون کا۔۔۔"

"نہیں خیر' اس میں کوئی حرج نہیں لیکن کیا میں جان سکتا ہوں آپ نے مجھ سے رابطہ کرنا کیوں ضروری سمجھا۔" لہجہ حسب سابق سخت تھا مگر اسے پروا ہی کب تھی' وہ دوستی کی بابت اس سے عہد لے رہی تھی اس نے سنا تو معذرت چاہی۔

"سوری مدیحہ! میں کبھی بھی کسی اجنبی کو دوست نہیں بنایا کرتا۔"

"کسی اجنبی کو دوست نا بنانے کا فیصلہ بدل کر دیکھنے میں کیا حرج ہے' آج اجنبی ضروری تو نہیں آپ کے لیے ہمیشہ اجنبی رہے پھر دشمنی نہیں ہے تو دوستی کرنے میں کیا حرج ہے۔"

اس نے کمزور سی ہامی بھر لی پھر وہ اکثر ملنے لگے شفیف "عاشی" راعنا اور وہ دونوں ایک نیا گروپ بن گیا تھا جیسے کبھی کبھی سلمان احمد اور راعنا کا شریک سفر رشد رازی جوائن کر لیتے تھے۔ رشد رازی راعنا ہی کے شعبے سے منسلک تھا۔ دونوں کی شادی باہمی شوق کے مشترک ہونے پر ہی ارینج کی گئی تھی۔ اس شادی سے وہ دونوں تو خوش تھے مگر رشد رازی کی امی بہت خفا تھیں۔ ان کا خیال تھا۔ زندگی گھر سے باہر نہیں گھر میں ہے اور وہ کہتی تھی جہاں رشد رازی ہے اس کی زندگی وہیں سے شروع ہوتی ہے۔ امی مانتی تو تھیں یہ بات' خوش بھی تھیں اس سوچ پر مگر گھر اور گھر میں گونجنے والی چکاروں کی حرص انہیں ہراساں رکھتی اور وہ دونوں کہتے۔

"ہر کام کا ایک وقت مقرر ہے۔" سو وقت ان کا ہاتھ تھامے چلے جا رہا تھا' جب شفیف نے ایک دن راعنا سے کہا۔

"مجھے لگتا ہے میرے عمر کے لیے مدیحہ سے اچھی کوئی لڑکی نہیں ہو سکتی' مگر نہ مدیحہ اس موضوع کی طرف آتی ہے نہ عمر' دونوں پتا نہیں کس بات سے خوف زدہ ہیں۔" راعنا نے تنہائی ملتے پر مدیحہ سے یہ سوال کیا تو اس کا ایک ہی جواب تھا۔

"ہم کسی کو اپنی مرضی سے چاہ تو سکتے ہیں' لیکن کسی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر یہ نہیں کہہ سکتے تم بھی مجھ سے محبت کرو' سو راعنا! میں عمر سے محبت کرتی ہوں مگر میں اپنی عزت نفس کی بہت پروا کرتی ہوں۔"

راعنا نے سن کر خاموشی اختیار کر لی عمر رفیق اور مدیحہ کی دوستی سبک رفتار ندی کی طرح بہتی چلی گئی پھر یہ ایک دن کی بات تھی جب عمر رفیق نے اسے سحر کی تصویریں دکھائی تھیں۔

"اس لڑکی کو میں نے اپنی محبت سمجھا اتنی شدت سے کہ اب مزید کسی محبت کے لیے میرے اندر سکت نہیں ہے۔"

"کیا محبت اتنا کمزور کرتی ہے انسان کو۔۔۔" اس نے تصویر دیکھ کر اس کی طرف لوٹائی اور اس نے کندھے اچکا دیے پھر بولا۔

"پتا نہیں محبت مضبوط کرتی ہے یا کمزور مگر مجھے اس نے برباد ضرور کر دیا ہے۔ میرے اندر کوئی تمنا زندہ نہیں رہ سکتی' میرے اندر محبت نے ایک یقین دیا تھا۔ محبت سب کچھ ہے مگر ایک دن پتا چلا' محبت کچھ نہیں ہے محبت ایک لمحہ اثر ہوا کرتی تھی مگر وقت کے اس لمحے میں میں سب سے زیادہ بے اثر تھا پھر میں نے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

محبت سے منہ موڑ لیا میرے لیے یہ اب کچھ نہیں ہے۔"

مدیحہ اسے دیکھتی رہی۔ ایک یقین تھا جو اس لمحے اس کے اندر بیدار ہو رہا تھا جیسے اس لمحے کی منہ موڑ جانے والی محبت جھک کر اس کے دروازے پر آن رکی تھی۔

وہ اس کے قریب چلی آئی تھی۔

"عمر! آپ کو نہیں لگتا۔ محبت اب بھی آپ کے اندر چھپ کر بیٹھی ہے۔ وہ کہیں نہیں گئی کیا وہ آپ سے کچھ نہیں کہتی۔"

"شاید نہیں۔ مجھ سے محبت کچھ نہیں کہتی مدیحہ! کیا ایسا ہو سکتا ہے آپ سے آپ کے دل کی محبت کچھ نہ کچھ کہے۔"

"ہاں ایسا ممکن ہے اگر آپ محبت کے منہ پر مصلحت کا ٹیپ چپکا دیں اور اپنے دل کے کانوں میں ماضی کے دکھوں کا سیسہ انڈیل دیں تو تب محبت کچھ نہیں کہتی ۔ خاموش سر جھکائے بیٹھی رہتی ہے۔ یا بنجارن کی طرح دل سے سفر اوڑھ کر باہر نکل جاتی ہے۔"

"مدیحہ! آپ نے کبھی محبت کی ہے۔؟" اس نے اس کے قرب سے پگھلتے پگھلتے سنبھل کر سوال میں اپنی کیفیت چھپائی اور اس کے ہونٹوں پہ الوہی مسکراہٹ کھلنے لگی۔

"محبت میری زندگی میں نہیں' لیکن لوگ کہتے ہیں میں محبت کی تعریف پر پوری اترتی ہوں۔"

اتنا یقین' وہ اسے دیکھنے لگا۔

"اس یقین کی وجہ۔؟" وہ ہنس دیا اور وہ مدھم ہو کر بولی۔

"محبت خود یقین ہے۔ آپ اس پر شک نہیں کر سکتے یہ ہوتی ہے یا نہیں ہوتی اور مجھے کہنے دیجیے' یہ آپ کے اندر ہے مگر اس میں کس کی ذات ہے' اسے کھوج نکالنا آپ کا کام ہے ویسے مجھے یقین ہے کہ آپ۔۔۔"

وہ کہتے کہتے خاموش رہ گئی۔ ان کہی دونوں کے بیچ آن کھڑی ہوئی اور وہ شفیف ارسلان کے سامنے جا کھڑا ہوا۔

"محبت پتا نہیں کس کا یقین ہے مگر کسی کی ان کہی مجھ میں آن رکی ہے۔ میں جو کہہ رہا تھا' مجھے اب محبت یاد نہیں۔ محبت خود مجھ سے کہہ رہی ہے وہ مجھے بھولی نہیں ہے مگر شفی! محبت جنہیں یاد کرتی ہے انہیں سدا سفر میں دوڑائے پھرتی ہے۔ محبت صرف جوگ ہے شفی اور یہ کہہ رہی ہے یہ مجھے سنوارنا چاہتی ہے۔"

شفیف ارسلان نے اسے تھام لیا تھا۔

"محبت اگر تمہیں سنوارنا چاہتی ہے تو تم اس کا یہ ہنر خود پر آزمانا کیوں نہیں چاہتے ہو۔ کیوں ناراض ہو خود سے محبت سے۔"

"مگر یہ سب میری زندگی کا رنگ نہیں ہے۔ تم جانتے ہو مجھے کوئی پگھلا نہیں سکتا۔ خیر اسے ہٹاؤ یہ بتاؤ۔ تم نے کوئی فیصلہ کیا۔"

"فیصلہ! میں نے بہت اچھا فیصلہ کیا ہے میرے خیال میں' میں ورلڈ ٹور پر چلا جاؤں اس سے پہلے کہ میری دنیا نہایت محدود کر دی جائے۔ ویسے آپس کی بات ہے۔ کیا ہم لڑکیوں کی طرح صرف شادی بیاہ کی باتیں ہی نہیں کرنے لگے ہیں۔" وہ ہنسنے لگا تھا۔

"واقعی ہم بہت زیادہ لڑکیانہ سوچ اختیار کر گئے ہیں' شاید فراغت میں انسان ایسا ہی سوچتا ہے' ایک فیصلہ کیا اور پھر ان کی مصروفیات میں صنف نازک کا کوئی دخل نہ رہا تھا۔

وہ زیادہ سے زیادہ مصروفیتیں بکھرائے پھرتا تھا اپنے گرد پھر ایک دن شفیف نے اس کی چوری پکڑ لی تھی۔

بے نیازی عجب ہے لیکن
اس کی عادت یہ ہو گئی شاکر
ہر جگہ میرا نام لکھتا ہے

وہ سر جھکائے بیٹھا تھا۔ "تم تو کہتے تھے محبت بے کار چیز ہے تمہارے دل میں اس کی جگہ نہیں۔"

اس نے سر اٹھایا تھا۔ "مجھے لگتا تھا محبت بے کار چیز ہے' اس کی میرے دل میں کوئی جگہ نہیں۔ مگر میں جب بھی تنہا ہوتا ہوں تو وہ ایک لمحہ بن کر آتی ہے اور کہتی ہے۔ آپ نے ابھی تک نہیں کھوجا۔ یہ آپ کے اندر میری ذات ہونے تک بن کر پھیل گئی ہے۔ اس نے نہیں کہا مگر وہ کہنا چاہتی تھی اس لمحے عمر! آپ اعتراف نہ کریں۔ تب بھی میرا دل کہتا ہے آپ مجھ سے محبت کرتے ہیں۔ کبھی کی کہی ان کہی کسی طاقتور پر شور سمندر کی لہر کی طرح اٹھتی ہے۔ دل میں' روح میں نس نس میں پھیل جاتی ہے۔ شفی! مجھے لگتا ہے' واقعی مجھے اس سے محبت ہے جب اس نے خاموش نگاہی سے کہا۔ مجھے یقین ہے آپ مجھ سے محبت کرتے ہیں تو میں نے اسے مسترد کرنے میں جان لڑا دی۔ اس کی محبت ٹھکرانے کے لیے میں نے جھوٹی محبتیں کیں' مگر ہر جگہ اس کی آنکھیں مجھ پر آن جمیں۔ تم صرف میرے ہو اور میرا دل پگھلتا چلا گیا۔ شفی! میں ہار گیا اس لڑکی سے' اس کے یقین سے۔" شفیف ارسلان مسکرانے لگا تھا۔

"مما کو فون کر کے بلاؤں کہ بیٹے کا گھر آ کر بسا جائیں۔۔۔" وہ شریر ہونے لگا تھا۔

اس نے ہاتھوں میں پیپر ویٹ تولنا شروع کر دیا تھا۔

"مرنا نہیں ہے تو بکواس بند۔۔۔"

وہ کندھے اچکا کر رہ گیا پھر وہ دفتر پہنچا تو ٹیبل پر کارڈ اور پھول دیکھ کر وہ ٹھہر سا گیا۔

رائٹنگ وہ ہزاروں میں پہچان سکتا تھا' کارڈ کھولا سامنے ہی شاعری کی زبان میں تمنا درج تھی۔

دیکھیے دل کے مضافات میں رکھیے ہم کو
گاہے گاہے تو ملاقات میں رکھیے ہم کو
راس آئی ہے یہی صورتحال ہمیں
بس اسی صورت حالات میں رکھیے ہم کو
لڑتے آئے ہیں زمانے سے' اجل سے' غم سے
جنگ میں صف کی شروعات میں رکھیے ہم کو
ہم فقیروں سے مناسب نہیں یہ خوئے گریز
کام آئیں گے کبھی! ہات میں رکھیے ہم کو

محبت مسکراہٹ بن کر لبوں پر بکھر گئی تھی۔ وہ اسی وقت شفیف کے دفتر کی سمت اڑا جا رہا تھا۔ مگر شفیف ارسلان سائٹ پر تھا۔ موبائل نمبر ملایا۔ بہت وقت سے دستیاب ہو سکا۔ صورتحال سنی تو دوڑا دوڑا دفتر پہنچا۔

"بس او کے۔ اس لڑکی کو کھونا نہیں ہے تم نے۔"

"مگر مجھے نہیں کرنی شادی وادی۔"

"پاکستان ہے مسٹر! شادی تو کرنی پڑے گی۔ یورپ ہوتا تو بہتیری صورتیں تھیں۔"

"بکواس۔۔۔ پٹے گا۔ وہ بہت اچھی لڑکی ہے۔" اس نے اس کے بال مٹھی میں جکڑے۔ اور وہ پیچھے گیا۔

"اسی لیے تو کہہ رہا ہوں موقع مت گنوا۔ ویسے ایک خوشخبری ہے تیرے لیے۔"

وہ سیدھا ہو بیٹھا۔۔۔ "آنٹی آ رہی ہیں کیا؟"

"ایکسیلنٹ ۔ وہ اس بار عید یہیں منانا چاہتی ہیں۔ دیکھا میری خاموش محبت نے کیسا اثر کیا یار! یہ یقین بڑے کام کی چیز ہے۔ ہاری ہوئی بازی جیت سکتا ہے بندہ' محبت سچی ہو۔ اللہ ساتھ ہو اور محبت کا یقین دل کا دامن تھامے رہے تو آپ کبھی رائیگاں نہیں رہتے۔ جہاں آپ رو کے جائیں وہاں ریسیونگ سیٹ میں ہارٹ بیٹ کی مسک ہوتی ہے۔ فالٹ سامنے والے میں ہوتا ہے۔ اس لیے آپ گزرے ہر لمحے میں' میں ہوں' کی یاد بن کر گونجتے رہتے ہیں۔ آپ ماضی نہیں بنتے۔ آپ مٹتے نہیں ہیں اور مما اسی یاد کے سہارے واپس پلٹ آنا چاہتی ہیں۔ کل کی فلائٹ ہے ان کی۔" وہ مسکراہٹ اور خوشی کو سیلیبریٹ کر رہا تھا ان کے ساتھ' پھر مما آ گئیں تو دونوں کا زیادہ وقت ان کے ساتھ ہی گزرنے لگا تھا' مما بار بار رو پڑتی تھیں۔

"بہت مس کیا میں نے تم دونوں کو۔ وہاں سب کچھ ہے میری سوشل لائف بھی ہے مگر تم دونوں کی بے کار کی باتیں نہیں تھیں۔ کسی خوشی میں خوشی نہیں تھی۔ تب میں نے سوچا مجھے وطن یاد آ رہا ہے تو دل نے کہا شاید مجھے حب الوطنی ستا رہی ہے یا شاید اولاد کی محبت میں یہاں پلٹ آئی۔ مجھے لگا میں ایک قید سے چھوٹ آئی ہوں۔ یہاں کی آزادی ریڈ سگنل پر گاڑی دوڑا دینے کا جو مزہ ہے وہ کہیں اور نہیں۔"

"مما۔۔۔" شفیف نے مما کو تنبیہہ کی تو وہ مسکرانے لگیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"او کے بھئی۔ تمہارے ملک میں قانون کی پاسداری سہی مگر کبھی کبھی منہ کا مزہ بدلنے کے لیے یہ بھی سہی تھرل رہتا ہے زندگی میں۔۔۔" عمر رفیق نے گریس فل مما کو دیکھا جو اپنی دیکھ ریکھ سے پینتیس سے زیادہ نہیں لگتی تھیں۔

"کیا دیکھ رہے ہو۔۔۔" مما نے اسے کھینچ کر قریب کیا اور وہ اپنے احساسات چھپا گیا۔ اور شفیف ارسلان مما کو اس کی تازہ محبت کی بابت بتا رہا تھا تصویر دکھا چکا تھا۔

وہ خاموشی سے اٹھ گیا تھا۔ مما نے اس کی رائے لی تھی۔ تیسرے دن اس کے گھر پہنچ گئی تھیں انکار ناممکن تھا مگر جب اس نے سوال کیا تو وہ خاموش رہی۔

"میں نے تم سے کچھ پوچھا ہے۔ تمہارا اس دن کا ادھورا جملہ یہی تھا نا کہ مجھے یقین ہے آپ کو مجھ سے محبت ہے۔ کیا میں سمجھوں تمہیں واقعی مجھ سے محبت ہے۔؟"

"آپ نے جملے کی ساخت پر غور نہیں کیا۔ میں نے کہا تھا۔ مجھے یقین ہے آپ کو مجھ سے محبت ہے مگر میں بھی آپ سے محبت کرنے لگوں۔ یہ کس کتاب میں لکھا ہے۔"

"کسی کتاب میں نہیں، لیکن میرا یقین کہتا ہے' محبت یک طرفہ نہیں ہوتی۔"

"مگر یک طرفہ محبت میں تو سنا ہے' ہزاروں زندگیاں خاک ہو گئی ہیں۔"

"ہو سکتا ہے انہیں اس زمین پر نہیں آسمان کے کسی اور سیارے کسی اور دنیا میں ملنا ہو گا' دنیا کے بعد ملنا ہو گا تب ہی دل نے انہیں ایک دوسرے کا کیا محبت نے کشش کی مگر پھر کچھ مصلحت آڑے آئی کلاس فیکٹر نے دامن کھینچا اور کچھ محبت نے دیر سے در کھٹکھٹایا۔ کبھی محبت نے بے رخی کا بھیس بھرا مگر یہ یک طرفہ نہیں ہوتی۔ کسی دل سے کسی دوسرے دل کے لیے شعاعیں حصار کھینچتی ہیں تو دل کسی کی سمت مڑتا ہے۔ اس کا ہوتا ہے' محبت بے سمت ہوتی ہے نہ رائیگاں' تمہیں دیکھ کر میں یقین سے کہہ سکتا ہوں۔"

وہ یقیناً مسکرا رہی ہوگی' اس نے سوچا اور موبائل کو بائیں ہاتھ سے دائیں میں منتقل کرتے ہوئے بولا۔ "سحر جو کچھ بھی میرے لیے تم اس سے بڑھ کر ہو۔ کیونکہ تم میرے اندر میری ذات ہو تک ہو ایک نظم سناؤں۔"

"ہاں۔۔۔" کپکپاتا سا ہاں سن کر وہ مسکرایا پھر کاغذ جیب سے نکال کر بولا۔

"سچ پوچھو تو شاعری کبھی سمجھ میں نہیں آئی' مگر پڑھنے میں مزہ ضرور آتا ہے۔ شفی کہتا ہے یہ افسانوں ناولز کے ہیروز کو زبانی لمبی لمبی نظمیں کیسے یاد ہوتی ہیں یہاں تو مشکل سے ایک شعر بھی یاد ہو جائے تو کمال ہے۔ میں نے کہا ہیرو بے چارہ وہاں بھی ہماری طرح یادداشت کا مارا ہوتا ہے' بس رائٹرز کی ڈائریاں زندہ باد۔ یہ نظم بھی ایک کہانی سے اڑائی ہے۔ آج خواتین ڈائجسٹ پڑھنا کام آ گیا چلو بکواس بند اب نظم سنو۔۔۔"

وہ سنانے لگا اور فضا لفظ بن کر اس کی سماعت میں رس گھولنے لگی۔

اتنی بڑی ان دنیاؤں میں
اپنے نام کی تختی والی ایک عمارت
کتنے دکھوں کی اینٹیں چن کر گھر بنتی ہے
پتھر پتھر جوڑ کے دیکھو
میں نے بھی اک گھر ہے بنایا
رنگوں' پھولوں' تصویروں سے اس کو سجایا
دروازے کی لوح پہ اپنا نام لکھوایا
لیکن اس کے ہر کمرے میں تم رہتے ہو

"مدیحہ! تمہیں پتا ہے۔ دکھوں کی ان اینٹوں کے درمیان تمہاری محبت۔۔۔ تمہاری محبت کرنے کی لگن سکون اور تسکین ہے۔ تم اپنے نام کی طرح ہو' انتہائی پر مسرت خوشی جیسی میں۔ اس خوشی سے اپنا دامن بھر لینا چاہتا ہوں۔"

اس کی ہلکی ہلکی ہنسی بتا رہی تھی کہ اس کی ہتھیلیاں ابھی سے مہر محبت اور خوشی کی کلیاں اس کے دامن میں اچھال رہی ہیں۔ وہ مسرور سا ہو کر وقت کے دامن سے اپنے حصے کی خوشیوں کا انتظار کرنے لگا تھا آج اس لمحے سے اور یہ انتظار زیادہ طویل نہیں تھا حکم باریابی کی ایک ساعت محبت تھی اور صرف اس کی تھی۔

PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1

سعدیہ عزیز آفریدی

اور پھر عمر حیدر نے وصاف حیدر کے بیڈ روم کا چوتھا دیدار بھی کر لیا مگر روز اول کی طرح دروازہ امیر شہر کے دل کی طرح بند پڑا تھا یہ بھی نہیں تھا کہ وہ امیر شہر پر کوئی انقلابی تقریر کرنے کے موڈ میں تھا نہ ہی یہ تھا کہ وہ کسی شاعر کی طرح دل پر کوئی سہ غزلہ عرض کرنا چاہتا تھا اگر تھا تو بس اتنا معاملہ تھا کہ سائرہ اور نازک کو بیٹھے بٹھائے آئس کریم کھانے کا بھوت سوار ہو گیا تھا ورنہ دوپہر تک راوی چین ہی چین کا راگ الاپ رہا تھا مگر قسمت کی خرابی کہ اچانک فون بیل نے اسے ہلا کر رکھ دیا۔

فون اٹینڈ تو عمر نے ہی کیا تھا مگر تعارف میں نازک کا نام سنتے ہی سائرہ نے چیل کی طرح جھپٹا مار کر اس سے ریسیور اچک لیا اب کوئی سر کو پیٹے یا نوحہ کرے دونوں میں نقصان اپنا تھا سو عمر حیدر خود کو ٹھنڈا کر کے ان کی ہونے والی باتوں کو سننے لگا کئی بار سائرہ نے اسے جھڑکا بھی۔

”فون تو آرام سے سننے دیا کریں یہ کیا کان لگائے فون سے چپکے ہی چلے جا رہے ہیں نازک سمجھایئے اپنے ہونے والے مجازی خدا کو بہت تنگ کرتے ہیں۔“

”تنگ کرتے ہیں کی بچی یہ فون میرے لیے تھا تم نے جھپٹا مارا ہے۔“ وہ ریسیور کے قریب چلایا تو نازک کی مترنم ہنسی کا فوارہ پھوٹ پڑا اور ان دونوں میں اس مبہم ہنسی سے یہ جنگ چھڑ گئی کہ ثابت کرو یہ فون تمہارے لیے تھا۔

دونوں اس کے سر ہو گئے تھے مگر وہ ایک کائیاں تھی صاف دامن بچا کر فرمائشی بلیٹن کی طرف لوٹ آئی۔

”عمر آئس کریم کھانا کتنا پرلطف کام ہے۔“

”ہاں ہے، مگر جب یہ بم کسی اور کی جیب پر گرے۔“ وہ بھی صاف بچنے کی کوشش میں تھا مگر دونوں نے مل کر بالآخر اسے گھیر ہی لیا تھا۔

”پلیز عمر بھائی! کیا برا ہے جو آئس کریم ہو جائے۔“ سائرہ نے باقاعدہ کہہ کر تصور میں ندیدوں کی طرح آئس کریم کا لطف بھی لے لیا اور وہ بھنایا۔

”خدا کا خوف کرو سائرہ۔ میں تین ہزار تنخواہ پر ملازم لیکچرار ہوں تمہاری یہ فضول خرچیاں میرا دیوالیہ نکال دیں گی۔“

”نازک اپنے فیصلے میں ترمیم کر لو۔ یہ شخص بے حد بخیل واقع ہوا ہے۔“ اس نے بے مروتی کا جواب پایا تو اس کا کیس بگاڑنے لگی۔ نازک نے ہنکارا بھرا اور عمر حیدر بھلا یہ تیور برداشت کر سکتا تھا۔ جھٹ سے مان گیا اور یوں وصاف حیدر کے بیڈ روم کے پھیرے لینے کا آغاز ہوا وجہ پراڈو کی چابی تھی جو وصاف حیدر کے زیر استعمال تھی اور جسے خاص خاص موقعوں پر عمر ادھار مانگ لیا کرتا تھا۔ یہ اور بات کہ اس ادھار کے کاروبار پر سائرہ اور نازک دونوں ہی اسے خوب سنایا کرتی تھیں۔

”بابا سے کہہ کر کوئی گاڑی شوروم سے کیوں نہیں نکلوا لیتے۔ یہ بائیک گھسیٹتے پھرنے میں کوئی خاص لطف ہے۔“ وہ ہنس کر ٹال جاتا پھر جیب کی طرف اشارہ کر کے بردباری سے کہتا۔

”اس جیب میں جتنے روپے ہیں یا ہو سکتے ہیں ان سے صرف بائیک کی ٹنکی ہی فل ہو سکتی ہے۔“

سائرہ اس کا یہ عذر سنتی تو بگڑ کے کہتی۔ ”نازک یہ صرف ہماری تمہاری دوستی کو پھلتے پھولتے نہیں دیکھ سکتے اس لیے اکیلے اکیلے سیر سپاٹے چاہتے ہیں حالانکہ نوکری ان کی نہ مجبوری ہے نہ ضرورت اور گاڑی کے مسئلے پر تو یوں بھی بابا ڈونیشن آرام سے دے دیا کرتے ہیں۔“

”مگر ہماری خودداری کبھی یہ برداشت نہیں کر سکتی۔ بقول اقبال۔

اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

”خدا کا خوف کرو۔ گھر میں صرف عمر حیدر رہا کرو۔ پروفیسری کالج تک رہنے دو تو اچھا ہے۔“ وہ بور ہوتے دیکھتا تو کسی اور من پسند بات سے دونوں کا دل بہلا دیتا مگر اس لمحے۔ کچھ مشکل ہی آ پڑی تھی۔ دروازہ ناک کرنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔ وصاف حیدر کا

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

عمومی سرد رویہ اس سلسلے میں مانع تھا۔ ان دونوں کو بھی ٹالنے کا نہیں سوچ سکتا تھا کہ اس طرح حال اور مستقبل دونوں ہاتھ دھو کر پیچھے پڑ جاتے۔ عمر حیدر کے لیے ادھر بھی کھائی تھی ادھر بھی کھائی تھی۔ وہ گومگو کی حالت میں تھا کہ اچانک نازک جمال کے آجانے سے اس کی جان دوہرے عذاب میں آگئی۔

"تم اتنے بزدل ہو تو ہم ٹیکسی میں چلے جاتے ہیں۔" نازک جمال نے بھنا کر اس مسئلے کا فیصلہ کرنا چاہا اور وہ اپنی محبت کے سامنے سرخرو ہونے کے لیے پھر سے اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ تین قدم چلا مگر پھر پلٹ آیا۔

"سوچ لو نازک! تمہیں آئس کریم عزیز ہے یا اپنا مجازی خدا۔"

"آئس کریم۔" نازک جمال نے بے مروتی کی انتہا کردی۔ سائرہ حیدر نے راگ سے راگ ملایا تو اس نے بھی زندگی کو الوداع کہہ دیا۔

"ٹھیک ہے جب تمہیں اپنا بھائی عزیز نہیں رہا تو میں کیا کرسکتا ہوں۔" چہرہ تھوڑا سا موڑ کر نازک کو دیکھ کر باقی جملہ اس کی طرف اچھالا۔

"نازک سوچ لو بھری جوانی میں بیوہ ہو کر کیسی لگوگی تم؟"

"بکومت اب جاؤ بھی۔" اس نے بے ساخت دھڑک اٹھنے والے دل کی پریشانی سے گھبرا کر اسے آگے دھکیلا۔ وہ تین قدم پھر سے سرکا اور پھر ناکام ہیرو کی طرح پلٹ کر ان دونوں کو رحم طلب نگاہوں سے دیکھا۔ کوئی جنبش نہ پائی تو دروازہ ناک کرنے کے لیے ہاتھ بڑھایا مگر پھر عجیب سچویشن ہوگئی کہ اس کا ہاتھ ہوا میں معلق رہ گیا تھا اور ہونٹوں پر درد بھرے انداز میں انا للہ و انا الیہ راجعون اٹک گیا۔ آنکھیں بند ہوگئیں اور رنگ زرد پڑ گیا۔ کتنی ساعت ایسے ہی وقت تھما رہا پھر وصاف حیدر کی ہی سرد آواز سنائی دی۔

"کیا مسئلہ ہے عمر! کوئی کام تھا؟"

اتنا سرد لہجہ عمر حیدر کو اپنے نام کی ہجے بھی یاد نہ رہے۔ پلٹ کر پیچھے مدد کے لیے دیکھا تو دونوں فتنہ پردازوں کو بجلی کی طرح غائب پایا۔

"واٹ از یور پرابلم عمر۔" پھر سے پوچھا وصاف حیدر نے تو عمر حیدر نے سوچا۔

"بگ بی! اگر اس وقت یہ سوال آپ دنیا کی تو کیا مریخ کی زبان میں بھی مجھ سے پوچھیں گے تو جواب نہیں ملے گا۔" آئس کریم، نازک اور سائرہ پراڈو کی چابی سب دماغ میں گڈمڈ ہو چکا تھا۔

"جیپ کی چابی چاہیے؟" اس نے اس کی بدحواسی محسوس کرکے خود ہی اس کی حاجت کا اندازہ لگایا۔ سوال ترتیب دے کر پوچھ بھی ڈالا تو اس کے سینے میں حبس پیدا کرتی سانس فضا میں بکھری۔

"جی! ہم لوگ تھوڑی سی آؤٹنگ پر جانا چاہتے ہیں۔" اس نے ہمت پیدا کرکے جواب دیا تو اس نے کمرے کی سینٹر ٹیبل کی طرف اشارہ کیا۔

"ٹیبل پر پڑی ہے لے لو جاکر، والٹ بھی ہے میرا، اگر ضرورت ہو تو کیش بھی لے لینا۔"

"جی نہیں! پیسے تو ہیں کل ہی تو سیلری ملی ہے۔"

[illegible]

[illegible] وصاف حیدر بائیں ہاتھ سے بالوں کو درست کرتا کمرے سے نکلتا چلا گیا۔ عمر نے حوصلہ پکڑا اور چابی اٹھا کر باہر، یہ اور بات کہ آئس کریم کھاتے ہوئے دونوں نے ہی اس کا خوب مذاق اڑایا۔

"جان کیسی نکلی ہوئی تھی جیسے وصاف بھائی کوئی ملک الموت ہوں۔ دیکھا تھا، سارا [illegible] آنکھیں بند اور انا للہ و انا الیہ راجعون کا ورد کرتے اپنے بھائی جان کو۔ ایک دم یو ربہت جھٹکا لگا اس حال میں دیکھ کر اگر بات منگنی تک ہوتی تو میں اس مسئلے پر سنجیدگی سے سوچتی۔ یو تو مجھے بہادر لوگ کس قدر پسند ہیں۔"

"واہ کیا انداز ہیں۔ آپ کے لیے جان ہتھیلی پر رکھے پھر رہے ہیں اور آپ محترماؤں کا پھر بھی موڈ بحال نہیں۔ سو سو نخرے اور اوپر سے یہ دھمکی۔ نازک جمال آخر تم ہمیشہ مجھے چھوڑنے کا ڈراوا کیوں دیتی ہو؟"

"اس لیے کہ آپ بہت بزدل اور ڈرپوک ہیں فوراً لائن پر آجاتے ہیں اس دھمکی سے۔" نازک کے بدلے سائرہ نے جواب دیا اور وہ چڑ گیا۔

"سائرہ! شرم کرو۔ تم اپنے بھائی کی حمایت سے گئیں اس دشمن کے کیمپ کے ہاتھ مضبوط کرنے چلی ہو۔" وہ ذرا کا پھر بھڑاس نکالنے کو بولا۔

"فرض کرو اس معاملے میں، میں نے بزدلی دکھائی تھی تو تم دونوں کیوں فرار ہوگئی تھیں۔ مردانہ بات تو تب تھی کہ وہیں جمی رہتیں۔" معقول اختلاف تھا مگر جواب نامعقول بھی نہ سوجھ رہا تھا اس لیے جھٹ سے نازک نے طرح دی۔

"مردانہ بات کرتے ہم بھلا اچھے لگتے عمر ڈیئر! اور پھر بزرگوں سے سوال جواب کرنا تو یوں بھی ہمارا شیوہ نہیں۔ پھر رک کے ہم کیا کرتے۔"

"واہ بات نہیں سوجھ رہی تو یہ شوشا چھوڑ دو ویسے ڈیئر نازک کیا آپ بتائیں گی یہ اپنے وصاف بھائی کس عمر تک جا پہنچے ہیں کہ تم انہیں بزرگوں میں شمار کرنے [illegible] ہیں وہ ابھی ابھی ان کی شادی [illegible] ہوئی۔"

"کیا مطلب؟" دونوں نے حیرت سے اس شادی کا احوال پوچھنا چاہا تو وہ شوخی سے بولا۔

"کسی خاتون کا قول ہے ان کی جب تک شادی نہیں ہو جاتی وہ صرف پچیس برس کی ہی رہیں گی پھر اپنے یہ وصاف دی گریٹ۔ سیر تو اپنی دیکھ دیکھ سے انچاس یعنی زیادہ کے نہیں لگتے اس لیے اپنا یہ بزرگ والا اعزاز واپس لو۔"

نازک جمال نے سنا مگر بہت کاہل سے کہا۔ "ابھی نہیں لے سکتی یہ اعزاز بہت بھاری ہے گھر آکر دے جانا۔"

پھر شرارت سے بولی۔

"عمر! اگر کسی اچھے سے ریسٹورنٹ میں شام کی چائے پی جائے تو کیسا لگے گا؟"

"کسی کو اچھا لگے یا برا لگے عمر بھائی کو ضرور برا لگے گا۔ چلو جلدی سے کپ ختم کرو۔ یہ تیسرا کپ لیا ہے تم نے۔"

سائرہ نے خالص نند بننے کی کوشش کی مگر اثر کے تھا وہ مزے سے آئس کریم کھاتی رہی۔ پھر یہ شام ساڑھے چار بجے کا وقت تھا جب وہ دونوں نازک کو ڈراپ کرتے گھر میں داخل ہوئے۔

بابا دفتر سے آچکے تھے اس لیے وہ دونوں ان سے سلام دعا کرتے ڈرائنگ روم میں آگئے۔ سائرہ نے گھر آتے ہی کچن کا رخ کیا تھا اس لیے وہ مزے سے پھر سے میگزین کی طرف متوجہ ہو چکا تھا لیکن ابھی چند منٹ ہی گزرے تھے کہ ڈرائنگ روم میں وصاف حیدر کے پوائزن کی مہک بکھری۔ اس نے سر اٹھا کے دیکھا سفید کرتے شلوار میں سلیقے سے بنائے گئے بال سمیت وہ غضب ڈھاتا اس کے سامنے کھڑا تھا۔ عمر کی روح پھر سے قبض ہونے لگی۔

"جی بھیا! آپ... جی وہ میں تو میگزین پڑھ رہا تھا۔ ہاں جی آئس کریم کھائی وہ نازک اسے بھی گھر ڈراپ کر دیا تھا۔ سائرہ... سائرہ چائے بنانے گئی ہے کچن میں۔ آپ... کیا آپ بھی چائے پئیں گے؟"

"چابی...؟" بوکھلائے ہوئے اور کسی معمول کی طرح اپنا مکمل پروگرام بتا دینے والے عمر کے سامنے وصاف نے ہاتھ پھیلا دیا۔

"چابی... جی ہاں چابی۔" بیوقوف پن سے شرٹ جینز کی جیبوں میں چابی کی تلاش شروع ہوئی۔ وصاف حیدر اس منظر سے لطف لیتا سینے پر ہاتھ باندھے دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا۔ آنکھیں اس کے چہرے پر مرکوز تھیں اور عمر کو لگتا تھا جیسے وہ وصاف بھائی کی ان ڈارک براؤن اور اپنی طرف کشش سے کھینچتی آنکھوں میں کسی دن غرقاب ہو کر رہے گا۔

"بھائی وہ چابی... پتا نہیں کہاں کھو گئی۔ میں نے تو جیب میں ہی رکھی تھی۔"

بالآخر کافی انرجی ختم کرکے وہ مایوس ہو کر شرمندہ ہونے لگا تو وصاف حیدر نے ٹیبل کی سائیڈ میں بے توجہی سے پھینکی گئی چابی اٹھائی۔ کچھ کہے بغیر جیسے آیا تھا ویسے ہی واپس لوٹ گیا۔ وہ بت بنا ہوا تھا جب سائرہ چائے لے کر آئی۔

UrduPhoto.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"کیا بات ہے کوئی بھوت دیکھ لیا ہے کیا؟"

"ارے بھوت نہیں ایالو عمر، بڑا سرد مزاج ایالو، محبت اس کی آنکھوں سے کبھی انعکاس کرتی ہے اور کبھی لگتا ہے وہ آئس برگ کے سوا کچھ نہیں جس سے محبت کی کشتی ٹکرا کر ہزاروں تمناؤں سمیت ڈوب جاتی ہے مگر تمناؤں اور محبت کے لیے کوئی نہیں روتا۔"

"خیریت عمر! میں تمہیں یہاں بالکل ٹھیک چھوڑ کر گئی تھی پھر یہ اچانک کہیں واقعی کسی بھوت کا سایہ تو نہیں ہو گیا؟"

"مجھ پر کسی کا سایہ نہیں ہو سکتا بہت ڈھیٹ ہوں۔" اس نے یکدم خود پر قابو پالیا پھر کارپٹ پر آبیٹھا۔ کچھ دیر تو خاموشی سے چائے پی مگر پھر ایک دم لاچار ہو کر بولا۔

"یہ اپنے وصاف بھائی کے ساتھ کیا مسئلہ ہے۔ جب سے تعلیم حاصل کر کے لوٹے ہیں تب سے بالکل سرد مزاج ہو گئے ہیں۔ پہلے تو کافی شوخ بھی تھے گفٹ، برتھ ڈے سب ہی یاد رکھتے تھے مگر اب۔ اب انہیں دیکھو تو بس ایک ٹھنڈک کے سوا کچھ محسوس نہیں ہوتا۔ ایسا نہیں لگتا جیسے وصاف بھائی کے اندر دل ٹھہر گیا ہو اور جذبات جم گئے ہیں آخر کیا ہوا ہے ان کے ساتھ کچھ ایسا کہ یہ اپنا مزاج بھول گئے ہیں۔"

سائرہ نے چائے کا کپ ٹرے میں رکھ کر اسے دیکھا۔ کہنے کے لیے لب کھولے مگر پھر خاموشی اختیار کرلی۔ عمر نے سائرہ کے چہرے کو دیکھا اور بے ساختہ نظریں ڈرائنگ روم کے کرسٹل کے مجسمے پر جا ٹکیں جو پاپا نے فرانس سے منگوایا تھا۔ ویڈنگ ڈریس میں نازک مخملیں ہاتھوں میں گلدستہ تھامے ایک انوہی مسکراہٹ سجائے دروازے سے داخل ہوتے ہی ایسی لگتی جیسے خاص استقبال کے لیے کھڑی ہے اور ابھی ویلکم پلیز اور مائی پلیژر جیسے لفظ اچھالے گی۔

"کیا سوچنے لگے؟" سائرہ نے پھر سے مخاطب کیا تو وہ ٹھنڈی سانس لے کر اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"پتا نہیں سائرہ! مجھے کیوں لگتا ہے بعض اوقات، جیسے بھائی بھی کرسٹل کا کوئی مجسمہ ہیں جسے پاپا نے کسی پرائے دیس سے منگوایا ہے۔ بس اس مجسمے اور ان کے پیکر میں فرق اتنا ہے کہ یہ ایک جگہ ایستادہ ہے اور بھائی یہاں وہاں چلتے پھرتے ہیں مگر سائرہ کیا کبھی نوٹ کیا تم نے کہ وہ چلتے پھرتے ہوئے بھی ایسا تاثر دیتے ہیں جیسے وہ ایک ہی جگہ جمے کھڑے ہیں بس ان کا نظر آنے والا پیکر ہمیں ہلتا جلتا نظر آتا ہے مگر ان کی روح اس کرسٹل کے اسٹیچو کی طرح ایک ہی دائرے، ایک ہی حصار میں قید خود کو پکار رہی ہے مگر یہ پکار کوئی بھی نہیں سنتا۔ نہ تم، نہ میں، نہ ڈیڈ، نہ ماما، نہ پاپا اور نہ ہی حمزہ۔" اس کا موڈ انتہائی درجے سنجیدہ ہو گیا تو سائرہ نے بے اختیار اس کے سنورے بال بگاڑ دیے۔

"اس سچویشن پر کوئی لطیفہ نہیں تمہاری کتاب "ہنسی کا گول گپا" میں؟"

"اٹ از نو جوک سائرہ! یہ بہت بڑا مسئلہ ہے جانے کتنا... شاید اتنا... اور وصاف بھائی بالکل ہی ہم سے کھو چکے ہیں۔"

"ان باتوں سے کوئی فائدہ عمر۔" یکدم سائرہ نے بے زاری سے اس کی طرف دیکھا اور پھر اس کی آواز تیز ہو گئی۔

"جب ہم جانتے ہیں کہ اس معاملے میں ہم کچھ نہیں کر سکتے، جب وصاف بھائی اور ہم میں یہ اچانک کھڑی ہو جانے والی دیوار نہیں گر سکتی تو خود کو پریشان کرنے سے فائدہ۔ بس سمجھو دنیا میں بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جنہیں اپنی خبر ہوتی ہے نہ کسی اور کی۔"

"مگر یہ حل تو نہیں اس مسئلے کا۔" عمر حیدر پھر سے بضد ہوا مگر سائرہ نے ٹی وی آن کر کے اس سوال سے عارضی فرار چاہا تھا۔ عمر نے موڈ دیکھا تو پھر سے میگزین کی طرف متوجہ ہو گیا۔ لیکن کچھ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ ساریہ حیدر ایک لفافہ لہراتا ڈرائنگ روم میں چلا آیا۔

"کس کا خط ہے؟" عمر حیدر نے قدرے بوجھل پن سے پوچھا اور سائرہ اچھل پڑی۔

"اپنے حمزہ کے علاوہ اور کس کا ہوگا۔ ساریہ خط دو مجھے۔" وہ جھپٹی تھی مگر ساریہ حیدر ایک کائیاں تھا اسے پورے ڈرائنگ روم میں دوڑاتے پھر رہا تھا۔

"ساریہ حیدر! تم کسی دن قتل ہو جاؤ گے میرے ہاتھ سے۔"

"کسی دن کیوں سسٹر یہ کام تم آج کر گزرو۔ یہ مجھے بھی بڑا ستاتا ہے۔" عمر حیدر نے جان کر اپنے موڈ سے بغاوت کی۔ سنجیدگی یا ڈراما ئی خاموشی اس مسئلے کا حل نہیں تھی اس لیے وہ خود کو اور وصاف حیدر کو ایک بار بھول گیا... لٹا ہوا تھا۔ ساریہ نے اسے میدان عمل میں کودتے دیکھا تو فاؤل فاؤل کا نعرہ بلند کیا مگر کسی نے پروا نہیں کی۔ وہ عمر حیدر کے شکنجے میں تھا اور سائرہ حیدر بہت جلد اس سے خط چھین چکی تھی۔

خط پڑھا تو قوس وقزح کے سارے رنگ بکھر کر رہ گئے۔ اسے حمزہ حیدر سے اور سب سے زیادہ محبت تھی شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ بابا اور مما کی اچانک ڈیتھ کے بعد اس کی خود کی فیملی میں اس نے حمزہ کو بھی کسی ماں کی طرح پالا تھا۔ بظاہر اس نے سب کو برابر ہی رکھا تھا مگر وہ حمزہ کے اکثر کام خود ہی انجام دیتی تھی اتنی تندہی سے کہ پھر اسے لگنے لگا کہ اس کی ساری توجہ، ساری ممتا صرف ایک حمزہ ہی کے لیے تھی۔ ماما بھی کبھی اس کی اس دیوانگی پر بہت ہنستی تھیں اور وہ خود حمزہ کے جانے کا منظر سوچ کر گھنٹوں ملول ہو کر قہقہے لگاتی تھی جب اس کے جاتے ہی وہ بیمار پڑ گئی تھی اور حمزہ کو بیچ سمسٹر سے واپس لوٹنا پڑا تھا۔ پاپا نے دیکھا تو بہت نرمی سے اسے سمجھایا تھا اس نے پھر بہت جبر کر کے اس جدائی کو سہا تھا اور اب، اب اس کے چہرے پر کھلی شفق کہہ رہی تھی کچھ بہت اچھا عندیہ ملا ہے۔

"کیا لکھا ہے حمزہ نے؟" عمر نے بڑھ کر خط لیا اور ساریہ ٹیپ ریکارڈ کی طرح بجنے لگا۔

"میں خط پڑھے بغیر بتا سکتا ہوں اپنا حمزہ اپنے ساتھ ایک عدد محترمہ کو لے کر لوٹ رہا ہے۔"

"کیا محترمہ کون محترمہ کہیں اس چھپے رستم نے شادی تو نہیں کرلی۔" عمر نے تیزی سے خط کے متن پر نظر ڈالی اور طویل سانس لی۔

"ہاں آپ یہ تو آصف انکل کی بیٹی ہے ثمن شاید ساریہ کی رضاعی بہن۔"

"شاید نہیں یقیناً" وہ میری طرح تم سب کی بہن ہے۔" سائرہ نے وضاحت کی اور ساریہ نے منہ بنالیا۔

"یہ ماما کو میرے حق پر ڈاکا ڈالتے ذرا دل نہیں کانپا میں تب ہی تو سوچتا تھا میں اتنا کمزور کیوں ہوں عمر لالہ سے مار کیوں کھا جاتا ہوں اب یہ راز کھلا ہے کہ وہ ثمن بی اپنا حصہ بٹاتی رہی ہیں اور سننے میں آیا ہے ان کی صحت کافی قابل رشک ہے۔" وہ رکا پھر مصنوعی جیلسی سے بولا۔

"ہاں بھئی! کیوں نہ ہوگی اچھی صحت۔ آخر کو ماما کی بیٹی تھیں اور انہیں بیٹوں سے زیادہ بیٹیوں کی حسرت جو تھی سو خوب ڈٹ کر موجیں کروائی ہوں گی ان کی، میں تو دعا سے ہی پل گیا ہوں گا۔"

"فضول نہیں بولو، ساریہ کے بچے۔ ماما ہر ایک کے معاملے میں کافی انصاف پسند ہیں۔"

"شاید اسی لیے کہتے ہیں قانون کی دیوی نابینا ہوتی ہے۔" عمر حیدر نے زبردست قسم کا کان مروڑا تب کہیں وہ خاموش ہوا۔ خاموش ہوا تو ثمن کی آمد کا تذکرہ چل نکلا۔

ثمن کے والدین کی اجازت پر بات چھڑی تو ساریہ نے اپنی خفیہ صلاحیتوں کا اظہار کیا۔

"آنٹی کی اچانک ڈیتھ کے بعد انکل زید امریکہ چلے گئے تھے۔ وہیں ثمن کی پرورش ہو رہی تھی مگر پچھلے برس انکل کی بھی ڈیتھ ہوئی تو وہ مکمل طور پر حمزہ کی ذمہ داری بن گئی تھی۔ اب جبکہ حمزہ لوٹ رہا ہے تو ماما پاپا سے اس نے ثمن کو ساتھ لانے کی اجازت مانگی تھی۔ کسی کو یہاں کوئی اعتراض نہیں اس لیے وہ تین دن بعد ثمن کے ہمراہ واپس پاکستان پہنچ رہے ہیں۔"

"ہوں۔" سائرہ نے لمبی ہوں کہی اور پھر یکدم خیال آنے پر اسے گھورنے لگی۔

"یہ تم اتنے اہم کب سے ہو گئے ہو کہ ماما پاپا کے ہر

UrduPhoto.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

فیصلے کی بھنک تم تک پہنچ جاتی ہے۔"

"بھنک پہنچی نہیں بہم پہنچانے کی کوشش کی گئی ہے۔ تمہیں تو پتا ہے میں ایک کرائم رپورٹر ہوں اس لیے خبریں جمع کرنا خبریں بنانا میرے لیے چنداں مشکل نہیں اور جبکہ ماما پاپا کا کمرہ میرے پڑوس میں واقع ہو تو پھر کون سی سیکریٹ بات ہے جو سرحد عبور کرکے مجھ تک نہیں پہنچنا چاہے گی۔"

"تم ایڈیٹ... تم بہت بڑے چیٹر ہو۔"

سارہ نے آداب بجالایا۔ سائرہ نے لفظوں کا اثر نہ دیکھا تو دوبارہ سے خط لے کر بیٹھ گئی۔ سارہ ٹی وی کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ عمر حیدر اپنے بیڈ روم کی طرف چل دیا سو کچھ دیر تو یہ پڑھنے اور بار بار پڑھنے کا سلسلہ جاری رہا لیکن پھر اس خوشی کو کسی سے بانٹنے کا خیال آیا تو نازک جمال کے علاوہ کسی اور کا عکس اس کے ذہن میں نہیں اترا تھا۔ نازک جمال اس کے ہر اچھے برے کی ساتھی اور ہر برے کی ڈھارس تھی۔ بچپن میں تتلی، جگنو اور کھلونوں سے کھیلتے کھیلتے انھوں نے جگنو، خوشبو اور دل کا ادراک ایک ساتھ کرنا سیکھا تھا اور وہ لمحہ کس قدر خوبصورت تھا جب وہ اس کی اتنی اپنی ہو گئی تھی۔ عمر حیدر کے تعلق سے وہ واقعی اس کی کتنی اپنی ہو گئی تھی اگر وہ سوچنے بیٹھتی تو کوئی تشنگی کوئی سوال باقی نہیں رہتا تھا۔

"کیا نازک جمال کے نازک سراپے اور متوالی آنکھوں کے ہوتے بھی کوئی سوال باقی رہنا چاہیے تھا۔"

وہ اکثر خود سے پوچھتی اور ہنس پڑتی۔ اس لیے بھی کچھ مختلف صورتحال نہیں تھی ہاں البتہ آج وہ پہلے ہنسی تھی پھر حمزہ کے آنے کی خوشی اس سے بانٹ رہی تھی۔

اس نے سنا تو پوری طرح اس اطلاع کو اس کے انداز سے سلبریٹ کیا تھا۔ اسے ریسیو کرنے والی کیو میں اپنا نمبر بھی شامل کیا تھا۔ وہ مسکرا کر اس لسٹ میں اسے شامل کرکے مسرور تھی کہ اس کی خوشی قیمتی تھی اور اس کے لہجے کی خوشی اس خوشی سے بھی زیادہ قیمتی تھی۔

وہ ریسیو کرنے کا پروگرام سیٹ کر رہی تھی پھر ماما کی آواز پر وہ فون بند کر دیا۔ دل تو چاہتا تھا ابھی اور بہت سی باتیں کی جائیں مگر ماما اس کے لیے زیادہ ضروری تھیں، سو وہ اٹھ گئی تھی۔ اس کے اٹھتے ہی سارہ کچھ دیر تو ٹی وی کی طرف متوجہ رہا پھر اکیلے پن سے بور ہو کر اپنے دوستوں کے ساتھ شام منانے باہر نکل گیا۔

ڈرائنگ روم بالکل خالی ہو گیا۔ ہر طرف، ہر کونے سے صرف خاموشی پکارنے لگی تھی۔ اطراف میں گزرے موسموں کی کمی تھی اور کسی کا دل جو بین کر کرکے آپ ہی آپ تھم گیا تھا کچھ لوگ دل میں بستے ہیں کچھ لوگ دوسروں کے چہروں کی محبت میں اسی طرح کچھ لوگ اپنے دل میں خاموشی سے مر بھی جاتے ہیں۔ اتنی خاموشی سے کہ پھر کسی کی محبت، کسی کا صبیح چہرہ بھی انہیں زندہ نہیں کر سکتا۔

ویران ڈھنڈار ڈرائنگ روم سے کسی پرانی یاد کی طرح ایک سایہ لہرایا۔ ڈارک براؤن آنکھوں کی [illegible] کے قدموں میں دل [illegible] ہوتی تھی مگر پھر بھی زندگی نے اس کی طرف کوئی گلاب کلی نہیں بڑھائی تھی۔ وصاف حیدر صوفے پر نیم دراز ہو چکا تھا۔

خاموشی نے خفا ایک شعر پڑھا تھا۔

میں وہ چراغ سر رہ گزر دنیا ہوں
جو اپنی ہی تنہائیوں میں جل جائے

اور اس نے اس شعر پر افسوس سے دل کو رکتے تھمتے محسوس کیا تھا اور کانپتے دل نے تڑپ سے اس سے پوچھا تھا۔

"کتنا وقت... کتنا وقت ہے جو بیت گیا ہے اور کتنا وقت ہے جو بچ گیا ہے۔"

اس نے سود و زیاں کی طرف دیکھا اور سوچا۔ زندگی کس قدر سہل ہو سکتی تھی اگر اسے خیرباد کہہ دینے کا اختیار ہمارے پاس ہوتا۔ وقت ہمارے حکم پر رکتا اور ہم اپنی مرضی سے جیتے اور جو کبھی ہار جاتے تھک جاتے تو کبھی مان کر موت ابدی کے روپ میں ایک نئی مدھ کا مزا چکھتے۔

مگر کیا موت ابدی کی مدھ ہمیں عمر لافانی میں مزہ دیتی رہتی یا ہم وہاں بھی یکسانیت سے بوجھل ہو جاتے۔ کچھ مختلف ملنے، پانے کی جستجو کرنے لگتے۔ لیکن یہ مختلف اور نیا کیسا ہو سکتا تھا۔

کیا محبت... کیا دل... اس نے دل کو ٹٹولا۔ وہاں صرف ایک رکا ہوا آئس گلیشئر تھا اور محبت وہ اس کی رگوں میں منجمد ہو چکی تھی۔ آنکھوں میں دھند بڑھتی جا رہی تھی پھر یہ سب اتنا دھندلا گیا کہ ہر منظر فیڈ آؤٹ ہو گیا اور نیا منظر تھا اس میں وہ بہت پرجوش سا تھا۔

♥ ♡ ♥

"ہیلو، ہیلو! یہ مستقبل کے معمار کیا کر رہے ہیں؟"

وصاف حیدر نے کمرے میں انٹری دی اور پائل کی توپوں کا رخ اچانک اس کی طرف ہو گیا۔

"تم چیٹر! تم نے پچھلے ہفتے ہمارے ساتھ کس [illegible] کی اور پھر بھی تم اپنی منحوس شکل [illegible] یہاں آ گئے [illegible] ہوئی پھر سے اسٹوڈیو میں آنے کی۔"

مترنم سی آواز کے ساتھ ایک دلکش پیکر بھی سامنے آ کھڑا ہوا تو وصاف حیدر کو لگا وہ ابھی وفات پا جائے گا۔

"پائل! فار گاڈ سیک، تمہیں کسی نے یہ نہیں بتایا تم کتنی خوبصورت ہو۔"

"پائل! یہ پھر سے تمہیں چیٹ کر رہا ہے۔ اس کی باتوں میں مت آنا۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔" ایک اور مردانہ آواز ابھر کر سامنے آ کھڑی ہوئی تو وہ اس دشمن کیمپ کے مجاہد کو گھورنے لگا۔

"تمہیں کسی نے یہ نہیں بتایا کہ تم اگر چاہو تو بی جمالو کا رول بہت آسانی سے پلے کر سکتے ہو۔"

"بکو مت، فضول باتوں سے تم ہماری اٹھائی جانے والی خفت کی تکلیف کم نہیں کر سکتے۔" نہایت دوٹوک انداز تھا۔ وہ سنبھل گیا۔ ابھی کچھ دیر پہلے والی بات کو تو وہ محض پائل کا عمومی اموشنلی موڈ گردان رہا تھا مگر یہ خفت یہ کسی خاص واقعہ کی طرف اشارہ تھی۔

"سنو! تم اگر اسے بہتر سمجھو تو مجھے تمام روداد بیان کر دو۔"

"ہاں تاکہ تم بھی باقی فرینڈ کی طرح ہم دونوں پر ہنس سکو۔"

"بکو مت شولی! میں واقعی ایسی کسی سرگرمی سے ناواقف ہوں۔ شرارتی ضرور ہوں مگر اپنے دوستوں کی عزت مجھے اس محبت سے بھی زیادہ اہم لگتی ہے جو ان کے لیے میرے دل میں ہے۔ پلیز بتاؤ ناں۔"

دونوں خاموشی سے اس کے لفظوں کا وزن تولتے رہے۔ پھر پائل قدرے نرم پڑتے ہوئے صوفے پر گر سی گئی۔ عمیر سمیر کافی بنانے اٹھ کھڑا ہوا اور پائل سمیر سر جھکا کر اپنی روداد بیان کرنے لگی۔ کیسے انہیں غزلوں کا کنسرٹ سننے کے لیے اس نے مدعو کیا تھا اور کیسے وہ اپنا ویک اینڈ منانے کے لیے اس کنسرٹ کے لیے روانہ ہوئے تھے مگر جب تھک تھکا کر وہ اس کنسرٹ پر پہنچے تو پتا چلا وہاں ان کے نام کی کوئی سیٹ ریزرو نہیں تھی۔

انھوں نے اپنے باقی دوستوں کے سامنے کتنی خفت محسوس کی تھی جب وہ اپنے کیمپ کے ہر دوسرے شخص کی پیشکش کو ٹھکرا کر ایک اس کی آمد کا انتظار کرتے رہے تھے مگر وہ نہیں پہنچا تھا اور تب انھوں نے گھر کا رخ کیا تھا اور خوب مل کر ایک دوسرے کو سخت سست سنائی تھیں۔

پائل سمیر جو کہنا چاہتی تھی کہہ چکی تھی اور اب عمیر سمیر کے ساتھ وہ اس کے جواب کی منتظر تھی۔

"اگر میں یہ کہوں کہ اس واقعے سے میں واقعی ناواقف ہوں تو تم کیا سمجھو گے؟"

"یہی کہ تم بہت بڑے مکار ہو، جھوٹے ہو۔"

"عمیر کے بچے اپنے دوست کو مکار کہتے ہوئے شرم نہیں آ رہی۔"

"نہیں! کیوں کہ ساری شرم ہم نے اسی دن محسوس کر لی تھی اب ہم کافی برے موڈ میں ہیں۔"

"پائل! یار یقین کرو اس غزل کنسرٹ کا مجھے واقعی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

علم نہیں تھا۔ میں تو کل سے اپنے اسٹڈی روم سے باہر بھی نہیں نکلا۔"

"مگر ہم نے تمہاری آواز صاف سنی تھی کہو تو تمہارا ٹیپ سنوا دوں۔" پائل سمیر نے آفر کی۔ وہ ہاں یا نہیں کر بھی نہیں پایا تھا کہ عمیر سمیر نے اسپول دوبارہ ریوائنڈ کر دیا۔ آواز... آواز سو فیصد اسی کی تھی وہی شوخ لہجہ، وہی کھلکھلاتی آواز۔

"یہ میں نہیں ہوں...." اتنے مرے ہوئے انداز میں احتجاج کیا کہ احتجاج خود شرما گیا۔ واقعہ ہی ایسا تھا وہ جج ہوتا تو اس کا فیصلہ بھی مختلف نہیں ہوتا۔

"کون ہو سکتا ہے یہ شخص!" وصاف حیدر نے دماغ پر زور ڈالا اور جھٹکا سا ہوا۔

"عارفی! یہ یقیناً" عارفی ہے اسے ہم سب کی آوازیں بنانے میں مہارت ہے۔"

"مگر عارفی کو یہ سب کر کے کیا ملے گا۔" پائل سمیر نے نقطہ اٹھایا کہ عارفی بہت خاموشی سے اس کے دل کا مکین تھا پھر بھلا وہ کیسے اور کیونکر اسے الزام دے پاتی مگر وصاف حیدر نے یہ بودا سوال رد کر دیا۔ ان دونوں کو لے کر عارفی کے فلیٹ پر جا دھمکا۔ پہلے تو وہ انکاری رہا مگر پھر یکدم مان گیا۔

"بس ویسے ہی جسٹ فار انجوائنٹ کے لیے کی تھی یہ حرکت۔" وصاف حیدر نے فاتحانہ انداز میں پائل سمیر کی طرف دیکھا۔ اس کا خیال تھا وہ اس سے خوب بدلہ لے گی مگر وہ ہنس کر چپ ہو گئی۔

"تم بہت برے ہو عارفی۔" عمیر سمیر نے چونک کر اس جملے پر پائل سمیر کی طرف دیکھا اور الوہی جذبے محسوس کر کے کانپ گیا۔ یہ اس کی بہن کس کے لیے اپنے انمول جذبے سوغات کرنے والی ہے۔ اس کا دل چاہا وہ اسے روک لے مگر ایسا نہیں ہو سکا۔ یہ جذبہ بہت پرانا تھا اور عارفی اس جذبے سے کھیلنے والا پرانا کھلاڑی، کچھ بھی نیا نہیں تھا۔ کہانی سمیت ہر چیز پرانی تھی مگر پھر بھی وصاف حیدر کی ایک نئی زندگی جس نے ابھی صرف جینا، محبت کرنا سیکھا تھا، کملا گئی تھی۔

"تم پائل کو سمجھاؤ۔ عارفی شوخ نہیں شاکڈ کر دینے والا بندہ ہے۔ اسے محبت کے سوا ہر چیز پر عبور حاصل ہے، عمیر! وہ غلط سمت قدم اٹھا چکی ہے۔"

اور عمیر سمیر وصاف حیدر کے ان جملوں پر اپنی بہن کے اٹھتے قدم دیکھ کر سوچتا جو وہ قدم اپنی ذات سے ہٹ کر اٹھا رہی ہے وہ چند قدم ہیں مگر جو قدم اپنے دل کے ہمراہ طے کر چکی ہے وہ تو شاید انتہا ہیں اس راستے سے واپسی کی ہر راہ مٹا کر آگے بڑھی ہے۔ عارفی سے پہلے اور بعد میں اس کے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ کچھ بھی نہیں، کچھ ایسا کہ وہ پھر جی سکتی اسی طرح جس طرح پہلے جیا کرتی تھی۔

"وصاف! کیا تم کچھ نہیں کر سکتے۔ کچھ ایسا کہ وہ راستہ بدل لے۔" عمیر سمیر نے ایک دن منت کی تو وصاف حیدر عارفی کی شخصیت کی پرتیں اتارنے لگا۔ وہ ایسے لوگوں سے پائل کو ملانے لگا جو عارفی کو اس سے زیادہ بہتر جانتے تھے پائل سمیر سے زیادہ بہتر۔

ایسی لڑکیاں بکھری پڑی تھیں جو عارفی کی زندگی میں [illegible] کی طرح [illegible] اور [illegible]۔ عارفی نے اس جھونکے سے خوشبو کشید کر لی تھی۔ ساری کی ساری اور ہوا کو مسموم کر دیا تھا۔ پائل سمیر یہ سب کچھ خاموشی سے دیکھتی اور سنتی رہتی۔ عمیر سمیر اور وصاف حیدر سمجھتے تھے کہ وہ سن رہی ہے سمجھ رہی ہے۔ سب سے چھپ کر سنبھل رہی ہے مگر وہ جب بھی وصاف کے ہمراہ کوئی اپنے اسٹوڈیو میں رکھا عارفی کا ایک مجسمہ ضرور توڑ دیتی۔ ایک مجسمہ توڑ کر اک مجسمہ بناتی پہلے سے کوتاہ کمتر اور وصاف حیدر سمجھتا وہ سمت پا گئی ہے مگر ایک دن وہ لوٹی تو اس نے ایک کے بعد ایک سارے ہی بت توڑ کر ریزہ ریزہ کر دیے جیسے وہ زندگی اور محبت کا جو ایک مارجن لینا چاہتی تھی اس نے وہ گنوا دینا چاہا تھا۔

عارفی کمتر سے بھی بہت کم نکلا تھا۔ عمیر سمیر نے اسے جھنجھوڑا تھا۔ وصاف نے پکارا تھا۔ مگر وہ چپ چاپ خاموش ہو گئی تھی جیسے محبت نے اس کے اندر جونک سے لیا تھا۔ وہ زندہ تھی مگر اپنے اندر مر گئی تھی۔

"کیا دیکھ لیا تم نے عارفی میں۔" بالآخر وہ اس کی خاموشی سے ہراساں ہو کر ایک دن اس پر چڑھ دوڑا تو وہ تاسف افسوس سے بس اس کی طرف دیکھتی رہ گئی۔

"میرا غم یہ ہے کہ میں نے عارفی میں کچھ بھی نہیں پایا۔ وہ خالی خولی وجود ہے اس کے اندر دل نہیں ہے ورنہ وہ اپنی اولاد، اپنی جائز اولاد کو یتیم خانے میں داخل نہ کراتا۔ وہ انسان نہیں ہے اور میں اسے محبت مان بیٹھی تھی۔ وہ کچھ نہیں تھا اور میں اسے اپنا سب کچھ بنا کر بیٹھ گئی تھی۔ اپنا رونا، اپنا ہنسنا، اپنا جینا سب کچھ اس کے سامنے سوغات کر دیا تھا میں نے اور اس نے ایک ٹھوکر سے یہ ساری منت کی تھالیاں الٹ دی تھیں۔ اس نے سب کچھ موڑ دیا تھا مگر وصاف اس نے میرا دل نہیں مڑنے دیا۔ صرف وہ سنبھال کر رکھ لیا۔

اور اب تنہائی میں سوچتی ہوں کہ جب وہ تنہائی میں فتح کے خمار میں ہر روز اس معصوم دل پر اپنے قدم رکھتا [illegible] چٹختا اس کی پامالی پر [illegible] وہ دل اسے [illegible] ہو گیا [illegible] اس دل کی ان سسکیوں کو خاموشی سے دیکھتی ہے۔ کچھ کہنے نہیں دیتی۔ چپ کی مہر بن کر مجھے 'مجھ میں قید کر کے میری حسرت کا تماشا دیکھتی ہے' مجھ پر ہنستی ہے اور مجھ میں روتی ہے۔ یہ دل.... کیا یہ دل اتنا ارزاں تھا؟

یہ سوال ہے جو مجھ میں رچ گیا ہے۔ اس کی چبھن بہت [illegible] گھٹن میں اگر کسی سے شیئر کروں بھی تو کیا۔

سوچتی ہوں اگر اپنے اندر کا دکھ جو مجھ میں مہمان ہو گیا میں نے اپنے غم خواروں میں بانٹ دیا تو ان کے دلوں کی سسکیاں اور چین کیسے سن پاؤں گی۔ کیسے انہیں آزردہ دیکھ سکوں گی بعض دفعہ غم اتنا اہم نہیں ہوتا جتنا یہ خیال کہ اپنا غم کہیں کچھ اپنوں کو تڑپا کر انہیں دکھی نہ کر دے مگر یہ بھی نہیں کہہ سکوں گی اور یہ شخص یونہی میرے خالی وجود سے سر مارتا رہے گا۔ یہاں اس کے لیے کیا ہے۔ دل رخصت ہو چکا ہے اور وجود.... وجود کی چاہ تو خود اس کی منشاء نہیں ہے۔ یہ بہت بلند، اچھا انسان ہے اس کو تو پوری عمر جینا چاہیے' بہت پوری عمر۔"

"پائل تم.... تم اس طرح خاموش رہ کر کس کو سزا دے رہی ہو۔ خود کو یا ہمیں۔"

"محبت کو! محبت نے مجھے لوٹ لیا وصاف۔ اب میں محبت کو کبھی نہیں پکاروں گی کہ یہ پکارنے پر ہمیں صرف دکھ ہی تو خیرات کرتی ہے۔ اس کے پاس ہم محبت کی تمنائی کے لیے کچھ بھی نہیں ہوتا۔ کچھ بھی تو نہیں۔"

"اسے کسی سائیکاٹرسٹ کو دکھاتے ہیں۔ مجھے یہ سکتے میں لگتی ہے۔ اس نے خود کو سزا دی ہے ورنہ یہ بالکل ٹھیک ہے۔" وصاف حیدر نے ہر طرح سے ناکام ہو کر ایک نیا آئیڈیا دیا مگر وہ بھی کارگر نہیں ہوا۔ ڈاکٹرز کا خیال تھا وہ جب اس ہیجان خیزی ___ سے گزر جائے گی تو خود بولنے لگے گی مگر ایسا کچھ نہیں ہوا اور پھر جن دنوں وہ بہت پریشان تھا بہت اچانک پاپا چلے آئے۔ وہ انہیں اپنے سامنے پا کر حیران رہ گیا۔

"آپ یہاں، خیریت پاپا۔"

"تم نے پائل کے ساتھ کیا داؤ گھات کیا ہے؟"

ان کی آمد سے بھی زیادہ یہ سوال حیران کن تھا۔

"پاپا! آپ کیا کہہ رہے ہیں میں نے پائل کے ساتھ کیا کرنا ہے۔ وہ تو خود اب کسی قابل نہیں۔"

"مگر اسے اس حالت پر لانے والے بھی تو تم ہی ہو۔" اس نے سر اٹھا کر زمانے بھر کی حیرت کو سمو کر پاپا کو دیکھا اور پاپا اس پر ایک نازیبا الزام لگانے لگے۔

"یہ جھوٹ ہے پاپا۔ پائل میرے لیے قابل احترام ہے۔ وہ اور میں بہت اچھے دوست ہیں۔ اچھے دوست رہ چکے ہیں۔"

"ہوں...." پاپا نے لمبی ہوں کی اور عمیر سمیر کی ٹیلی فون کال اور اس داستان کا سارا کچھ اسے کہہ سنایا۔ وہ صدمے میں پہلے نہیں تھا کہ یہ غلط فہمی ہے مگر عمیر سمیر کے تذکرے پر وہ یکدم منجمد ہو گیا تھا۔

"یہ خرافات ہے۔ یہ جھوٹ ہے۔" اس نے گھبرا کر عمیر سمیر کا نمبر ڈائل کیا۔ عمیر اس کی آواز سے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

ہی گھبرا گیا۔ دوڑا ہوا اس کے فلیٹ پر پہنچا۔ اور پھر جو کچھ وصاف حیدر نے اس سے کہا وہ شرم سے گڑ سا گیا۔

"آپ کو یہ فون میں نے نہیں کیا انکل! کیا آپ یہ نہیں سوچ سکتے ایسی اگر کوئی بات ہوتی تو میں اسے اس طرح ہوا دینے کے بجائے چھپا لینا ضروری خیال کرتا۔ وہ میری بہن ہے۔ میری عزت ہے۔ انکل پھر بھلا اس فون کا کیا سوال رہ جاتا ہے۔"

"میں کچھ نہیں جانتا' وصاف حیدر کو پائل سے شادی کرنی پڑے گی۔"

"یہ مسئلے کا حل نہیں۔ کیا وہ اس طرح نارمل ہو جائے گی۔ آپ... سر آپ کو کسی نے زبردست قسم کا مس گائیڈ کیا ہے۔" پاپا نے وصاف حیدر کی طرف دیکھا اور ایک پیکٹ نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا۔

وصاف حیدر نے پیکٹ کھولا اور ریت ہو گیا۔ عمیر سمیر کے چہرے پر بھی ایک رنگ سا آ کر گزر گیا تھا۔ وصاف حیدر مختلف لڑکیوں کے ساتھ نہایت ناپسندیدہ ملاقات کا حصہ تھا۔

"مجھے معلوم نہیں تھا تم یہاں پڑھتے پڑھتے اس ماحول میں اتنے رچ بس جاؤ گے اتنا کہ اپنی اقدار بھی یاد نہیں رکھو گے۔ وصاف حیدر میرا خیال تھا میری تربیت نے تم میں اتنا تو اثر ڈالا ہی ہو گا کہ تم جھوٹ بولتے وقت لڑکھڑاؤ گے۔ ایک بار کانپو گے ضرور مگر مجھے آج پتا چلا ہے کہ تربیت دودھ سب رائیگاں جاتا ہے اور منواتا ہے تو ایک حوالہ اور وہ ہے خون کا حوالہ۔ تم جس کی اولاد تھے یہ کیسے ممکن تھا کہ تم میں محبت اور وفا آ سکتی۔"

"انکل آپ... آپ اسے غلط سمجھ رہے ہیں۔" عمیر سمیر نے کہا۔

"میں اسے اب نہیں پہلے غلط سمجھتا رہا تھا۔ پہلے میں نے سمجھا یہ میری ہی اولاد ہے' میرا ہی خون۔ جب نوفل نے آخری سانس لی تھی تب میں نے شازیہ سے کہا تھا شاید اس کا حق تھا کہ اس رب نے نوفل کو دنیا میں بھیجا اور پھر واپس لوٹا لیا تم اسے نوفل سمجھ کر پالو۔ یہ ہمارا بیٹا ہے۔ ہمارے خاندان کی اساس مگر وصاف امین تم اپنی ماں کی طرح بے وفا اور بے چہرہ ہو۔ تم کردار اور تم... تم ویسے ہی ہو جس نے میرے پیارے دوست امین کی جان لے لی تھی۔ تم نے میرا مان توڑا ہے اب تم میرے لیے ناقابل اعتبار شخص ہو۔ سب سے زیادہ ناقابل اعتبار۔"

پاپا اور بھی بہت کچھ کہہ رہے تھے مگر وہ سن کب رہا تھا۔ ہر طرف دھماکے' ہر طرف شور تھا اور اندھیرا اندھیرا کس قدر بڑھ گیا تھا اس نے سہارا لینا چاہا تھا تبھی عمیر سمیر نے اسے تھام لیا پھر کتنی صدیاں اس پر سے آئیں گزر گئیں اسے خبر نہ ہوئی۔ ایک ہفتے تک وہ ہاسپٹل میں رہ کر گھر آ گیا تھا۔ ڈاکٹرز نے اسے نروس بریک ڈاؤن کے اس جھٹکے سے بچا لیا تھا مگر اپنا تشخص اور اعتبار وہ کہاں سے لوٹتا اب تک وہ خیرات کیے گئے نام پر زندہ تھا۔

وہ جب سوچتا دماغ کی رگیں پھٹنے سی لگتیں۔ اپنی ماں کے بارے میں خیال آتا تو پاپا کی باتیں میں انتظار پاپا کی زبان میں ... جان جاتی۔ وہ اب ان کے لیے بھی مر گیا ہو گا پاپا! انہیں تو ہر بات ماما سے شیئر کرنے کی عادت ہے پھر وہ یہ بات کیسے چھپا سکے ہوں گے۔ کتنی تڑپ سے اس کا نام لے کر دل تھاما ہو گا اور پھر... پھر اپنے دل میں بنے مدفن میں جہاں وہ اس کی ذات سے ابھرنے والے شکوے اور اس کی غلطیاں دفناتی تھیں ہاں اسی مدفن میں انہوں نے اسے دفنایا ہو گا۔

شام الم سی شام الم تھی۔ وہ کچھ برس پہلے ہر ایک کی آنکھ سے آنکھ ملا کر بات کر سکتا تھا کہ وہ وصاف حیدر تھا مگر اب... اب وہ بے نام ہو گیا تھا۔ "کیا جاتا پاپا جو یہ خیرات آپ عمر بھر نکالتے رہتے۔ کیا جاتا آپ کا۔" اس نے کتنی بار سوچا۔ سوچ کے رویا اور رو کر پھر سے نئے سرے سے اپنے تڑپنے کا تماشا کیا۔ تعلیم' غیر نصابی سرگرمیاں سب ختم ہو گئی تھیں۔ ہر ہفتے ماما کا فون آتا مگر وہ صرف اس لیے نہیں سنتا کہ اگر ماما نے بھی بے آسرا کر دیا' ماما نے بھی سوال بن کر دیکھا تو

جواب کے لیے اس کے پاس کتنی عمر تھی جو وہ ان کی طرف پارسل کرتا رہتا۔ سب کچھ اپنا تھا لفظ محبت اور خود اپنا آپ مگر اب ہر لمحے ایک دھڑکا لگ گیا تھا اسے لگتا تھا جیسے ہر شخص اسے روک روک کر پوچھے گا۔

"اچھا تو وہ تم ہو جو دوسروں کے نام اور ان کی دی گئی آسائش پر پلتے رہے ہو۔ سنو تمہارا نام کیا ہے؟ نہیں ادھار کا نہیں' اپنا نام بتاؤ کون ہو تم... بے وفا' بدکردار انسان جس پر جو چاہے حرف ملامت بلند کرے حقارت سے تھوک دے۔"

"سب ٹھیک نہیں ہے وصاف۔ تم اور پائل ایک ہی شخص کے زخم خوردہ ہو۔ کیا تم دونوں مل کر ایک تیری جنت نہیں بنا سکتے۔"

"شاید پہلے یہی سوچا تھا مگر اب... اب خود پر اعتبار نہیں رہا۔ شاید میں پائل سے وفا کر سکوں گا بھی یا نہیں۔ اور پائل اسے ایک ادھوری شخصیت نہیں ... سکتے کبھی بھی نہیں۔" اس نے ہمیشہ کی طرح ... تب چلا آیا۔

"پائل مت ہو ... تم وہی کر رہے ہو جو وہ چاہتا تھا۔ اس نے تم سے اپنا بدلہ لیا ہے۔ تم نے اس کی شخصیت کی پرتیں کھولی تھیں اور وہ صرف کہنے کی حد تک نہیں آزمانے کی حد تک بھی برا ہے۔ اس نے اپنی قسم پوری کی ہے۔ شازمین بتا رہی تھی اس نے نشے میں دھت ان سب کے سامنے کہا تھا کہ تمہاری وجہ سے جو ذلت اسے اٹھانی پڑی ہے وہ تمہیں اس سے کہیں زیادہ ذلیل کرے گا۔ اس قدر کہ پھر تم جینا چاہو گے بھی تو جی نہیں سکو گے۔

تم نے پائل کو اس سے چھینا تھا وصاف! اور اس نے تم سے ہر رشتہ ہر تعلق چھین لیا۔ بظاہر وہ کامیاب ہو گیا ہے لیکن تم یہ کیوں چاہتے ہو کہ حقیقتاً بھی وہی کامیاب ہو جائے۔ تم خود کو بدلو۔ تعلق مت توڑو۔ ہر تعلق کو اس کے پرانے محور پر رکھو۔ تمہارے اندر جو ایک کیبل فالٹ آ گیا ہے اسے محبت کی حرارت ایک لمحے میں دور کر سکتی ہے۔ اور میں یہی چاہتا ہوں تم اس مارجن کو رہنے دو۔ خود کو سزا مت دو ہم سب جانتے ہیں تم کتنے باکردار کتنے اچھے دوست ہو۔"

وصاف حیدر کی ساکت پلکوں میں چبھن ہونے لگی۔ ایک قطرہ' دوسرا قطرہ اور پھر جیسے ابال آ گیا۔ وہ عمیر سمیر کے گلے سے لگ کر سمندر رواں رویا۔ دیار غیر میں اپنوں کو یاد کر کے رونا کتنا روح فرسا تھا یہ وہی جانتا تھا' وہ جس نے چند ماہ پہلے اپنے سارے رشتے حوالے گنوا دیے تھے۔

محبت اگر بخشش ہے تو میرا دل چاہتا تھا وہ ساری عمر وقت مجھے بخشش کرتا رہتا اور میں دامن پھیلائے عمر بتا دیتا مگر اس محبت نے خود مجھے بخشش کر ڈالا ہے۔ دکھ کی بخشش اور دکھ کون ہے جو چاہے گا اس کے گھر کا رستہ دیکھیں۔

اس نے ڈائری میں آخری خیال رقم کیا اور زندگی کے پہلے خیال کی طرف لوٹ آیا۔ پہلے وہ زندگی کے ساتھ ساتھ جیتا تھا مگر اب وہ زندگی کو خود جیتے دیکھتا اور خالی بت کی طرح اس کے قدم اپنے اندر محسوس کرتا مگر رفاب خاموشی کے سوا کچھ باقی نہیں تھا۔

ماما سے اب وہ بات کرتا تھا سب اس کے لیے اہم تھے مگر اب وہ خود اپنے لیے اتنا غیر اہم ہو چکا تھا کہ پھر کسی کی محبت اسے واپس ماضی میں نہیں لوٹا سکی پھر پائل سمیر کی بیماری نے تو اسے اور زیادہ توڑ کر رکھ دیا تھا۔ وہ اسے کتنی عزیز تھی۔ اگر اس کا کوئی گراف بنتا تو اس کی محبت کا پھر بھی درست فگر نہیں نکل سکتا۔ وہ خود محبت کا مرکز تھا مگر اسے لگتا اگر پائل سمیر اس کی زندگی میں نہ آ سکی تو وہ کسی کہکشاں کی طرح بکھر کر رہ جائے گا۔ مگر بہت حیرت انگیز طور پر جب ڈاکٹر نے پائل سمیر کو بتایا کہ اسے کینسر ہے تو وہ خاموشی سے ڈاکٹر کو بہت دیر تک دیکھتا رہا تھا۔ اسے یقین تھا کہ پائل کو اتنا خطرناک مرض ہو ہی نہیں سکتا یا شاید اسے یہ یقین تھا کہ وہ اسی مرض کو اپنے اندر مدتوں سے سنبھالے بیٹھی تھی۔ بس میڈیکل نے اب اسے تشخیص کیا تھا۔

سنی ہوئی اپنے اندر جیتی ہوئی خبر ہو یا قیامت اگر

UrduPhoto.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

زیادہ تباہی کے ساتھ بھی سامنے آجائے تو اندر اتنا ہی پرسکون رہتا ہے جتنا وصاف حیدر کا اندر تھا۔

شاید یہ سکون تباہی کے علم کا مرہون منت نہیں تھا بلکہ اس زلزلے میں آکر سب کچھ تلپٹ ہوجانے پر کچھ نہ بچنے کی حسرت کا مرہون منت تھا۔ کچھ تھا ہی کب اس میں کہ وہ اس کے چلے جانے کا غم مناتا۔

"سب کچھ چلا گیا۔ تم بھی چلی جاؤ گی میرے لیے نیا کیا ہوگا۔ کچھ بھی نہیں۔ میرے اندر سب مرچکے ہیں شاید سب زندہ ہیں بس میں خود اپنے دل میں مرچکا ہوں اور مرے ہوئے لوگ کسی کی یاد میں کیا ماتم کریں کیا روئیں۔"

"وصاف حیدر! تم نے، تم نے سنا پائل، ہماری پائل کچھ مہینے کی مہمان ہے۔"

اس نے رپورٹ کی طرف خالی آنکھیں مرکوز کیں اور سوچا۔

"پائل کتنی خوش قسمت ہے کہ کچھ مہینے بعد مرجائے گی اسے مرنے کا علم ہے یعنی دکھ کے جانے کا علم اور مجھے ـــ مجھے پتا نہیں کتنا جینا ہے۔ اس بے علمی میں کتنی عمر۔"

دل نے کہا۔ "سنو کیا واقعی تم لاعلمی میں مارے گئے ہو۔"

تب اس نے بے بسی سے کہا۔ "شاید ہاں۔ یا شاید نہیں۔ میرے اندر اتنی محبت ہے کہ اگر میں یہ سب پہلے سے جانتا تب بھی اتنے ہی خلوص سے محبت کرتا مگر ـــ میری محبت، یہ میری محبت کتنی بے اثر ہے کہ کسی کے دل پر اثر نہ کرسکی۔ پائل نے میری زندگی کو نہیں سنوارا۔ موت ابدی نے خم سیدھے کرنے کا عزم باندھ لیا اور پاپا ـــ پاپا نے بے سوچے بنا مجھے قتل کردیا۔ اس قتل کا کیا ہو خون بہا۔"

اندر کے شور نے اس کا سانس لینا دوبھر کردیا اور عمیر سمیر اس کے پل پل بدلتے رنگ دیکھتا رہا۔ پائل سمیر آہستہ آہستہ بستر کی ہوکر رہ گئی تھی۔ عمیر سمیر نے اسے ہاسپٹل میں ایڈمٹ کروادیا تھا اس کا اکثر وقت اس کے پاس گزرتا تھا اور وصاف حیدر اکثر اوقات اس کے قریب رہتا۔

عمیر سمیر نے ایک بار اس بابت پوچھا تو وہ خالی پن کو لفظوں میں بھر کر بولا۔

"میرا دل چاہتا ہے میں موت کو دیکھوں۔ اس موت کو جو پائل کے سرہانے آکھڑی ہوگی۔ میں اس موت کو دیکھوں تاکہ اندازہ کرسکوں آخر وہ کتنی خوبصورت ہے کہ پائل مجھ میں جینا نہیں چاہتی، میرے لیے جینا نہیں چاہتی۔ کیا میں اتنا کم رو ہوں کہ وہ موت کی خوبصورتی کے اثر میں گم ہوگئی ہے۔"

عمیر سمیر کیا کہتا اس کی حالت پر رودیا۔ پائل سمیر اور وہ دونوں اسے جس قدر عزیز تھے عارفی نے ان دونوں ہی دلوں کو مسخ کرڈالا تھا۔ توڑ دیا تھا۔ ریزہ ریزہ کردیا تھا۔ ایسے کہ وہ جوڑنا بھی چاہتا تو جوڑ نہ پاتا۔

"عارفی میں تمہیں چھوڑوں گا نہیں۔ تم پر دو دلوں کا قتل عمد ثابت ہے، تمہیں سزائے موت ملنی چاہیے۔ میں تمہیں یہ سزا ضرور دوں گا، ضرور۔" اس نے دل میں ایک قسم کھائی اور پائل سمیر اس قسم سے بے [illegible] موت کے بڑھتے ہوئے قدموں کو [illegible] وقت اسے ایک قول شدت سے یاد آیا تھا۔

"انسان سمجھتا ہے کہ وہ دنیا کی طرف قدم بڑھا رہا ہے مگر سوچنے پر کھلتا ہے موت کی سمت اس کے قدموں کا فاصلہ گھٹتا جارہا ہے۔ وہ سمجھتا ہے دنیا صرف اس کی ہے اور دنیا بھی ہرون اسے ایک انچ اپنے اندر سے نکال کر موت کی وادی کی طرف دھکیل دیتی ہے مگر یہ قدموں کے فاصلے کون ناپتا ہے۔ یہاں تو صرف دوڑ ہے۔ ایک مسمریزم دوڑ آگے اور بہتر سے بہترین پانے کی دوڑ۔"

"کیا کیا کچھ گنوا دینا پڑتا ہے اس دوڑ میں۔ دل، آرزوئیں، تمنائیں، محبتیں سبھی کچھ مگر کوئی خسارے سے پہلے سوچتا ہی کب ہے۔"

وہ سوچے جاتی اور عمیر سمیر اس کے آگے پیچھے پھرا کرتا۔

"پائل بولا کرو۔ کچھ تو بولا کرو گڑیا۔" تب اس نے پہلی بار بھائی کی حسرت پر اپنے اندر نم آلود ہوا چلتے محسوس کی تھی۔ عمیر سمیر کا اس کی آواز ریکارڈ کرنے کی تمنا پر وہ بہت دیر تک اپنے اندر روئی تھی۔ اس شخص نے اس دنیا میں مجھ پر زندگی اتنی آسان کیے رکھی کہ مجھے زندگی مسکراہٹ اور خوشی اور محبت کے رنگ کے سوا کچھ نہیں لگی۔ میرے پاس بے شمار دیں ہیں مگر اس شخص کے پاس کیا رہ جائے گا میرے جانے کے بعد۔" خالی ہتھیلیاں، خاموش لب ـــ تصور میں آگئے تو اس نے آہستہ آہستہ چپ توڑی۔

"یہ اس کا حق ہے کہ یہ میری آواز کو یاد کی طرح اپنی زندگی کے کلیکشن میں رکھے۔" عمیر سمیر نے اس کے مزاج کے بدلنے کو زندگی کا منظر نامہ بدلنے کا عندیہ سمجھا۔ (اور یہ بعض اوقات ہمیں حقیقت سے نظر چرا کر خواب دیکھنا کتنا اچھا لگتا ہے) وہ خواب دیکھ رہا تھا اور موت اس کے خواب آہستہ آہستہ روز کے روز چرا رہی تھی۔ پائل کی ہر سانس کے ساتھ عمیر سمیر ہی کا نہیں وصاف حیدر کا بھی خواب ایک ایک [illegible]

"تم [illegible] پائل [illegible] کیا میرے لیے [illegible] نہیں۔"

"شاید میں جینا چاہتی ہوں مگر اب وقت میرے اختیار میں نہیں وصاف یہ۔ جب زندگی دامن چھڑا رہی ہو تو بس اچانک بہت اچانک ہی دل جینے کے لیے ایک دم سے ہوک کیوں بھرنے لگتا ہے چاہے ایک سانس ہی عمر کے تجویز خانے سے زیادہ ہی ایک سانس جینا چاہے مگر یہ حرص ہوتی ضرور ہے۔ آخر کیوں سب تمام ہوچکتا ہے تو یہ تمنائیں تمام کیوں نہیں ہوتیں۔"

"تمنائیں زندگی ہیں پھر موت سے پہلے کیونکر تمام ہوں۔"

"ہاں موت سے پہلے کیونکر ـــ" ادھورا جملہ ہونٹوں پر روک کر وہ اسے دیکھنے لگی۔

"عارفی نے تمہارے ساتھ مجھ سے بھی زیادہ برا کیا، وصاف! میں تو خود مر رہی ہوں، صرف ایک مگر تم ـــ تمہارے اندر تو پتا نہیں کتنے رشتے کتنے حوالے مرگئے ہیں۔ تمہارا خسارہ مجھ سے سوائے اتنا کہ میں حساب کرنے بیٹھتی ہوں تو اپنا دکھ کم لگنے لگتا ہے۔"

وصاف حیدر کچھ نہیں بولا اور دل کرلایا۔

"تمہیں پتا ہے میں نے کیا کیا نہیں کھودیا تو کیا ضروری تھا میرے پاس محبت کا وہ جانے والا آخری حوالہ بھی تم چھین لے جاتیں۔ تم کہتی ہو تم مر رہی ہو ایک اکیلی تم لیکن تم اگر میری آنکھوں میں دیکھو تو تمہیں پتا چلے کہ تم اکیلی نہیں وصاف حیدر اور عمیر سمیر کو بھی اپنی سانسوں کے ساتھ مار رہی ہو۔ کیا تمہارے دل کی تھم تھم کر چلنے والی دھڑکنوں میں ہماری آدھی سانسیں نہیں تڑپ رہیں۔ کیا واقعی میری محبت اتنی بے اثر تھی۔"

پائل سمیر نے اس کی خاموشی سے گھبرا کر اس کا ہاتھ تھام لیا۔ دل کی ہوک بیتابی کی دہلیز پر آبیٹھی تھی۔ خاک اڑاتی سوگ مناتی اور وہ اس کے دکھ سے اپنا دکھ حاصل ضرب دے کر کم کررہی تھی۔

"عمیر بھائی! کہتے تھے پائل تو بڑی دھنی ہے تیری قسمت میں وہ سب کچھ ہے جو تو چاہے کی تب میں نے زندگی کا نقشہ بہت خوبصورت ترتیب دیا تھا مگر وصاف اپنی معصومیت اپنی بے خبری میں میں نے چاہنے کی سمت درست نہیں رکھی۔ جو چاہا وہ میرا نہیں تھا اور جو میرا تھا اسے عمر بھر ان چاہا سمجھ کر خسارہ بڑھاتی رہی۔" وہ کہتے کہتے تھمی۔ پھر آہستہ سے بولی۔

"تم بہت اچھے انسان ہو۔ وصاف کبھی ماضی پر حال مت گنوانا کہ یہ دیوانوں کے کام ہیں اور مستقبل پر کبھی شرط نہ رکھنا کہ یہ بھی دیوانگی ہے تم زندگی ہو اور زندگی حال کا نام ہے۔ ایک ایک پل کا نام جو وقت تمہارے نام لکھتا رہے گا کبھی خوشیوں کو اپنے در تک آنے سے روکنا مت۔ ماضی پرستی میں آنے والے اچھے دنوں کو ٹھکراؤ گے تو زندگی اور محبت سب کے سامنے قابل نفرین بن جاؤ گے۔"

"مگر میں نے تو ہر ہر لمحے کو تھاما۔ اس کی خاطر مدارات کی تھی مگر پھر بھی قابل نفرین بن گیا۔ کیوں پائل!"

UrduPhoto.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

اس نے بے قرار ہو کر پوچھا تو وہ مسکرانے لگی۔ پھر سانس بحال کر کے بولی۔

"تم نے ایک لمحہ دیکھا۔ روح فرسا' ایک شخص نے تمہیں ٹھکرایا اور تم نے اس کے کہنے میں سب کو ٹھکرا دیا۔ وصاف محبت مٹنے والی چیز نہیں یہ جذبہ ہے اور جذبہ دل کا نام ہے۔ پھر دل جب تک دھڑکتا رہے گا تو یہ کیسے ممکن ہے وہاں تمہاری محبت نہیں ہوگی۔ محبت پہلے تمہیں انعام کی طرح ملی تھی مگر وصاف اب تمہیں محبت کھوجنی پڑے گی۔ اس محبت کے لیے تمہیں دل تراشنے پڑیں گے۔ دل کی چٹانوں سے نہر محبت نکالنی پڑے گی اور تم۔ مجھے یقین ہے تم کمزور ہو نہ کم ہمت۔"

وہ کیا کہتا' خاموش رہا اور پائل سمیر اسی خاموشی میں ایک دن یاد بن گئی۔ عمیر سمیر اس کی ڈیڈ باڈی پاکستان لانے کے انتظامات کروا رہا تھا کہ یہ پائل کی خواہش تھی اور وہ عمیر کے ساتھ اس جانکاہ فرض کو نبھانے اس کے ساتھ تھا۔ پھر وہ دونوں ساتھ ہی پاکستان لوٹے تھے۔ دونوں کے ہاتھ خالی تھے۔ مگر عمیر سمیر پھر بھی خوش قسمت تھا کہ اس کے پاس پائل کی اچھی یادیں اور آواز موجود تھی۔ اس کے پاس... اس کے پاس کیا تھا کچھ الزام اور گمنامی کا طوق۔

عمر حیدر نے اسے ریسیو کیا تھا۔ سارے راستے وہ بولتا آیا تھا مگر وصاف کو لگتا تھا کہ ان حادثوں نے جو اس کے اندر خاموشی بھر دی ہے وہ ہزاروں لفظوں اور بہت سارے لہجوں سے بھی ٹوٹنے والی نہیں تھی۔

"آپ ٹھیک تو ہیں؟" عمر حیدر نے سوال کیا اور وہ خاموش رہا۔ اسے تب خاموشی ہی اپنا بچاؤ لگتی تھی مگر اب یہ خاموشی کس قدر گراں ہو گئی تھی کہ دل کے اندر کلر کی طرح جمی ہوئی محسوس ہوتی تھی۔ کوئی شور' کوئی نیا حادثہ' کوئی دلربا تجربہ کچھ تو ہو جو میرے اندر اس خاموشی کو چٹخا دے۔ کاش دل جتنی آسانی سے چٹخ سکتا ہے خاموشی اور تنہائی کا یہ سکتہ بھی اتنی ہی تیزی سے ٹوٹ سکتا۔

عجیب چراغ ہوں دن رات جلتا رہتا ہوں
میں تھک گیا ہوں' ہوا سے کہو بجھائے مجھے

کراہ کر وصاف نے آنکھیں بند کرلیں دھند اور غم اندر اتر گیا تھا اور حال بہت صاف دکھائی دے رہا تھا۔ مگر دل کا عجیب عالم تھا۔ مرچکا تھا تو مان بھی لیتا کہ مرچکا ہے مگر وہ الگ ہٹ گیا۔ ضد پر اڑا رہا تھا۔

"مجھے جینا ہے مجھے جیون دو کسی مسیحا کو پکارو۔ کسی دعا کو صدائیں دو کہ پھر سے مجھ میں حرارت بھر سکے کسی کو تو ضرور..."

اور وصاف آنکھیں موندے بیٹھا رہا۔ وقت کا بہتا ساگر پچھلی گزری بیتی داستان کہہ کر چپ ہوگیا۔ ڈرائنگ روم کا مجسمہ ساکت سا وصاف حیدر کو دیکھنے لگا۔ ملال رت میں بھیگے اس کے چہرے پر ہونے لگا۔ فضا نے دعا دی۔

کھلتے پھولوں کی ردا ہوجائے
اتنی حساس ہوا ہوجائے
مانگتے ہاتھ پہ کلیاں رکھ دے
اتنی [illegible] پوری دعا ہوجائے

اور وہ اس دعا سے لاعلم دل شکستہ بیٹھا رہا۔

"وصاف لائٹ کیوں نہیں جلائی۔ کیا بات ہے بیٹا؟" ڈرائنگ روم میں ماما داخل ہوئیں تو وصاف حیدر نے جھٹ سے سگریٹ بجھا دیا۔

"کوئی خاص بات نہیں تھی ماما' بس ویسے ہی۔"

"بس ویسے ہی نہیں۔ شاید آج پھر قنوطیت کا دورہ پڑا ہے تمہیں۔"

"نہیں تو ماما۔" اس نے آنکھیں چرائیں تو ماما نے اس کا کاندھا تھپکا۔

"تم اسے بھول کیوں نہیں جاتے وصاف۔ مٹی سے زندہ دل کا تعلق نبھانا کہاں کی عقلمندی ہے۔"

"دل عقلمندی کرتا کب ہے ماما۔ یہ تو بس سدا کا معصوم ہے۔ بار بار محبت کے ہاتھوں لٹتا ہے پھر بھی بے مزا نہیں ہوتا۔ زندگی جینا چاہتا ہے مگر محبت اور موت ابدی میں بھی ملنے کا امکان ہو تو یہ جام حیات بھی الٹ دیتا ہے کہ نفع کا سودا کرتا ہی نہیں ہے۔ یہ بھی عجیب بنجارہ ہے۔ عجیب بنجارہ کہ اس کی مسافت سوچ کر دل تھک جاتا ہے مگر یہ نہیں تھکتا۔ چلیں چھوڑیں کچھ اور باتیں کرتے ہیں۔ کچھ خاص اپنی باتیں۔" ماما کو حصار میں لیے وہ صوفے پر آبیٹھا۔ ماما اس کے بکھرے بال سنوارنے لگیں۔ پھر فکر سے بولیں۔

"تیرے پاپا تیری طرف سے بہت فکرمند رہتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں وصاف آرام نہیں کرتا ہے۔ اگر یہی عالم رہا تو کہیں بیمار نہ پڑ جائے۔ وصاف اپنے لیے بھی کچھ وقت نکال لیا کریں۔"

وصاف حیدر ماما کی طرف دیکھتا رہا۔ پاپا کی ڈبل اسٹینڈرڈ لائف وہ ازبر کرچکا تھا۔ ماما کے سامنے وہ پہلے سے انداز میں اس کے لیے ہراساں ہوتے تھے کیونکہ جانتے تھے ماما اس کے معاملے میں کتنی حساس تھیں۔ اس حساسیت کا یہ ہی تو کمال تھا کہ پاپا نے ہر دکھ شیئر کرنے کی عادت کے برخلاف یہ پہلی بار بقول ان کے [illegible] پاپا پائل ان سے [illegible] سنائی تھیں وہ جانے [illegible] تھے وہ یہ [illegible] اور انہیں اب اس سے تو نہیں البتہ اپنی شریک سفر سے بہت محبت تھی۔ یہی وجہ تھی کہ وہ بھی پاپا کے اس احسان تلے دب کر ان کا ہر مس بی ہیویئر برداشت کر جاتا۔ ورنہ جس طرح انھوں نے پائل کے مرنے پر اسے اس موت کا قاتل قرار دینے کے لیے رویہ اپنایا تھا اور اب بھی کبھی کبھی ٹارچر کرتے تھے وہ برا نا والا او وصاف ہوتا تو کب کا دل ہار بیٹھتا مگر اب تو یہ عالم تھا کہ جس دن کوئی پرانا الزام کوئی نیا تیر نہ آئے تو اسے فکر ہونے لگتی۔ پاپا کی طبیعت تو ٹھیک ہے۔

"کیا سوچنے لگے تم..."

"کچھ نہیں۔ میں سوچ رہا تھا اپنا حمزہ اب کتنا بڑا ہوگیا ہوگا ناں۔ ماما پتا نہیں عادت و اطوار میں بھی بڑا ہوا ہوگا یا نہیں۔ چاکلیٹ کھاتا اور ضد کرتا۔ ابھی تک اس کے یہی صبح و شام ہیں یا بدل گئی ہوگی اس کی زندگی۔"

ماما مسکرانے لگیں۔ انھیں حمزہ کے ذکر پر اس کے جانے کا وقت یاد آگیا تھا۔ سو ماضی دہراتے ہوئے وہ بولیں۔

"جب تم امریکہ جارہے تھے تو مجھے بھی یہی فکر تھی کہ تم وہاں رہ بھی پاؤ گے یا نہیں۔ شرارتیں کرنا' ضد کرنا اور ڈھیر ساری چاکلیٹس کھانا ہی تمہاری زندگی تھی۔ مگر جب تم لوٹے تو مجھے خوشگوار حیرت ہوئی کہ تم ایک مکمل اور بردبار انسان بن کر لوٹے تھے۔"

"بردبار اور مکمل انسان۔" وہ ہنس پڑا۔

"میں تو تازہ تازہ دل بدر کیا ہوا انسان تھا۔ میرے پاس اس وقت گھر کے پتے کے سوا کوئی حوالہ نہیں تھا ماما اور جب انسان اتنا ادھورا ہو تو وہ دل سے کیوں کر ہنس سکتا ہے۔ میں بھی چپ ہوگیا تھا اور آپ سمجھیں کہ میں... میں مکمل اور بردبار انسان ہوں۔" اس نے ماما کو دیکھا اور بے ساختہ دعا کی کہ حمزہ ان کی طرح زندگی کا کوئی مزا نہ لے کر پلٹے وہ جیسا گیا تھا ویسا ہی لوٹا تو وہ اس کی زندگی کے ہزار صدقے اتاریں گے۔

"تم... یہ تم بار بار خاموش کیوں ہوجاتے ہو' کہاں گم ہوجاتے ہو اور یہ قہقہہ کس بات پر تھا؟"

"ماما توبہ ہے' اتنے سوال۔" وہ ہنس پڑا۔ پھر کسی اچھی سی بات سے انہیں قائل کرتے اٹھ کھڑا ہوا۔ مگر شام کو ساریہ پھر سے اس کے سر ہوگیا تو وہ اسے خاموشی سے دیکھنے لگا۔ سب کے لیے آئس مینوز تھا خوف کی علامت مگر ساریہ' یہ کسی طرح اس کی جان نہیں چھوڑتا تھا۔

"بتایئے نا بھائی' آپ ہوں گے نا کل ہمارے ساتھ؟ حمزہ کو ریسیو کرنے جائیں گے ناں؟"

"نہیں!" اس نے قطعیت سے کہہ کر سرد مزاجی اپنانے کی کوشش کی مگر پھر سنبھل گیا۔

پتا نہیں ساریہ جو پاپا کا اتلار جنٹ تھا وہ اسے خفا کیوں نہ کر پاتا تھا۔

"ساریہ! دراصل کل مجھے دبئی جانا ہے۔ پاپا کے کچھ بزنس کلائنٹ آئے ہوئے ہیں وہاں۔ میری وہیں کچھ میٹنگز ہیں ان کے ساتھ۔ تین چار ممالک کے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

افراد ہیں ایک جگہ جمع ہو رہے ہیں اس لیے پاپا اس موقع کو مس نہیں کرنا چاہتے۔"

"بزنس۔ صرف بزنس۔ یعنی آپ کو بزنس حمزہ سے زیادہ عزیز ہے؟"

"بات یہ نہیں ہے ساریہ، حمزہ مجھے ہر چیز سے زیادہ عزیز ہے مگر یہ پاپا کا پروگرام ہے جسے میں ڈیلے نہیں کر سکتا۔ پھر تم ہو ناں، تم عمر، سائرہ، نازک، ماما، پاپا۔ تم سب کے ہوتے ہوئے تم دیکھ لینا اسے۔ میں یاد بھی نہیں آؤں گا۔ (پتا نہیں یہ اس کی حسرت تھی کہ وہ یاد آنا چاہتا تھا یا اس کے دل کی آرزو کہ وہ یاد آنے کا حق بھی خود سے چھین لینا چاہتا تھا) کچھ صاف نہیں تھا ساریہ اسے خاموشی سے دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ سر جھٹک کر اٹھ ہی گیا۔ دماغ خراب کرنے سے فائدہ دولت بزنس سے اسے سروکار نہیں تھا۔ وہ اور عمر اپنی الگ الگ فیلڈ رکھتے تھے اور اپنی آمدنی سے خوش بھی تھے مگر کبھی کبھی جو وصاف حیدر کے ساتھ وہ نشست کر لیتا تو اسی طرح بھنا کر اٹھتا تھا اسے ان باتوں سے چڑ تھی اور وصاف حیدر اس کی طرف سے کچھ دنوں کے لیے سکون میں رہتا تھا کہ موڈ بحال ہونے اور خود کو ان سے بات کرنے پر آمادہ کرنے کے لیے اسے کچھ دن لگ ہی جاتے تھے۔

اس دفعہ بھی پہلے سے کچھ مختلف نہیں ہوا تھا مگر اس دفعہ جی چاہ رہا تھا وصاف حیدر کا کہ کاش کوئی پورے استحقاق سے اسے روک لے ان خوشیوں کے دامن سے کچھ لمحے چرانے دے۔ کچھ اپنے لیے جینے دے مگر ایسا کچھ نہیں ہوا تھا اور یوں وہ دوسری شام کو دبئی کے لیے عازم سفر ہو گیا تھا۔ کام تین دن کا تھا مگر وہ ڈیڑھ ہفتے بعد واپسی کے لیے سامان سمیٹ سکا تھا۔

اس نے فون کر کے حمزہ کی ناراضگی دور کرنے کی کوشش کی تھی اور غیر متوقع بنا ٹکٹ کے اب اپنے آنے کا دن کنفرم کرنا پڑا تھا کہ وہ اس کے سوا ماننے کو تیار نہیں تھا۔ وہ ہراساں ہو کر فلائٹ انکوائری سے معلومات حاصل کرنے لگا مگر اس پر ان کے لیے کل کی کسی فلائٹ میں جگہ نہیں نکل سکی تھی۔

"کیا حمزہ کو یہ مجبوری بتا دی جائے۔" دل نے سوچا مگر وہ یہ ہمت کر ہی نہیں سکا۔ پھر دوسرے دن ایک معجزے پر یقین کرتے ہوئے وہ منی سوٹ کیس سمیت ایئرپورٹ پہنچ ہی گیا تھا۔

"مجھ پر اتنا کچھ ہو گزرا ہے کیا پھر بھی معجزے کی حسرت مجھ میں زندہ ہے؟"

"حسرت نہیں امید! شاید تم میں امید نہیں مر سکی اور امید کی صورت میں تمہارے پاس تو سب کچھ ہے۔" اچانک دل نے بہت خاموشی سے تجزیہ کیا مگر کوئی عندیہ نہیں دیا۔ زندگی کو مگر پھر ایک چہرہ خود اس کے سامنے آ رکا تھا۔

"آپ بہت ہراساں ہیں کوئی پرابلم؟"

"وہ مجھے اپنے بھائی سے ملنا ہے۔ دراصل ہم آٹھ برس بعد مل رہے ہیں۔ میں نے اس سے پاکستان جلد پہنچنے کا وعدہ تو کر لیا مگر مجھے کوئی سیٹ نہیں مل سکی۔"

"سیٹ سمجھئے آپ کو مل گئی۔ ویسے آپ پاکستانی تو نہیں لگتے۔"

[illegible] جواباً [illegible] پہلے ہمیشہ اس کے لیے حیرت کا درجہ رکھتی تھی آج وہی بات اس نے کم سے کم لفظوں سے دوسری سمت اچھال دی تھی۔

"حیرت جمع کرتے رہنے سے دل بہت ہو جاتا ہے۔ جس طرح لفظ روک روک کر جالے تن جاتے ہیں کہنی کے دل میں۔" اس نے بہت نئے انداز میں سوچا۔ وہ لڑکی اس کے لیے نیا ٹکٹ بنوا رہی تھی اور وہ واپس لوٹنے کی ایک نامحسوس تسکین خود میں ابھرتے ہوئے محسوس کر رہا تھا۔

♥ ♡ ♡ ♥

ایئرپورٹ پر سب کھڑے حمزہ اور ان محترمہ کا انتظار کر رہے تھے۔ عمر اور سائرہ سمیت ساریہ کے چہرے کھلے پڑ رہے تھے اور نازک ماما کے ساتھ لگی ہوئی ہر چہرے کو بہت غور سے دیکھ رہی تھی۔ اسے ہر چہرے پر حمزہ کا گمان ہوتا تھا اور عمر ہر بار اسے آنکھیں بدلنے کا مشورہ دے دیتا یا ماما کو ٹھوکا دیتا کہ

"اب بھی وقت ہے فیصلے پر نظر ثانی کر لیں ماما۔"
اور ماما اس تجویز پر ہر بار اسے گھور کر دیکھتیں۔
"اسے دھیان میں رکھنا۔ صرف نازک ہی میری بہو بنے گی۔" عمر حیدر کو ایسے موقع خدا دیتا سوجھٹ سے بولا۔

"پورے تین سال سے سن رہا ہوں اب تو بتا چکئے یہ آپ کی بہو بنے گی کب...؟ بڑا ٹائم ویسٹ ہو رہا ہے۔" وہ ڈھٹائی سے ہنسا تو ماما نے ہنستے ہوئے اس کی کلاس لینے کا خیال ترک کر کے دوبارہ نظریں حمزہ کی تلاش میں لگا دیں۔ پھر یہ آدھے گھنٹے کی بات تھی کہ حمزہ داخلی دروازے سے باہر آیا۔ ٹرالی حمزہ کے پاس تھی۔ وہ آہستہ سے ان کے قریب آ رکا۔ مستقبل ستائیس برس کی وہ لڑکی حمزہ کا بازو تھامے سے کچھ کچھ خوفزدہ لگ رہی تھی۔

"السلام علیکم ماما۔" حمزہ ماما سے ملا۔ خوب چپ عمر اور ساریہ سے معانقے ہوئیں پھر سائرہ کے سامنے [illegible]

"چلیے [illegible] آپ [illegible] اس اپنے جونیئر کو دعائیں دے ہی ڈالیے کہ آج کل کا [illegible] کام آئے گا۔"

"کیوں دعائیں بھی بزنس کرنے لگیں اب" سائرہ نے ہنستے ہوئے اس کی پیشانی چوم کر مسکرا دیا۔

"دعائیں بزنس نہ کرتیں تو حیدر بھائی کی زندگی میں نازک بھابھی سود کی صورت میں کیسے آتیں یہ سب ہماری دعاؤں کے کرشمے ہی تو ہیں جو یہ آج گھر والے بنے کھڑے ہیں۔"

"ایسے ہی گھر والے، اب ابھی تو ہجر کا پیریڈ ہی چل رہا ہے۔ ختم ہی نہیں ہوتا نامراد۔"

"ہو جائے گا۔ اگر کام کا وقت مقرر ہے اور اس وقت کا انتظار کریں۔"

عمر کچھ نہ بولا مسکرا کر ثمن کی طرف متوجہ ہوا پھر تعارف کو بولا۔

"میں عمر ہوں، وصاف بھیا سے تین سال چھوٹا۔ یہ سائرہ ہے اور یہ ہیں ساریہ وی گریٹ جنہوں نے آپ کے حق میں ایثار کیا اور یہ رہی نازک آپ ان دونوں کو اپنا دوست بھی سمجھ سکتی ہیں۔ مگر کبھی بھی غلطی سے انہیں اپنی اصل دولت سے آگاہ مت کرنا۔ یہ بہت چٹوری ہیں انکم ٹیکس آفیسر سے بھی زیادہ لیمو نچوڑ آپ سمجھ رہی ہیں ناں۔"

موقع ملتے ہی وہ پرانے بدلے چکانے لگا تو ان دونوں نے اسے اپنے حصار میں لے لیا۔

نازک نے دوپہر کا لنچ ان کے ساتھ ہی کیا تھا کچھ دیر اس نے ثمن کو کمپنی بھی دی تھی مگر پھر کچھ سوچ کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ ماما نے تسلی ملتے ہی اسے سائرہ کے سپرد کر دیا تھا۔ سو کچن سے نمٹتے ہی سائرہ اسے اس کے ڈیکوریٹ بیڈ روم کی طرف لے چلی۔ ثمن نے کمرہ دیکھ کر بے تحاشا خوشی کا اظہار کیا تھا۔

"بہت... بہت خوش نصیب ہوں میں۔" تفاخر سے بیڈ پر بیٹھ کر وہ اس ساری محبت کو انجوائے کر رہی تھی جو کمرے کی ایک ایک ترتیب سے ہویدا تھی کہ عمر اچانک کمرے میں داخل ہوا۔

"تم امید ہے تم خود کو دیر تک خوش نصیب ہی سننا اور دیکھنا پسند کرو گی۔"

"کیا مطلب!" اس نے تحیر سے دیکھا تو وہ شرارت چھپاتا اس کے سامنے کرسی پر جم گیا پھر رازدارانہ لہجے میں بولا۔

"دراصل یہ کمرہ جس خطے میں واقع ہے وہاں ایک ایسی ہستی فروکش ہے جو تیز میوزک اونچے لہجے اور نان اسٹاپ باتیں قطعاً 'پسند' نہیں کرتی۔ یہ میں اس لیے بتا رہا ہوں کہ آپ فارن سے آئی ہیں اور یقیناً 'وہ بدروحوں والا کیسٹ بھی لائی ہوں گی جو پہلی بار بجانے پر ہی داغ مفارقت دے گیا تھا مجھے۔"

"بکومت! یہ عمر تو یونہی کہتے ہیں۔ ورنہ ایسا کچھ نہیں ہے وصاف بھائی میں، جو ہراساں کرے۔ دراصل وہ بہت زیادہ بات چیت نہیں کرتے۔ کچھ سنجیدہ سے ہیں اس لیے یہ انہیں ایسے ایسے خطابات سے نوازتا رہتا ہے۔" ساریہ نے بھی معاملے میں انٹری دی تو حمزہ نے اس کی تائید کی۔

UrduPhoto.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"بھائی بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں' وصاف بھائی کچھ ہم سے مختلف ضرور ہیں مگر اتنے ہٹلر بھی نہیں بہت سوفٹ' بہت خیال رکھنے والے بندے ہیں وہ۔"

ثمن نے خاموشی سے ہر وورا ئے اپنے اندر اتار لیں۔

ڈیڑھ ہفتے بعد وہ جب ناشتے کی میز پر پہنچی تو ایک بالکل اجنبی شخص کو دیکھ کر وہ ریز روسی ہو گئی۔

صاف رنگت' بڑی بڑی آنکھیں ہلکی ہلکی مونچھوں سمیت دراز قد' یہ شخص نظر لگ جانے کی حد تک خوبصورت لگ رہا تھا۔

"اپالو۔" بے ساختہ فیری لینڈ میں گھومنے والے دل نے اعزاز دیا۔ تب بہت اچانک اس مجسمے میں حرکت ہوئی۔

"تمہیں یہاں کوئی پرابلم تو نہیں ہے گڑیا؟"

"گڑیا۔" ہاں آان ہونٹوں سے یہ حوالہ کتنا اچھا لگ رہا ہے۔

"نہیں تو سر! میں یہاں بہت ایزی ہوں۔"

"اچھا مگر مجھے لگتا ہے تم نروس ہو گئی ہو ورنہ مجھے اوروں کی طرح وصاف بھائی کہنے کے بجائے سر نہ کہتیں۔"

(اچھا تو یہ ہیں وصاف حیدر) اس نے نئے سرے سے جائزہ لیا۔

"شاندار! بگ بی ایسے ہی ہونے چاہئیں۔" اس نے پاس کر کے عمر بھائی کی کہانیوں کو انڈور کر دیا اور وہ اخبار پڑھنے میں مگن رہا۔ دونوں جلدی اٹھ گئے تھے۔ باقی سب ابھی سو رہے تھے اس لیے ملازم کا انتظار کرنے کے بجائے وہ ان کے لیے صبح کی چائے بنانے اٹھ کھڑی ہوئی۔

دس منٹ بعد وہ ٹرے سمیت لوٹی تو وہ ہنسنے لگا۔

"ارے گڑیا! اتنی جلدی۔ بھئی ابھی تو تمہیں صرف آرام کرنا چاہیے یہ تم کچن میں کہاں جا گھسیں۔"

"مجھے کچن میں جانا' کام کرنا اچھا لگتا ہے۔"

"یعنی ہمیں مزے مزے کے کھانے کھانے کو مل سکتے ہیں' امید رکھیں؟"

"امید رکھیں' اس پر ہی تو دنیا قائم ہے۔" وہ بلا تا کپ اٹھا کر بیک صوفے پر جا بیٹھا۔ وہ میز پر ناشتے کے برتن لگا رہی تھی تب بہت اچانک وصاف حیدر کو لگا تھا جیسے زندگی نے ہلکے سے اس کے دل کو چھوا تھا۔ زندگی تو اس کے گرد ہمیشہ سے تھی مگر وہ کبھی اس زندگی کے لیے رکا ہی نہیں تھا کہ دیکھ سکے زندگی اب بھی کتنی خوبصورت ہو سکتی ہے۔

وہ برتن لگا چکی تھی اس لیے اس کے قریب آ بیٹھی اور وہ اس سے اس کی تعلیمی مصروفیات اور اس کی ہابیز کے متعلق پوچھنے لگا تھا۔ وہ دھیمے انداز میں آہستہ آہستہ سب بتا رہی تھی۔ وہ بھی جو ضروری تھا اور وہ بھی جو غیر ضروری تھا وہ سنے جا رہا تھا۔ زندگی کی بے معنی جملے بھی بعض اوقات کتنے معنی دے دیتے ہیں زندگی کو۔ وہ دیکھتا رہا اور وہ کہتی رہی یہاں تک کہ وہ سب ڈائننگ روم میں چلے آئے۔ ملازمین ناشتا سرو کرنے لگے۔ ہلکے پھلکے انداز میں ناشتا کیا گیا۔ وہ سب وصاف حیدر سے اتنے دنوں کی مصروفیات [illegible] اور [illegible] موقع آج وصاف حیدر نے [illegible] ٹوک جواب نہیں دیئے تھے آج اس میں بولنے کی ہوس تھی سو وہ الکی باتوں میں جان لٹا رہا تھا۔ جو مزید کئی باتوں کا پیش خیمہ بن سکتی تھیں۔ ماما نے اس کی اس تبدیلی کو نوٹ کیا تھا مگر کچھ ماہ گزرنے پر یہ تبدیلی ہر ایک نے محسوس کر لی تھی۔

"کشف مرتضیٰ۔ وصاف بھائی کی بہت اچھی دوست یہاں اپنے پاپا کا بزنس سنبھالتی ہیں۔ اکلوتی اولاد ہیں مگر اکلوتے ہونے کے باوجود کوئی نخرہ' کوئی زعم نہیں' کافی گریس فل ہیں۔ ملاقات کے وقت حمزہ کا وعدہ ایفا کرنے کی دھن اور محترمہ کا اپنی سیٹ سے دستبردار ہو جانا ہے۔ یعنی کافی ایثار پسند بھی ہیں۔ اپنے وصاف بھائی کے لیے یہ بالکل ٹھیک ہیں۔" سب نے ساریہ کی معلومات پر اپنا فیصلہ بھی سنا دیا تو بات آگے تک پہنچا دی گئی۔

پاپا کے ایوان تک یہ خبر پہنچی تو وہ ٹھنا گئے۔

"ناممکن! وہ میرے بہت اچھے دوست کی بیٹی ہے۔"

ماما نے تحیر سے دیکھا۔

"اچھے دوست کی بیٹی ہے تو آپ کو اس فیصلے میں بالکل نہیں کرنا چاہیے آخر اپنے وصاف میں کمی کیا ہے؟"

"کمی......" ان کے لہجے میں سرد مہری کی چبھن تھی تو وصاف حیدر نے اس سلسلے کو یہیں ختم کر دینے کی التجا کی کہ پاپا نے اس خواہش پر اڑے رہنے پر جو دھمکی دی تھی وہ شاید اسے مرنے کی قیمت پر بھی منظور ہوتی۔ وہ تصویریں' پائل کی موت' اس سے منسوب کہانی۔ وہ پوچھ نہ رہتا اور کسی کی نظر میں یہ کچھ بھی نہ رہنے کا احساس زیادہ قاتل تھا۔ اس احساس کے مقابلے میں جس میں اکیلے صرف دل سے لڑ رہا تھا۔

"یہ مر چکا تھا اسے تمہاری محبت نے چھو کر پہلی بار سانس لینا سکھایا ہے مگر ابھی اس نے پہلی سانس بھری [illegible] یہ حرف [illegible] اس کی عادت نہیں۔" اس نے برملا سوچا اور کشف مرتضیٰ سے آخری بار ملا مگر کشف کے ساتھ عمیر سمیر کو دیکھ کر اس کی جان نکل گئی تھی۔

"تم نے۔۔۔ کیا تم نے کچھ بھی راز نہیں رہنے دیا؟"

"ہاں! میں نے کچھ بھی ایسا راز نہیں رہنے دیا جو کسی کی زندگی حرام کر دیتا۔"

"عمیر!" وہ تھم گیا' ٹوٹ گیا۔ کرسی پر بیٹھ کر کشف کی طرف ساکت نظروں سے دیکھنے لگا کہ اس چہرے اور ان آنکھوں سے تو اس نے زندگی جینے کی امید مستعار لی تھی اس کے لہجے میں پائل کی مترنم آواز کو نجتی تھی مگر یہ آواز عارفی کی نہیں اس کی محبت کا گیت گایا کرتی تھی۔ ان مخروطی انگلیوں کی پوروں میں محبت سر اٹھاتی تھی اور یہ سر جب اس کے دل سے ٹکراتے تو دل میں محبت۔ خاموش سکتے کی کیفیت میں مبتلا محبت پہلی بار لفظ بننے لگی تھی۔

"یہ چہرہ بھی مجھ سے چھین رہا ہے وہ رب۔ کیا میں بہت نہیں ستایا گیا' کیا میری سزا ابھی تک ختم نہیں ہوئی' کیا میرے لیے کوئی انعام نہیں۔ کیا کشف مرتضیٰ میری زندگی سے جھونکے کی طرح آ کر گزر جائے گی۔ دوبارہ کبھی نہیں لوٹے گی؟" اس نے بیک وقت کئی سوال سوچے' مٹائے اور بس کچھ کہے سنے بغیر اٹھ گیا۔

"پائل کو مرتے دیکھنا بہت اذیت انگیز تھا مگر میں نے یہ منظر دیکھ لیا تھا کیونکہ اس لمحے میں خود اپنے دل میں مر چکا تھا مگر اب جب کہ میں زندہ ہوں تو اپنے دل سے رخصت چاہتی کشف مرتضیٰ کو کیونکر دیکھ سکوں گا۔"

وہ اپنی جیپ میں آ بیٹھا۔ گاڑی میں لگے ہوئے ڈیک سے ایک خوبصورت آواز آ رہی تھی۔ وہ غزل کی طرف متوجہ نہیں تھا مگر اچانک آخری قطعے نے اس کی توجہ کھینچ لی۔

شکوہ کریں تو کس سے شکایت کریں تو کیا
اک رائیگاں عمل کی ریاضت کریں تو کیا
جس شے نے ختم ہونا ہے آخر کو ایک دن
اس شے کی اتنے دکھ سے حفاظت کریں تو کیا
اس شے کی اتنے دکھ سے حفاظت کریں تو کیا۔

ایک خیال جم گیا تو بہت سے پرانے ملال مل کر اسے تڑپا سے گئے۔ پراڈو بہت تیز رفتاری سے جا رہی تھی مگر اس کی سمت کوئی منزل نہیں' بس منزل کی حسرت تھی۔ دل کسی ایک گھاٹ اترنے کی خواہش میں زندگی کی قیمت پر یہ جوا کھیل گیا تھا۔

صاف شفاف سڑک خالی تھی مگر اگلے یوٹرن کے بعد آنے والی سڑک بے حد رش تھی اور اس کا خطرناک ارادہ اسے اسی طرف کھینچے لیے جا رہا تھا۔

♥ ♡ ♡ ♥

"آخر آپ سمجھتے کیوں نہیں ہیں کشف' وصاف کی زندگی ہے' انکل پلیز! اسے جینے دیجیے کسی اور کی سزا اسے آپ کب تک دیتے رہیں گے۔" عمیر سمیر نے کشف کو چھوڑ کر اس کے انداز سے خطرے کی بو

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

سونگھتے ہوئے حیدر سلمان کے دفتر کا رخ کیا تھا۔ پھر وہ اس کا مقدمہ لڑنے کھڑا ہو گیا تھا۔

"پائل میری بہن تھی سر! اور وصاف اسے پسند کرتا تھا مگر وہ درست انتخاب نہیں کر سکی۔ اس کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ عارفی کا کیا دھرا تھا' وصاف کا نہیں۔۔۔" وہ کہتے کہتے رکا' پھر تھم تھم کر بولا۔

"مجھے معلوم نہیں تھا کہ یہ معاملہ ابھی تک آپ کے اور اس کے درمیان کلیش بنا ہوا ہوگا مگر کل رات جب مجھے کشف کا فیکس موصول ہوا۔ آپ کے انکار کی کچھ نہ کچھ وجہ تو میں جانتا ہی تھا سو پوری وجہ جاننے کے لیے میں پہلی فلائٹ سے پاکستان لوٹا ہوں۔ میں کشف مرتضیٰ کو بزنس کمیونٹی کا ممبر ہونے کی وجہ سے اچھی طرح جانتا ہوں اس کے اور ہمارے روابط خالص کاروباری تھے۔ مگر وصاف حیدر کا تذکرہ آتے ہی مجھے وہ لڑکی عزیز تر لگنے لگی۔ سر! آپ نہیں جان سکتے میرے جذبات مگر میں وصاف کے جذبات اچھی طرح جان سکتا ہوں کیونکہ اس نے اور میں نے ایک ساتھ زندگی ہاری تھی۔ یا شاید [illegible] زندگی اور اس نے محبت ہار دی تھی۔ زندگی ہارنے کے باوجود جینے کے قابل بنائی جا سکتی ہے مگر سر جو شخص محبت ہار دے تو اس کی حرماں نصیبی کو صرف اسی جیسا شکستہ دل کے کوئی اور نہیں جان سکتا۔

ہم دل کی دنیا کی باسیوں میں محبت امید کی علامت ہے سر اور امید خود بذات زندگی ہے اور وصاف نے پائل کے روپ میں یہ زندگی کی امید گنوا دی تھی۔ اس نے آپ کے غصے اور الزام میں اپنا اعتبار' اپنا یقین بھی کھو دیا تھا۔ سر! وہ ایک جھوٹے الزام پر ایک سچی سزا بھگتتا آیا ہے اس نے کتنے پیام لوٹائے ہیں اس خوف سے کہ شاید وہ محبت میں دفانہ کر سکے گا۔

وہ محبت میں بے حد مخلص تھا مگر آپ کے ان چند جملوں نے اسے کنفیوژ کر دیا۔ پھر پائل مر گئی تو اس کا ہر خواب اپنی موت آپ مر گیا۔ اس موت ابدی کا مزا لیتے اس کے دل نے کتنے موسم بتائے تھے کہ کشف کی خوشی نے اس کا در کھٹکھٹایا تھا۔ سرخ گلابوں کے موسم اس کی دہلیز سے دو قدم کے فاصلے پر تھے مگر آپ کے انکار کا ہجر کڑا تھا۔ اس نے اس کے دل کو پاش پاش کر دیا۔

یہ دیکھیے' یہ میری بہن کی آخری تحریریں اس اس شخص کا کردار بند ہے جسے آپ نے بے چہرہ کردار کہا تھا۔ یہ کسی مرنے والے کے ساتھ زیادتی ہے مگر کسی زندہ انسان کو خود ساختہ سزائے موت سے بچانے کے لیے میں اسے جائز سمجھتا ہوں۔"

پاپا نے کچھ کہے بغیر ڈائری لے لی تھی۔ وہ انکار چاہتے تھے مگر پتا نہیں کیوں یہ انکار ان سے ہو نہیں رہا تھا۔ شاید ان آٹھ نو سالوں میں وہ اسے اتنے قریب سے اور لاتعلقی کی انتہا سے جان چکے تھے کہ انہیں اپنے الزام کی صحت پر خود ہی شبہ ہونے لگتا تھا مگر مزاج کی ضدی اور شدت پسند عنصر ہمیشہ ان کے اس فیصلے کی رکاوٹ بن جاتا تھا۔ ڈائری ان کے ٹیبل پر کھلی پڑی تھی۔ وہ جیسے جیسے سطریں پڑھتے جاتے تھے انہیں اتنا ہی شدید احساس شرمندگی گھیر لیتا تھا۔ [illegible] ہو گا۔

ان آنکھوں نے جنہوں نے کبھی آنسو کا ذائقہ نہیں چکھا تھا۔

ان آنکھوں نے اس غم پر کتنے سمندر بہائے تھے۔

وہ سوچنے لگے تو آٹھ سال نمک کی دیوار کی طرح ان کے درمیان حائل ہو گئے۔ ہر قدم اندر دھنستا جاتا تھا اور ہر قدم پر ایک دل کچل کر مسخ ہو جاتا تھا۔ یہ دل گزرتے سالوں کے دن تھے۔ کتنے برس مسخ ہوئے ان کی۔۔۔ محض ان کی شکی اور نہ ماننے کی خو کے ہاتھوں۔ انہوں نے کتنا سخت' سرد اور برا رویہ اپنائے رکھا تھا اس کی طرف سے اور وہ پھر بھی ان کے لیے فرمانبردار اور خاموش تھا۔ حرف احتجاج بلند کرنے کا حق رکھتے ہوئے بھی اس نے کبھی یہ حق استعمال نہیں کیا تھا۔

حق۔۔۔ مگر حق تو زندہ انسان استعمال کرتے ہیں۔ وہ تو۔۔۔ وہ تو ان کے مس بی ہیو پر اپنے دل میں تڑپ کر رہ گیا تھا۔ وہ قاتل ہیں اس کے' اس کے اتنے ڈھیر سارے بہار لٹاتے موسموں کے' یہ موسم کیسے کیسے کھوئے کر کے اس کی کھڑکی سے لوٹتے ہوں گے۔

مگر خود اس کا شکوہ۔۔۔۔ اپنی ذات کی برات کا شکوہ' کتنا روح فرسا تھا اس سارے عمل میں۔

پاپا کو سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ وہ اپنے اس ناراض سے بیٹے کو کس طرح منا سکیں گے۔ ان کے سامنے ڈائری کے ورق پھڑپھڑا رہے تھے۔ عمیر سامنے بیٹھا ان کو مکمل نگیل کر رہا تھا۔ جب انہوں نے سرسراتے لہجے میں پوچھا۔

"میں اس ناراض اور ضدی لڑکے کو کیونکر منا سکوں گا؟"

عمیر نے فیصلہ سنا تو مسکرانے لگا۔

"محبت کرنے والوں کو محبت ہی جوڑتی ہے ذرہ ذرہ کر کے۔ اگر ریزہ ریزہ بھی ہو تو محبت میں یہ طاقت ہے کہ وہ چاہے تو اپنی الوہی انگلیوں سے اس دل کے تاروں کو پھر سے مربوط کر لے کر دے۔ محبت ترتیب و تزئین اور مسلسل سنورنے کا عمل ہے' سر! یہ سنوار دے گی آپ اسے گلے سے لگا لیں تو یہ اسے بھی پھر سے جوڑ کر مکمل کر دے گی۔ اس کی بے چہرگی کو ایک چہرہ ملے گا۔ آپ کی محبت' اس کا کھویا ہوا اعتماد بن جائے گی' سر! بس آپ اس محبت کو اسی یقین سے پکاریے۔ یہ محبت' محبت نہیں خدا ہے' سر! اور خدا دل سے پکاری جانے والی صدائیں خالی نہیں لوٹاتا۔"

پاپا نے سر جھکا لیا۔ وہ تیزی سے گھر کے لیے اٹھے تھے مگر گھر پہنچ کر پتا چلا تھا وہ صبح کا گھر سے نکلا ہوا ہے۔

"کہاں چلا گیا ہے یہ لڑکا؟" پاپا نے بے چینی سے ٹہلتے ہوئے سوچا اور تبھی فون بیل بجی۔

"ہیلو۔ جی نہیں رانگ کال۔۔۔" انہوں نے بے زاری سے ریسیور رکھ دیا۔ وقت لمحہ لمحہ پہلے سے زیادہ طویل اور جاں گسل لگ رہا تھا۔

♥ ♡ ♡ ♥

وہ جس ارادے سے پراڈو دوڑا رہا تھا اس کا اختتام ایک ابدی اور لامتناہی اندھیرا تھا۔ لیکن کیا یہ اس مقصد کا کوئی ٹھوس حل تھا۔ ایک الزام کی طرح جینا

WWW.PAKSOCIETY.COM
SPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

اور الزام ہی لے کر مرجانا اس اذیت ناک زندگی سے زیادہ اذیت ناک تھا۔ اس کے سوچتے دماغ نے سوال کیا اور اس کے ہاتھ ڈرائیونگ وہیل پر سخت ہوگئے۔ رفتار متوازن ہوگئی تھی مگر یہ زندگی اور اس کی حسرتیں اس نے پراڈو سڑک کے ایک کنارے روک دی تھی۔ ڈیش بورڈ پر دو کارڈ پڑے تھے۔ ایک سوال تھا اور ایک جواب۔ اس نے اپنا کارڈ دیکھا۔ اس کے دل اور محبت کی طرح مبہم نظم درج تھی۔

ہنسی گاتی اس دنیا میں
پہلے دن سے ایک سفر ہے
جس میں لوگ ستاروں جیسے
ملتے اور بچھڑ جاتے ہیں
جن پیڑوں کی چھاؤں ہے سب پر
ایسے پیڑ لگانے والے
پیارے لوگ گزر جاتے ہیں
اور سفر جاری رہتا ہے
راہ تمام نہیں ہوتی ہے
سچا عشق تو ایسا دن ہے
جس کی شام نہیں ہوتی ہے
دامن خالی بھی رہتے ہیں
پھولوں سے بھر بھی جاتے ہیں
لیکن ایسا بھی ہوتا ہے
آنکھیں پتھر ہو جاتی ہیں
پورے خواب نہیں ہوتے ہیں
پورے خواب نہیں ہوتے.....

وہ لحہ اس کے قریب آرکا اور اس کا مترنم لہجہ۔

خواب اپنی جزا آپ ہوتے ہیں جس طرح محبت کی کوئی بخشش نہیں سوائے محبت کے اسی طرح خواب کی اور کوئی جزا نہیں کسی دوسرے خواب کے سوا۔ یہ خواب ہی تو ہم سے ہمارے مالک کل کا رشتہ استوار کرتے ہیں۔ ہمیں اس سمت متوجہ کرتے ہیں جس پر ہم صرف چلتے ہیں مگر اس طرح کہ ہماری آنکھوں پر بے پروائی کی پٹی پڑی ہے اور ہمارے کانوں پر نہ سننے کی شعوری روئی ٹھنسی ہوتی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ہمیں دینے والا کون ہے۔ ہم جانتے ہیں مگر اس کی طرف لوٹتے نہیں۔ ہم سوچتے ہیں جو وہ کر رہا ہے جو ہمیں دے رہا ہے یہ اس کا فرض ہے۔ وہ خدا وہ دے سکتا ہے تو دے رہا ہے مگر ہم میں سے کتنے ہیں جو اس خدا کے حق کو مانتے ہیں۔ کتنے.....

وصاف یہ حق کچھ اور نہیں اس کے لیے بندوں سے محبت کرنا ہے، محبت بانٹنا اور خواب بننا ہے کہ خواب امید ہیں اور امید کبھی نہیں مرتی کیونکہ اس سرا محبت کے خدا نے اپنے ہاتھ میں لے رکھا ہے کہ ان میں توانائی، حرارت اور تشنگی دوڑتا رہتا ہے کہ محبت اسے بھی پسند ہے۔ محبت اسی سے ہے۔

وہ دیکھے گیا تھا پھر یکدم پتا نہیں اسے کیا ہوا تھا اس گلیشیئر دل میں جیسے کوئی ننھا سا دیا جل اٹھا اور ہر ملاقات اس دیئے کی لو بڑھائے چلی گئی تھی۔ جب اس نے اس دیئے سے دل کا معبد سجانا چاہا سب کچھ لٹ گیا۔ ایک بار پھر سے لوٹ لیا گیا تھا۔ وصاف حیدر نے سرپشت گاہ سے ٹکا دیا تھا۔ دوسرا کارڈ سامنے تھا اس نے کھولا نظم تحریر تھی۔ نہایت [illegible]

جب سے تجھ کو لکھا ہے
خواب کے وسیلے سے
نیند کے جزیروں میں
ہاتھ کی لکیروں میں
جب سے تجھ کو چاہا ہے
رات کی عبادت میں
صبح کی دعاؤں میں
دوریوں کی چھاؤں میں
تب سے روح کے اندر
سبز موسموں جیسی
خواہش ہمکتی ہیں
بجلیاں چمکتی ہیں
بارشیں برستی ہیں
گھنٹیاں سی بجتی ہیں

اس نے سہ بار پڑھا پھر کتنی بار اور پڑھا اور جو فیصلہ موقوف کر چکا تھا پھر سے اسی فیصلے نے سر اٹھایا تھا۔

"الزام لے کر مرجانا اذیت انگیز سہی مگر کشف بغیر جینا تو اذیت ترین عمل ہے۔" اس نے دوبارہ سے جیپ اسٹارٹ کی۔ اسے سڑک پر لایا مگر ابھی رفتار بڑھانے بھی نہیں پایا تھا کہ موبائل پر بیپ ہوئی۔ گھر کا نمبر دیکھ کر وہ ایک لمحے کے لیے ہراساں ہو گیا تھا۔

"ہیلو! وصاف حیدر۔"

"کیا! پاپا کی طبیعت خراب ہو گئی ہے، مگر کیسے؟ اچھا! ہاں ہاں میں آتا ہوں تم گھبراؤ مت عمر! میں فوراً آتا ہوں۔"

وہ بوکھلا سا گیا تھا کہ پاپا جتنا بھی اسے دھتکارتے، جھڑکتے، پاپا میں اس کی جان بند تھی۔ جب وہ کچھ نہیں تھا تب پاپا نے اسے محبت دی تھی اور یہ محبت، یہ سود کی طرح ہر روز اس پر سوا ہوتی جاتی تھی۔ اس کا کوئی اور بدل نہیں تھا صرف واپسی محبت کے۔

اس نے گھر آنے تک میں بہت انجانے وسوسوں سے داستان بنائی تھی مگر جیپ پورچ میں روک کر وہ اندر آیا تو پاپا کو بالکل ٹھیک ٹھاک پا کر اطمینان تو ہوا مگر شکوہ بھی ہوا کہ اس کے جذبات سے [illegible]

"یہ ضروری تھا۔ تم کتنے ضدی بچے بن جاؤ اپنے پاپا کے لیے تم موم ہو اور میں نہیں چاہتا میرا یہ موم سا دل رکھنے والا جگری یار وقت کے گرم تھپیڑوں سے پگھل جائے۔"

"جگری یار!" اس نے چونک کر دیکھا۔ کیا یہ کوئی نئی سزا تھی مگر وہاں صرف محبت کے سوا انہیں کچھ نہیں ملا تھا۔ پاپا آگے بڑھ آئے تھے پھر وہ کچھ سمجھ بھی نہیں پایا تھا کہ پاپا نے انہیں سینے سے بھینچ لیا تھا۔

"جو کچھ ہم میں راز تھا اسے راز رہنے دو ہو سکے تو اپنے پاپا کو معاف کر دو۔ اپنے کوتاہ نظر پاپا کو جس نے اپنے سب سے پیارے بیٹے کو پرکھنے میں غلطی کی۔"

"پاپا!" وہ صرف یہی کہہ سکا کہ یہی لفظ تو اس میں جم گیا تھا۔

آج بہت سی برف مزید پگھل گئی تھی اور برف کے نیچے خودرو پھولوں کے خفتہ شگوفے پیغام زندگی دے رہے تھے۔ سب کچھ بنا بگڑا تھا اور اب پھر سے بن گیا تھا۔ شاید صرف بنا ہی نہیں سنور بھی گیا تھا۔ وہ پاپا کی محبتوں کے حصار میں تھا جب عمر اور سارہ یہ اس خوشی کو سلیبریٹ کرنے کیک سمیت کمرے میں داخل ہوئے۔ ماما، ثمن، سائرہ، نازک کی پشت پر تھیں۔

"یہ سرکل کتنا مکمل ہو جاتا اگر جو یہاں کشف بھی ہوتی۔"

عمر نے آنکھوں میں تمنا پڑھ لی جانے یہ لاابالی سا لڑکا اتنا زیرک کیسے ہو گیا تھا۔

وہ سوچتا رہ گیا اور کشف مرتضیٰ سرخ گلابوں کا بکے لیے عمر کے آواز دینے پر اس کے سامنے آرکی۔ دہلیز سے لے کر دل کی چوکھٹ تک ہر طرف سرخ گلابوں کی مہک بکھری ہوئی تھی۔

"نیا برس، پرانے ساتھ اور پرانی محبتیں پھر سے ملنے پر مبارک ہو۔"

اس نے اٹھ کر محبت کی پیشوائی کی۔ سب کے جھرمٹ میں اس نے کیک کاٹا اور پھر تنہائی ملی تو کشف نے اس کی فون کال پر اس کی کلاس لے ڈالی تھی۔

"مرجانے کی اجازت ہم نے کب دی تھی آپ کو جو آپ نے کہا تھا آپ زندگی اور نہیں جی سکتے۔ کیا واقعی زندگی نہ جینے والی بات ہے۔"

"ہاں مگر دو گھنٹے پیشتر تک اب اگر وہ خدا کے چلو وصاف حیدر تو میں کہوں گا حضرت ترمیم کی جائے۔ ابھی تو میں نے جینا سیکھا ہے۔ ابھی سے مت بلایئے کہ میرے خواب، میرے ادھورے خواب مجھے بہت تڑپائیں گے۔" وہ کہتے کہتے رکا پھر ہاتھ تھام کر بولا۔

"جب میں نے تمہیں فون کیا اس وقت میرا ارادہ پکا پکا زندگی کو خیرباد کہہ دینے کا تھا مگر پتا نہیں کیسے یہ فیصلہ بدل گیا بس سمجھو اگر گزر جاتا یہ عمل تو میری آنکھوں میں تمہارے کتنے ہی دیکھے ہوئے خواب مرجاتے۔"

کشف مرتضیٰ نے تنبیہی انداز میں دیکھا۔ کچھ نہیں کہا اور محبت وصاف حیدر کی آنکھوں کو عمر دراز کی دعائیں دیتی آگے بڑھ گئی کہ ابھی اس کے خواب اور زندگی نے پہلی سانس لی تھی سو ایک لمبی عمر جینا اس کا حق تھا۔

☆ ☆

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
UrduPhoto.com

www.sadiaazizafridi.weebly.com

ناولٹ

آج وہ پھر اسی بینچ پر بیٹھا ہوا تھا' وہ ہر روز صبح جب بھی جاگنگ کے لیے اس پارک میں آتا اسے ہمیشہ اسی جگہ بیٹھے دیکھتا' یہی کوئی ایک ہفتے سے اور اس کے چہرے کی گمبھیرتا الامان الامان' لیکن بس آج سرمد احمد کا دل چاہا' جہاں بہت سے لوگ دعا سلام کے زمرے میں آتے ہیں' کیوں نہ وہ بھی اس دائرے میں شامل کرلیا جائے۔ وہ یوں تو بہت مصروف رہنے والا بندہ تھا۔ لیکن پھر بھی اس پارک میں پاپا کے 'چاچو کے۔ اور خود اس کے اتنے فرینڈز ملتے تھے کہ خود بخود ہیلو ہائے کا بندھن بنتا چلا جاتا۔ یہی وجہ تھی وہ آج اس کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ عمر اس کی بھی سرمد احمد جتنی ہی تھی یعنی یہی تیس اکتیس سال۔

"ہیلو' میں سرمد احمد ہوں۔" مصافحہ کے لیے ہاتھ آگے بڑھایا اور سامنے بینچ پر بیٹھے شخص کے تیور۔ نہ دوستوں جیسے تھے' نہ دشمنوں کی طرح بس ایک خالی پن سا تھا ان آنکھوں میں' جیسے اس نے دیرینہ تمنا کو پالیا ہو یا دیرینہ تمنا کے کھونے کا دکھ سہارے بیٹھا ہو۔ پتا نہیں وہ اس دکھ کے سہارے بیٹھا تھا یا دکھ اس کے سہارے لیکن اسے لگا وہ عام انسان نہیں ہے۔ کچھ خاص تھا اس میں۔

"کیا... آپ اجنبیوں سے بات کرنا بالکل پسند نہیں کرتے؟" وہ کھڑے سے اس کے سامنے پڑی بینچ پر بیٹھ گیا۔ لیکن اس کے انداز میں پھر بھی کوئی تبدیلی نہ آئی۔ آپ کسی سے خفا ہیں کیا؟" اس نے پہلی بار سر گھما کر اسے دیکھا۔ سرمد احمد کو لگا جیسے وہ سارے جہان سے خفا ہو۔ اپنے آپ سے خفا لوگ نہیں منائے جاسکتے۔ لیکن دنیا سے ناراض لوگوں کو منانے کا چانس لیا جاسکتا ہے۔ یہی چانس وہ لے رہا تھا۔ مگر ہنوز خاموشی دم سادھے اس کے سامنے بیٹھی تھی۔

"آپ کا خوبصورت نام کیا ہو سکتا ہے؟" اس نے نئی طرح سے پرانا سوال کیا۔ کچھ لوگ ہوتے ہیں' ہر بات کو رد کردیتے ہیں۔ لیکن کوئی اگر ان کی شخصیت کی تعریف کرے تو ان کے انداز میں گرمجوشی پیدا ہوجاتی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | PAKSOCIETY

ہے۔ مگر یہاں تو گرمجوشی کا ابال تو کیا اٹھنا تھا' ہلکی سی بھاپ بھی نہ اٹھی۔ سو اس نے بور ہو کر ریسٹ واچ پر نظر ڈالی۔

"اُفوہ! ساڑھے سات ہو گئے' سوری دوست کل پھر ملیں گے۔" وہ دوستانہ انداز میں اس کے کندھے تھپتھپاتے ہوئے اٹھا' مگر اجنبی نے کوئی ردِ عمل ظاہر نہ کیا۔

اس نے پلٹ کر دیکھا' شاید اجنبی سچ مچ شرمیلا ہو مگر اس کی آنکھیں اب بھی داخلی دروازے پر ٹکی ہوئی تھیں۔

"کس کا انتظار ہے اسے۔؟" اس نے سوچا پھر سر جھٹک کر گھر تک جانے والے ٹریک پر واپسی کے لیے دوڑنے لگا۔

اور یہ بہت کم ہوتا ہے' ہم واپسی کے لیے سیدھے قدموں دوڑ سکیں۔ ہمیشہ وقت ہمیں آگے دوڑاتا ہے اور واپس پلٹنے کے لیے الٹے قدموں لوٹنے کی شرط لگاتا ہے اور الٹے قدم ہمیشہ الٹی گنتی کی طرح ہوتے ہیں' ہر قدم پر منہ کے بل گرنے کا خدشہ سانس پھلائے دیتا ہے۔ اتنی کہ اگلی سانس کے لیے ہم منتظر ہی رہتے ہیں باسی' پرانی سانس ہمیں اترن کی طرح تھمادی جاتی ہے اور ہم اسی میں خوش حال سے بے حال اپنے جیتنے' وقت سے جیتنے کے وہم میں دھمال ڈالتے ہیں۔ اور وقت۔؟

وہ ہماری بے وقوفی پر ہنسے ہی جاتا ہے۔ اتنا اتنا زیادہ کہ اس کی آنکھوں میں پانی آجاتا ہے اور پھر کوئی نہیں جانتا' یہ پانی ہماری آنکھوں میں ساون کی طرح کیوں آن بیٹھتا ہے۔ وہ چلتے چلتے اسی اجنبی کو سوچے جا رہا تھا اور خود میں اتنا محو تھا کہ گھر میں داخل ہوتے ہی صبا سے ٹکرا گیا۔

"کیا ہے سرمد بھیا! آنکھیں کیا ادھار دے آئے ہیں؟"

وہ مسکرا کر کالج یونیفارم میں اسی کی منتظر صبا احمد کو دیکھنے لگا۔ لمبی لمبی سیاہ آنکھیں۔ اور ان میں بیٹھا انتظار۔

"آخر یہ آج مجھے ہر کوئی انتظار کا سمبل کیوں لگ رہا ہے؟" اس نے چونک کر خود سے پوچھا اور اس کے معصوم ہاتھوں کا دباؤ اپنے کندھوں پر محسوس کیا۔ وہ اسے زبردستی دھکیل رہی تھی۔

"جلدی سے تیار ہو جاؤ بھیا! مجھے آپ آج ضرور لیٹ کرواؤ گے۔" وہ اپنے بیڈ روم تک آیا۔ بیڈ پر اس کے آج کے منتخب کپڑے پریس ہینگ کیے پڑے تھے۔

"یہ چھوٹی کتنی ساری ذمہ داریاں سنبھالے بیٹھی ہے۔" اس نے جلدی جلدی باتھ روم کا رخ کیا۔ پھر آدھے گھنٹے بعد وہ میز پر تھا۔

ناشتہ بہت سہولت سے چن دیا گیا تھا۔ پاپا معمول کے مطابق اخبار پڑھ رہے تھے' ان کی آنکھوں میں غیر متوقع تاسف امڈ آیا۔

"آج کل کے بچے کتنے غیر ذمہ دار ہو گئے ہیں؟"

"کیوں پاپا! کہیں سرمد بھائی کی کلاس تو نہیں لگنے والی؟" اس نے توس پر مار جرین لگا کر سرمد کی طرف بڑھایا اور پاپا کے چائے کے کپ کو نئے سرے سے لبریز کرتے ہوئے شوخی سے سوال داغا۔ پاپا نے چونک کر اس کی چہکار کو دل سے سنا پھر ہلکے سے نفی میں سر ہلا کر بولے۔

"میرا سرمد ایسا بچہ ہے ہی نہیں۔ بچپن سے یہ اتنا سمجھ دار' اتنا باشعور ہے کہ مجھے کبھی الگ سے کوئی کلاس نہیں لینی پڑی۔" سرمد نے پاپا کے ریمارک پر شرٹ کے کالر کو اکڑایا۔ مسکرا کر اسے دیکھا تو وہ بھنا گئی۔

"پاپا! دیکھیں' بھیا مجھے چڑا رہے ہیں۔ ان کا خیال ہے۔ میں سمجھ دار نہیں ہوں۔"

"دیکھیے ناں' پاپا! یہ لڑکی تو آبیل مجھے مار کی مثال بن رہی ہے۔ میں نے کیا ایسا کچھ کہا ہے؟" پاپا اب دونوں کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ سرمد کی شرارت بھری مسکراہٹ اور صبا کا خفا سا انداز۔

"بری بات سرمد! بہنوں کو نہیں ستاتے۔"

"بہنوں کو نہیں ستاتا پاپا! میں تو صرف بہن کو ستاتا ہوں۔ ایک ہی تو ہے انجوائمنٹ کا ذریعہ اگر اسے بھی نہ ستاؤں تو بور نہیں ہو جاؤں گا۔"

پاپا مسکرانے لگے اور صبا منہ بنائے جلدی جلدی ناشتہ کرنے لگی۔ ہمیشہ پاپا اور وہ اسے کہہ کہہ کر تھک جاتے تھے کہ ناشتہ ڈھنگ سے کیا کرو۔ اپنی صحت کا خیال رکھو' مگر وہ جلدی مچائے رکھتی۔ مگر آج غصے میں وہ بڑی تندہی سے ناشتے پر ہاتھ صاف کر رہی تھی۔

"غصے میں ناشتہ کرنے والے بہت جلدی موٹے ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ کھانے کی رفتار پر ان کا کنٹرول نہیں رہتا۔ وہ صرف مصروف نظر آنے کے لیے کھاتے ہیں تمہاری طرح۔" اس نے اپنی معلومات کا رعب جھاڑا۔ تو وہ ناشتہ چھوڑ کر اچانک اٹھ کھڑی ہوئی۔

"ارے رکو' اکیلے کہاں جاتی ہو۔ میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گا ناں۔" بریف کیس تھامے وہ اس کے پیچھے لپکا۔ لیکن اتنی جلدی میں بھی وہ نیوز پیپر اچکنا نہیں بھولا تھا۔ نیوز پیپر بغل میں دابے وہ اس کے برابر گاڑی میں آ کر بیٹھا تھا۔ مگر اس نے منہ بنا کر کھڑکی کی طرف چہرہ موڑ لیا۔ اس نے شرارت سے اسے دیکھا اور رعب دار آواز میں پکارا۔

"چلو ڈرائیور۔" گاڑی سبک رفتاری سے گیٹ سے نکلی تو وہ اس کی من پسند چاکلیٹ کوٹ کی جیب سے نکالتے ہوئے بولا۔

"بھئی ناراض لوگ چاکلیٹ تو نہیں کھاتے۔" اس نے جنبش نہیں کی' مبادا کہیں وہ اس کی کمزوری کا فائدہ اٹھا رہا ہو۔ مگر اس نے اس کی آنکھوں کے سامنے چاکلیٹ لہرائی تو خود بخود وہ پوری کی پوری اس کی طرف مڑ گئی۔

"آپ بہت برے ہیں بھائی!"

وہ ہنسنے لگا' پھر مسکرا کر بولا۔ "برا ہوں' لیکن تم مجھ سے زیادہ بری ہو۔ پتا ہی نہیں چلتا۔ کب ہلکے پھلکے مذاق کو ناراضی میں لپیٹ دو۔ ساری محبت۔ بھائی چارے کا دھڑن تختہ کر دیتی ہو۔" وہ لفظ بھائی چارے پر مسکرائے بغیر نہ رہ سکی' پھر شرارت سے بولی۔

"اگر جھوٹ موٹ کی ناراضی میں اصلی والی ناراضی کا ٹچ نہ دوں تو آپ کی یہ اصلی والی محبتیں کیسے دیکھوں گی۔"

"بہت چالاک ہو گئی ہو۔" اس نے اسے کالج کے گیٹ پر چھوڑا' والٹ سے ایک بڑا نوٹ نکال کر ریفریشمنٹ کے لیے تھمایا اور باوردی ڈرائیور گاڑی آگے بڑھا لے گیا۔ سبک رفتاری سے چلتی گاڑی میں تنہا ہو کر اس نے پہلی بار نیوز پیپر کھولا' ڈان پڑھ چکا تو اردو اخبار کھول کر بیٹھ گیا۔ اگلے پچھلے صفحات پڑھتے پڑھتے کالمز پر نظر پڑی تب اسے حیرت ہوئی۔ آخر یہ کس کالم نگار کے اچانک منظر نامے سے غائب ہونے کے تذکرے ہیں۔ شاید کوئی ہو گا۔ مصروف' کوئی بھی مصروفیت ہو سکتی ہے۔ لیکن ڈھنڈورا ایسے پیٹا جا رہا ہے جیسے کوئی قیامت آ گئی ہو۔ ایک تو یہ صحافتی ذرائع! اس نے عمومی صحافتی کارکردگی پر دو لفظ کہہ کر اخبار تہہ کر کے گود میں رکھ لیا۔ تب اچانک اس کی نظر میں بجلی کوند گئی۔

"یہ چہرہ۔! بہت دیکھا ہوا ہے۔" اس نے سوچا دفعتاً اس کے ذہن میں جھماکا ہوا۔

یہ تو اس خاموش نوجوان کی تصویر ہے جس سے میں صبح سر مار مار کر تھک گیا تھا۔ لیکن اس کی آواز تک نہیں سن سکا تھا۔ چھریرا بدن' غلافی آنکھیں۔ گندمی رنگت' کلین شیو' ڈریسنگ کا شعور رکھنے والا پُرکشش شخصیت کا مالک۔ لیکن یہ شخص کراچی سے یہاں اسلام آباد میں آ کر کیا کر رہا ہے؟ اس نے گلاسز اتار کر اسے پھر سے غور سے دیکھا۔ پھر بڑبڑایا۔

"اچھا جناب تو آپ کا نام طارق بن فاروق ہے' ایم اے صحافت اور بہت زبردست کالم نگار ہیں لیکن کالم نگار اتنے قنوطی تو نہیں ہوتے۔ تنقید' تعریف' احتجاج کوئی بھی نوع کی مصروفیت نکال کر وہ خود کو زندہ رکھتے ہیں۔

یہ زندہ تھا' لیکن زندگی سے منہ موڑے کھڑا تھا۔ آخر پرابلم کیا ہے اس کی؟"

اس نے سوچا مگر اس وقت تک اس کا دفتر آ چکا تھا' وہ یہاں شوروم میں بیٹھتا تھا۔ ان کے کراچی' لاہور

www.sadiaazizafridi.weebly.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | f PAKSOCIETY

www.sadiaazizafridi.weebly.com

اسلام آباد میں گاڑیوں کے شورومز تھے۔ جو ان کے قابل بھروسہ ملازمین کی زیر نگرانی تھے اور کراچی اسلام آباد کے شوروم وہ خود دیکھتا تھا۔ شورومز کے ساتھ ساتھ اس کا رینٹ اے کار کا سائیڈ بزنس بھی تھا۔ اسلام آباد میں اکثر ڈیلی گیشن آتے رہتے تھے۔ دارالحکومت ہونے کی وجہ سے اس کا یہ بزنس بھی بہت اچھا بزنس جارہا تھا۔ وہ آج دن بھر رینٹ اے کار کی لسٹ دیکھنے لگا۔ پچاس فیصد گاڑیاں مصروف تھیں۔ اس نے کچھ واؤچر زیر دستخط کیے۔ کچھ پے منٹ بینک میں جمع ہونے بھیجی اور شام تک اتنا مصروف رہا کہ ذہن سے طارق فاروق کا نام تک محو ہوگیا۔ مگر شام سات بجے گھر پلٹا تو پہلا فون صریمہ جلال کا آیا تھا۔

"زہے نصیب' آج ناچیز کو کیونکر یاد کیا گیا؟" لہجہ کافی شوخ تھا۔ صریمہ کچھ دنوں سے سیمینارز اٹینڈ کرنے میں اتنی مصروف تھی کہ دو ماہ بعد ہونے والی شادی کے حوالے سے بھی سرمد احمد کو لفٹ نہیں کروا رہی تھی۔ دونوں کا نکاح عید پر کردیا گیا تھا' رخصتی عیدالاضحیٰ پر ہونا قرار پائی تھی۔

"کیا ہوگیا' کیا بہت ناراض ہیں آپ؟" اس کی شوخی کو وہ کچھ اور سمجھی سو لہجے میں التجا بھر کر پھر سے پوچھا تو وہ ہنسنے لگا۔

"خفا اور تم سے' پاگل لڑکی! ایک تم ہی تو ہو جو مجھے سمجھتی ہو' تم سے کیسے ناراض ہوسکتا ہوں۔"

ڈھیروں اطمینان صریمہ جلال کے دل میں اتر آیا۔ بہت خوش قسمتی ہے کہ انسان کو جیون ساتھی واقعی جیون دینے والا ملے۔ اور سرمد احمد ایک آئیڈیل انسان تھا۔ وہ بہت زیادہ خوبصورت نہیں تھا' لیکن اس کی شخصیت کی ساری جاذبیت اس کی محبت میں تھی۔ وہ بہت دیر تک باتیں کرتے رہے۔ پھر وہ موبائل آف کرکے واپس اپنے روم میں آیا تو اسے صبا کی ہڑک اٹھی۔

وہ بیڈ روم سے باہر نکلا۔ اسے ہر جگہ ڈھونڈ چکا تو خیال گزرا شاید وہ اسٹڈی میں ہو۔ پڑھتے رہنے کا اسے جنون سا تھا۔ مگر غیر نصابی کتب' تعلیمی میدان میں وہ اوسط قسم کی طالبہ تھی۔ لیکن ذہین تھی۔ دنیا پر اس کی نظر مطالعہ کی وجہ سے ہی گہری تھی۔

"صبا کی بچی کہاں ہو تم.....؟" وہ اسٹڈی میں آیا لیکن وہ وہاں بھی نہ تھی۔

"شاید ٹیرس پر ہوگی۔" اس نے سوچا۔ گھر میں ملازمین کی فوج ظفر موج اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھی۔ پاپا شام ہوتے ہی اپنے مخصوص دوستوں کے ساتھ کلب چلے گئے تھے۔ یہی وجہ تھی' وہ بور ہوکر اسے ڈھونڈتا پھر رہا تھا۔

یہ نہیں تھا وہ کوئی بیبا بچہ تھا۔ جس کے آٹھ پہر گھر میں ہی گزرتے تھے اس کی بھی گیدرنگ تھی۔ یار دوست تھے' کئی کلب کی ممبر شپ تھی مگر کبھی کبھی دل چاہتا ہے نا گھر میں اپنوں کے ساتھ کچھ وقت بتایا جائے۔

وہ اسے ٹیرس پر بھی نہیں ملی تو اس نے پینٹ کی جیب سے اپنا موبائل نکالا۔

اس کا نمبر ڈائل کیا' تین چار دفعہ کے بعد کہیں اس سے رابطہ ہوا مگر وہ بری طرح شکستہ لگ رہی تھی۔ جیسے کوئی اپنے جذبوں کا بوجھ اٹھائے اٹھائے خود تھک جائے۔

"گڑیا! کہاں ہو آپ.....؟" حیران ہونے کے ساتھ ساتھ اسے فکر بھی لاحق ہوئی۔ تب اسے ہلکی سی آواز سنائی دی۔

"میں راستے میں ہوں بھائی! گھر آرہی ہوں' یہاں تھوڑی سی شاپنگ کے لیے نکل گئی تھی۔ میری دوست مجھے گھر ڈراپ کرکے جائے گی۔" وہ ٹیرس سے نیچے آکر بیٹھ گیا۔ پندرہ منٹ بعد وہ ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی' خالی ہاتھ..... اس نے اس کے خالی ہاتھوں کو غور سے دیکھا۔ وہ خاموش سی آکر صوفے پر بیٹھ گئی۔

اتنا سنجیدہ' اتنا دکھی اس نے اسے کبھی نہیں دیکھا تھا اس وقت بھی نہیں جب اس کا پیارا کنڈی' ڈاگ مرا تھا۔ اس وقت بھی نہیں جب بہت محنت کے باوجود وہ پہلے سمسٹر میں دو پیپر میں رہ گئی تھی۔ آج کوئی بات بہت ہی زیادہ دل شکستہ کرنے والی تھی۔ جو اس کی آنکھوں میں اتنا غم تھا اور صبا کی آنکھوں میں غم ہو تو پھر کیسے ممکن ہے سرمد احمد بغیر کوئی ردِعمل ظاہر کیے رہ سکے۔ وہ اٹھ کر اس کے برابر آن بیٹھا۔

"کیا بات ہے صبا! تم کچھ اَپ سیٹ لگ رہی ہو؟"

اس نے اپنی تھکی ہوئی آنکھوں کو ہولے ہولے مساج کرتے ہاتھوں کو روک کر بھائی کو دیکھا۔

سوال آنکھوں میں بدستور جمے ہوئے پایا تو ہولے سے بولی۔

"کوئی خاص بات نہیں ہے بھائی! بس ویسے ہی کچھ تھکن ہوگئی ہے۔ اس لیے موڈ اچھا نہیں ہے۔" اس نے سوچا شاید یہی کافی ہوگا۔ مگر سرمد احمد کب ٹلنے والا تھا۔ اس کا ہاتھ تھام کر بولا۔

"موڈ خراب ہوتا بچے! تو میں مطمئن ہوجاتا کہ تم فارم میں ہو' لیکن مجھے محسوس ہورہا ہے جیسے تم اداس ہو۔ بہت زیادہ اداس' اور ڈسٹرب۔ آخر ایسی کیا بات ہے' جس نے تمہاری آنکھوں میں اتنا غم بھر دیا ہے؟"

اور بس۔ صبا احمد کو لگا یہ محض لفظ نہیں کاندھا تھا' اپنے پن سے لبریز' جس پر سر رکھ کر وہ رو سکتی تھی۔ بے تحاشا ہچکیاں' سسکیاں کیا کیا کچھ نہیں تھا اس کے اندر۔ وہ سب باہر آنے لگا تھا۔ وہ سب آنسو جنہیں اس نے حوصلے کی زنجیر سے باندھ رکھا تھا۔ وہ سب قیدی آزاد ہوگئے تھے۔ سرمد کی کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا وہ کیسے ان آنسوؤں کو روکے۔ ان آنسوؤں کو جن کی قیمت دنیا کی ہر چیز سے زیادہ تھی۔ وہ ہر نقصان برداشت کرسکتا تھا' لیکن اتنا بڑا نقصان۔ بچپن سے لے کر آج تک اس نے جسے گڑیا کی طرح سنبھال کر رکھا' شہزادیوں کی طرح جس کی ہر خواہش کو پورا کیا۔ جب وہ اس قابل بھی نہیں تھا کہ اس کی خواہش پوری لاسکتا تو پھر کیسے ممکن تھا کہ وہ اب اس کے لیے ہراساں نہ ہوتا۔ وہ شل کر اسے دیکھے جارہا تھا۔ اور وہ روئے جارہی تھی۔ اس کا خلجان اتنا بڑھا کہ اس نے فون کرکے صریمہ جلال کو بلا لیا۔ صریمہ نے آتے کے ساتھ ہی اسے گھورا۔

"ضرور تم نے ستایا ہوگا میری صبا کو....." وہ جھپٹ کر اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔ پھر لاڈ سے بولا۔

"میں برا ہوں' پر اتنا برا نہیں کہ صبا کی آنکھوں میں اتنا ڈھیر سارا پانی بھر دوں اور پھر انہیں بہنے بھی دوں۔ ڈیر صریم! صبا کے آنسو بہت قیمتی ہیں' میرے لیے۔"

"بھیا کی کوئی شرارت نہیں ہے صریم بجو! یہ تو بس پتا نہیں میرے آنسو کیوں نہیں رک رہے۔" صریم نے اس کی شیگی کٹ بالوں کو لپیٹ کر کیچر لگایا کچھ کہنے کے بجائے اسے اپنے ساتھ لگائے لگائے اس کے روم میں لے گئی۔ سرمد احمد نے ان کی طرف پیش رفت کی تو اس نے ہولے سے اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر روکا۔

"مجھے تنہائی میں بات کرنے دو۔ ہوسکتا ہے کوئی ایسی بات ہو جو وہ تم سے شیئر نہ کرسکتی ہو۔" بات اس کے دماغ میں آگئی' سو وہ دوبارہ صوفے پر آن بیٹھا۔ ٹی وی آن کیا تو حیران رہ گیا۔ یہ چہرہ تو دیکھا بھالا تھا۔

"او ہو یہ تو طارق بن فاروق ہے۔" اس نے ٹی وی کی آواز تیز کردی۔

تب اس پر کھلا' وہ بہت عمدگی سے اپنے فرائض نبھا رہا تھا کہ اچانک منظر عام سے غائب ہوگیا۔ آج کل آنے والے زلزلے میں اس کی کارکردگی بے حد نمایاں تھی۔ اسے بات کہنے بھی آتی تھی اور منوانے کا ہنر بھی خوب ہی رکھتا تھا' لیکن میڈیا کے آپس کے تناؤ اور اتنے ہاٹ ایشو پر بھی سیاست چمکانے کے ماہر افراد کے آگے اس کی ایک نہیں چلی تھی۔ جگہ جگہ اسے بدعنوانی کرنے کی اتنی پرکشش آفرز دی گئی تھیں۔ ہر معاملے میں اس قدر تھکایا گیا تھا' اندرون خانہ بیوروکریٹ نے ایسی ایسی چالیں چلی تھیں کہ وہ ہر چیز سے کٹ آف ہوگیا' اس نے اپنا موبائل آف کر رکھا تھا۔ اپنی ہر شناخت سے منکر ہوگیا تھا۔

"تو یہ ہے تمہاری پرابلم....." اس نے تاسف سے خود کو بتایا' ٹی وی آف کرکے مڑا ہی تھا کہ صریم جلال کو سامنے پایا۔

"کیا معاملہ تھا' کچھ پتا چلا؟" صریم جلال متوازن

www.sadiaazizafridi.weebly.com

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

www.sadiaazizafridi.weebly.com

قدم چلتی ہوئی صوفے پر آکر بیٹھی، پھر سنجیدگی سے بولی۔

"طارق بن فاروق ہے کوئی ان سارے اسٹوڈنٹس کا آئیڈیل جس کی ایک آواز پر یہ سب جان لٹانے پر بھی تیار ہیں۔ لیکن کچھ عرصے سے میڈیا نے اسے ایسے بدنامی سے کک آؤٹ کیا ہے۔ یہ سارے طلبہ صرف یہی نہیں کراچی اور دیگر علاقوں کے طلبہ جو اس کی آواز پر والنیٹئر بن کر زلزلہ زدگان کی امداد کے لیے آنکھ بند کر کے چل پڑے تھے۔ وہ سب بہت دل برداشتہ ہو گئے ہیں، انہیں راہ دکھانے والا کوئی نہیں ہے۔ سوائے دکھ تکلیف کے خاتمے کی خواہش کے سوا اور صبا اسی ناامیدی کا شکار ہے۔ کہیں سے اسے اطلاع ملی تھی کہ طارق بن فاروق یہاں اسلام آباد میں دیکھا گیا ہے۔ تو ان کا پورا گروپ اس کی تلاش میں سرگرداں رہا اور ناکام لوٹنے سے ہی وہ اتنی شکستہ ہو کر روئی ہے۔"

سرمد احمد نے طویل گہری سانس لی۔ وگرنہ اس کا خیال تھا عموی طور پر اس عمر کے کسی دھوکے نے اسے اتنا ٹوٹ کر رونے پر مجبور کیا ہے۔ لیکن وہ اس تکلیف سے بہت اچھی طرح واقف تھا کہ محبت کا ہر دھوکا انسان سہہ لیتا ہے، لیکن محبت کی سب سے عمیق حالت آئیڈیل کی ہوتی ہے۔ اگر اس میں کھوٹ ملے یا کھوٹ دکھایا جائے تو دل کے بچنے کی پھر کوئی سبیل نہیں نکلتی۔ پھر آپ کتنی ہی محبت سے محبت کا ہاتھ تھام کر اس میں زندگی اور تحریک بیدار کرنے کی کوشش کریں، مگر سب بے سود رہتا ہے۔ پھر آپ کسی بڑے سے بڑے حادثے پر بھی نہیں چونکتے آپ کی زندگی میں پھر ہر معاملہ "سو واٹ....." کا سلوگن بن جاتا ہے۔ وہ یہ بہت اچھی طرح جانتا تھا کیونکہ بہت پہلے وہ اسی کا شکار رہا تھا۔ اس کا آئیڈیل چیریٹی زون سے تھا۔ جس کی بات کو وہ حرفِ آخر سمجھتا تھا۔ جس کی بلند کرداری پر وہ ایک لفظ نہیں سن سکتا تھا، جس کے لیے وہ جان تک دے سکتا تھا۔ مگر ایک دن جب وہ اس سے ملا تو اسے لگا وہ صرف دھوکا ہی دھوکا ہے۔ اور وہ صرف فریبِ نظر کا شکار رہا یا شاید میڈیا نے اس شخص کو عظیم انسان کے طور پر سجا بنا کر پیش کیا کہ وہ ہر دل میں مکین ہو گیا مگر اس لمحے وہ اس کے سامنے تھا اور ڈرنک سے مدہوش، زندگی پر اپنی رائے دے رہا تھا۔

"زندگی بہت ہو تب بھی کم لگتی ہے، اور فی زمانہ زندگی آج کل بہت کم ہو چکی ہے۔ سو ایک سانس میں پی جانے کی تمنا ہر تمنا سے بڑھ کر ہے۔ میں اگر تمہاری طرح جوان ہوتا تو اسے پھر سے جیتا پھر سے جیتا لیکن طلب نہیں مٹتی اور تم..... تم یہ کن چکروں میں پڑے ہو۔ یہ چیریٹی، یہ فلاح بہبود، یہاں صرف انسان اپنی زندگی سنوار لے تو یہی بہت ہے۔ ہاں اگر اپنی تنہائی سجانا چاہتے ہو تو میرے دی لائف ہاسٹل کے دروازے تمہارے لیے کھلے ہیں۔ وہاں جو تم چاہو تمہیں ملے گا، کبھی مایوس نہیں ہو گے۔ بے یار و مددگار بہت سی لڑکیاں ہیں، جو تمہارے کسی بھی خواب میں کسی بھی دھوکے میں ہر بار آنے کو تیار ہو سکتی ہیں اور اگر تم چاہتے ہو یہ چیریٹی تمہارے نام پر کوئی تمغہ لگا سکے تو اس کا بھی انتظام ہے میرے پاس۔ میرے ساتھ رہ کر دولت، شہرت، عزت سب کچھ تمہیں ملے گا۔ لیکن بس تمہیں منہ بند رکھ کر میرے پیچھے چلنا پڑے گا۔ میری طرف سے تم آنکھ موڑ لینا، تمہاری سرگرمیوں سے میں صرفِ نظر کروں گا۔ حماد یوسف اگر تمہیں نہ لایا ہوتا تو شاید میں اتنی جلدی تم پر بھی نہ کھلتا مگر حماد لایا ہے تو تم اپنے ہی بندے ہو، مجھے تم پر اعتماد ہے......"

وہ خاموش کھڑا دیکھتا رہا، پھر سر ہلایا اور سوچنے کا وقت لے کر اس کی کوٹھی سے ایسے نکلا جیسے کسی دیو کی قید سے بھاگ نکلا ہو۔ سارے سراپے، سارے وجود سب مشتِ خاک ہیں۔ پر یہ خاک کتنی بڑھک باز، کتنی ضدی، کتنی خود سر ہے۔ زمین پر زور زور سے پیر مار کر اپنے وجود پر اتراتی ہے اور یہ زمین! یہ زمین اس کی اس حرکت پر کتنا کلستی ہو گی، حیرت سے ایک لمحے کو گنگ ہو جاتی ہو گی کہ ہر ذی نفس نے موت کا مزہ چکھنا ہے۔ لیکن پھر بھی زندگی کے چٹخارے سے اس کی زبان ایسی لتھڑی ہے کہ ہر چیز، ہر بات بے معنی لگتی ہے۔ ہر انسان سمجھتا ہے جس کے مرنے کی اطلاع اس تک پہنچی، بس اسے ہی مرنا تھا اور صرف اسے جینا ہے۔ موت کو ہم اپنے ہاتھوں سے قبر میں اتارتے ہیں اور مٹی ڈال کر سمجھتے ہیں موت اب فنا ہوئی تو کبھی پلٹ کر ہمیں نہیں دبوچے گی۔ مگر موت ہے کہ ہر قبر کے سرہانے ہائے افسوس وائے افسوس کر کے ہر بشر کی کم عقلی پر ہنستی رہتی ہے۔ اور اس کی یہ ہنسی، ہر سوچنے والے دماغ پر خلش چھوڑ جاتی ہے۔ ایسی خلش جو تادیر دل میں چبھتی رہے، کسی نئے حادثے سے پرانی ہو کر بھی نئے افسوس کی طرح باتوں میں در آئے۔ اس کی ذہنی حالت کتنے عرصے تک ڈسٹرب رہی تھی۔ پھر آہستہ آہستہ پاپا اور صبا نے اسے اس قید سے نکالا تھا اور کتنی مشکل سے نکالا تھا۔ اور آج پرانا واقعہ نئے طرز پر اسٹیج ہوا تھا۔ اس ایپی سوڈ میں بھی ایک ایماندار آدمی کو ناکام ثابت کر کے کک آؤٹ کر دیا گیا تھا۔

"مجھے کچھ کرنا ہے، پہلے میں نے ایک برائی کو ہوتے دیکھا، لیکن نہ اسے روکا نہ اسے پوائنٹ آؤٹ کیا۔ آج بھی وہ شخص اسی طرح بلند مرتبہ پر فائز تھا اور لوگ اسی کو انسانیت پر حرفِ آخر سمجھتے تھے۔ اور یہ طارق بن فاروق یہ سب کچھ لٹا دینے پر کمربستہ تھا۔ لیکن میڈیا کی من مانی رپورٹس، ٹی وی کے خود ساختہ سیکریٹ کے راز افشاء کرتی سیکریٹ رپورٹ نے اس کے اندر کے طارق بن فاروق کو مار دیا تھا۔ وہ اتنا دل شکستہ ہو گیا تھا کہ کسی سے کچھ نہ کہنا چاہتا تھا، نہ کوئی حرفِ تسلی سننا چاہتا تھا۔ بت بن گیا تھا۔ جس کے اندر باہر ہر طرف خاموشی اور تنہائی کی بلند فصیلوں کے سوا کچھ نہیں تھا۔

رات کے کھانے کے بعد صریم کو گھر چھوڑ کر آیا تو ٹیرس پر صبا کو بالکل خاموش کھڑا دیکھا۔ وہ دبے قدموں اس کے پیچھے جا کھڑا ہوا پھر اس کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

"بہت برا لگ رہا ہے ناں تمہیں؟"

اس نے سر موڑ کر بھائی کو دیکھا لہجے میں جو بات تھی، آنکھوں میں وہ بات ڈھارس کی طرح سمٹ آئی تھی۔

"طارق سر، ناکام آدمی نہیں ہیں بھائی! انہیں لوگوں نے ٹریپ کیا ہے۔ ان کے جذبوں کو ایک اسکیم کے تحت مسترد کیا گیا ہے۔ انہیں جان کر جگہ جگہ یہ جتایا گیا ہے کہ وہ کچھ نہیں کر سکتے، ان میں منصوبہ بندی کی صلاحیت ہے ناں۔ ورکرز سے کام لینے کی لیڈر شپ۔ انہیں میدان سے اس لیے کک آؤٹ کیا گیا ہے کہ وہ ان کی بدعنوانیوں کا پردہ نہ چاک کر دیں۔ وہ جو جانتے ہیں، وہ دنیا کو نہ بتا دیں۔ سر طارق ناکام انسان نہیں ہیں بھائی!"

جو بات اس کی آنکھوں میں سمٹ آئی تھی۔ وہ بات صبا کے لہجے میں در آئی تھی۔ جیسے وہ بات اتنی اہم نہ ہو صرف یہ یقین اہم ہو کر اس دنیا میں دو انسان ہی سہی طارق بن فاروق کی ذات کا دفاع کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ اس کی ذات کا بھرم ان کے لیے ہر چیز سے بڑھ کر ہے۔ سرمد احمد نے اس کے یقین کو اسی مطلوبہ شدت سے تھام لیا تھا۔ پھر اس کے کاندھوں پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

"میں جانتا ہوں طارق جیسے انسان جن میں کچھ کر جانے کا دم خم ہوتا ہے جو صرف اپنی انرجی پر جنگ لڑنا جانتے ہیں، وہ لوگ تھک تو سکتے ہیں۔ ناکام ہرگز نہیں ہو سکتے۔ اس لڑکے کی حب الوطنی پر بہت گہری چوٹ لگی ہے، لیکن ہمارا اس پر یقین، یہ درد اسے کم سے کم کر کے محسوس کرائے گا۔" صبا احمد نے آسودگی سے سر ہلا کر اس کی ہر بات پر یقین کر لیا کہ سرمد احمد ہمیشہ وعدہ کرنے سے ہچکچاتا تھا۔ دامن بچانے کی ہر ممکن کوشش کرتا تھا، لیکن جب وہ وعدہ کر ہی لیتا تو پھر اسے نبھانے کی کوئی بھی قیمت ہوتی اسے دے کر وہ سرخرو ہونا جانتا تھا۔ یہی یقین تھا کہ اس نے یہ بھی نہیں پوچھا، وہ طارق بن فاروق کو کس طرح باور کرائے گا کہ وہ اس پر کتنا مان کرتے ہیں اور سرمد احمد کل کی پلاننگ کرتے ہوئے دعا مانگ رہا تھا، کاش وہ کل اسی

www.sadiaazizafridi.weebly.com

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.sadiaazizafridi.weebly.com

بلاغ میں اسی بینچ پر بیٹھا ہوا مل جائے۔

☆ ☆ ☆

دوسری صبح بہت جلد ہوئی تھی، آج وہ وقت سے بہت پہلے گارڈن میں داخل ہوا تھا۔ ابھی تک اندھیرے کی چادر صبح کی طاقت سے دست و گریبان تھی اور اس کا خیال تھا وہ پہلا بندہ ہے جو اس وقت سحر خیزی کے لیے اتنی ٹھنڈ میں بستر چھوڑ سکا ہوگا۔ لیکن وہ حیران رہ گیا کیونکہ وہاں پہلے سے کوئی بینچ پر بیٹھا تھا۔ وہ ہولے ہولے قدم اٹھاتا قریب پہنچا۔

طارق بن فاروق.....! معمول کے مطابق ٹی شرٹ اور جینز میں وہ موسم کے ہر طرح کے تیور سے بے نیاز بیٹھا خلا میں کچھ تلاش کر رہا تھا۔ اور اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ بات کہاں سے شروع کرے۔ رات بھر اس نے اپنے جذبات اس تک پہنچانے کے بہت سے جملے تراشے تھے۔ لیکن اس کی اتنی حسرت آمیز خاموشی کے سامنے وہ سارے لفظ شرمندہ ہو گئے تھے۔ وہ کچھ کہنے کے بجائے اس کے کندھے کو چھو کر اس کے قریب بیٹھ گیا تھا۔ پھر جانے کیا ہوا اس نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ پھر دل بن کر بولا تھا۔

"ساری دنیا تمہیں کچھ بھی کہے، لیکن طارق! میں اور صبا آپ پر اندھا اعتماد کرتے ہیں۔ سب کچھ غلط ہو سکتا ہے لیکن آپ..... آپ میں کوئی کھوٹ نہیں ہے۔ آپ کبھی ناکام نہیں ہو سکتے۔ آپ کی ایمان داری آپ کی حب الوطنی اور خود آپ تادیر یاد رکھے جانے والے انسان ہیں۔ ہم ہمیشہ آپ کو اچھے لفظوں میں یاد کرتے ہیں۔ یاد کرتے رہیں گے۔ چاہے دنیا کچھ بھی کہے۔"

سرمد احمد کے ہاتھ میں پکڑے ہاتھ میں کسمساہٹ ہوئی اس نے دیکھا طارق بن فاروق کی پلکیں پہلی بار جھپکیں جیسے خلا میں کسی نقطے نے پہلی بار اپنی مربوط تشکیل کی، اندر برف کے گلیشئر میں کسی نے امید کا نامحسوس دیا رکھ دیا، جمع ہوئے آنسوؤں میں ہلکی سی باڑ آئی، ایک۔ دو، تین قطرے آنکھوں سے بہہ نکلے۔ کسمساہٹ زندگی بننے لگی تھی۔ وہ چہرہ اب بھی بے یقینی سے سرمد احمد کو تک رہا تھا۔

"ایک دوست آپ کے پہلو میں ہو تو ایک ہزار کی حسرت کبھی نہیں کرنا چاہیے۔" سرمد احمد کے اندر کبھی کا پڑھا ایک جملہ اس کے اندر ڈرا ڈرا ابھرا۔

"میرے دوست بنو گے۔ میرا کوئی اچھا دوست نہیں ہے؟" ہاتھ پھیلا کر اس کی ذات کو اہمیت سے پر کر دیا۔ وہ کچھ بولا نہیں، لیکن اس کے انداز میں انکار نہیں تھا۔

"تم رہتے کہاں ہو؟" اگلا سوال کیا اور طارق بن فاروق کے وجود میں جیسے ہل چل مچ گئی۔

"میں سکون سے رہنا چاہتا ہوں۔ پلیز میں یہاں کسی کو نہیں جانتا اور نہیں چاہتا، کوئی اور بھی مجھے جانے۔ میڈیائی یلغار ابھی تک مدھم نہیں ہوئی ہے۔ جب تک ان کی زبان کو کوئی نیا واقعہ چٹخارہ نہیں دے گا۔ وہ مجھے ہی ذائقہ بنائے رکھیں گے۔"

"لیکن میں میڈیا میں نہیں ہوں، میں صرف سرمد احمد ہوں، تمہیں آئیڈیلائز کرنے والی ایک کالج گرل صبا احمد کا بھائی۔ وہ لڑکی اور اس کے دوست تم پر آنکھ بند کر کے اعتماد کرتے ہیں۔ اور اس سارے معاملے سے تمہارے واک آؤٹ کر جانے سے وہ سب ڈس ہارٹ ہو گئے ہیں۔ وہ سب میڈیا کو بتانا چاہتے ہیں، سچ کتنے ہی جھوٹ کے پلندے کے نیچے دبا دیا جائے۔ وہ پھر بھی سچ ہی رہتا ہے۔" طارق اسے دیکھتا رہا پھر خاموشی سے اٹھ کر چلا گیا۔ کچھ کہے سنے بغیر۔

سرمد احمد نے ہمت نہیں ہاری وہ اس سے روز ملنے لگا۔ صریحہ جلال سے مل کر اس کے کچھ صحافی دوستوں کو طارق بن فاروق کے کیمپ میں شامل کر کے اس کی ذات کا دفاع کرنے بیٹھ گیا۔ روز اخبار میں اس کی طرف سے خبریں، کالم لکھنے لگے تو جنگ یک طرفہ نہیں رہ گئی۔

تب طارق نے پہلی بار اس کے دیے کارڈ پر اس کا نمبر دیکھ کر اسے فون کیا۔

"میں تم سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"تم میرے گھر آ جاؤ، بہت دن ہوئے کسی اچھے دوست کو گھر بلائے ہوئے۔"

"لیکن تمہیں کیا پتا میں اچھا دوست ہوں، کیا پتا میں بہت برا انسان ہوں؟"

"تم سمجھتے ہو گے ایسا، ورنہ میرا ذاتی خیال ہے مکمل برا انسان بھی کسی ایک رشتے، ایک انسان سے تو ضرور بالضرور مخلص ہوتا ہے۔ کوئی تو کسی دل کو پیارا ہوتا ہی ہے نا۔ اور تمہارا پلس پوائنٹ یہ ہے کہ تم بہت سے دلوں کو پیارے ہو۔"

کبھی دل چاہتا ہے نا، کوئی ہو اس اتنی بڑی دنیا میں، ایک اکیلا جو آپ کے لیے بہت محبت سے آپ کی ذات کی جنگ اپنی انرجی پر لڑے، پھر جیتے یا ہارے کوئی خوف اس کے قدم پیچھے نہ ہٹا سکے۔ ساری دنیا بھی جب آپ کو چھوڑ جائے تب بھی وہ آپ کی ڈھارس کے لیے آپ کی پشت پر کھڑا رہے، لیکن یہ رویہ جس قدر عنقا ہے اسی قدر اس جذبے کی قدر کرنے والے دل بھی انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں۔ اور وہ کفرانِ محبت کرنے والوں میں سے کب تھا۔

بہت دل سے تیار ہو کر وہ اس کی کوٹھی پہنچا تھا۔ سرمد احمد پورچ میں کھڑا تھا۔ اسے دیکھ کر کھل اٹھا۔ محبت سے تھام کر ڈرائنگ روم میں لے کر آیا۔ وہاں پہلے سے چار پانچ نفوس موجود تھے۔

"میں صرف تم سے ملنے آیا تھا۔" اس نے رخ موڑ کر خفگی سے اسے دیکھا۔ وہ اس کے قریب آ گیا اور محبت سے بولا۔

"یہ باہر کے لوگ نہیں، میرے بہت خاص ہیں طارق! یہ صریحہ جلال ہیں میری بیٹر ہاف یہ صبا احمد ہے، میری بہن اور یہ تین افراد وہ ہیں جو میڈیا میں تمہاری جنگ اپنی انرجی، اپنے کیریئر کے بل بوتے پر لڑ رہے ہیں۔ صرف اپنے دل کے یقین پر کہ تم جیسے پیش کیے گئے ویسے نہیں ہو۔"

وہ آہستہ آہستہ سب سے ہاتھ ملاتا صریحہ اور صبا کے سلام کا جواب دیتا خالی صوفے پر بیٹھ گیا۔ خاموشی کمرے میں چکراتی پھر رہی تھی۔ جب گفتگو کی خواہش نے خاموشی کا ہاتھ تھام کر اپنے قریب بٹھایا۔ لفظ چھوٹے بچوں کی طرح شور کرنے لگے۔ تب سرمد نے کہا۔

"تمہیں کس نے مجبور کیا تھا کہ تم میدان چھوڑ کر بھاگ جاؤ؟"

وہ اسے دیکھنے لگا۔ ساری اذیت اس کے چہرے پر پھیل گئی، پھر لفظ جیسے سسک اٹھے۔

"میں سمجھتا تھا جو زندگی سے بھرپور ہے۔ وہ اپنے وجود کے بل بوتے پر اپنے ہم وطنوں کی زندگیوں کی جنگ بھی لڑ سکتا ہے اس ملک نے جو کچھ مجھے دیا ہے، میں اسے کچھ، بہت میں سے تھوڑا لوٹا سکتا ہوں۔ سرمد! میں کوئی بہت اعلا قسم کی روح نہیں تھا۔ میں نے کالج لائف میں بہت ہلڑ کیے، وقت سے پہلے پرچے آؤٹ کروائے تو کبھی چیٹنگ کرنے کے نئے نئے طریقے سوچے۔ ہم صرف دوستوں کے لیے جیتے تھے کیونکہ ہماری زندگی کا کینوس اتنا ہی تھا۔ موج مستی، موسیقی ادھر ہاتھ بڑھایا ادھر تمنا ہتھیلی پر رکھی ملی۔ زندگی میں تمنا کرنا، ناکام ہونا کیا ہوتا ہے۔ میں نے کبھی نہیں سوچا تھا۔ لیکن پھر ۸ اکتوبر کی صبح میں یہاں ایک سیاسی شخصیت کے انٹرویو کے لیے رکا ہوا تھا۔ اس صبح مجھے لگا، بلند و بالا عمارتیں شاندار محل بہت ساری زندگی بس ایک نقطہ میں سمٹ آئی ہے۔ "اللہ" پہلی بار میری زبان پر وہ لفظ آیا جس ذات نے ہر لمحہ مجھے سنبھال کر رکھا، میری تھوڑی سی محنت پر بہت ساری کمائی ہاتھ میں تھما کر کہا۔

"جاؤ، میں دینے میں کبھی کوتاہی نہیں کرتا۔ ہاں تم گننے میں کم گنتے ہو، اور شکوے میں تمہاری کوئی حد نہیں ہوتی۔ جاؤ لیکن پھر بھی میں تمہیں بخشش کرتا ہوں، کرتا رہوں گا۔"

میں نے اپنے تھنک ٹینک اور اپنی سوچوں کو سراہنے والے بہت سے لوگوں کو اس لمحے سوچا۔ وہ سب میری بات کو حرفِ آخر سمجھتے تھے لیکن اس لمحے میں نے سوچا اگر یہ ہلتی ہوئی چھت مجھ پر آن گری تو کیا

www.sadiaazizafridi.weebly.com

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ہے میرے پاس جو میں اچھے عمل کے لیے ساتھ لے جاؤں گا۔ آوازیں، چیخیں، لوگ پاگلوں کی طرح بھاگ دوڑ رہے تھے، سب جان بچانا چاہتے تھے۔ لیکن کیا موت کا ایک دن معین نہیں، ہم کب تک اس سے بھاگ سکتے ہیں۔ میں نے اس لمحے خود کو پہلی بار دل سے کلمۂ توحید پڑھتے سنا۔ مجھے لگا ہر لفظ میرے اندر اتر رہا ہے۔ اس دن میں صرف مسلمان ماں باپ کے گھر پیدا ہونے کی جزا سے بڑھ کر کوئی جزا سمیٹ رہا تھا۔ میرے دل میں خوف نہیں تھا۔ اور تب کسی نے میرا ہاتھ تھام کر باہر کی طرف دوڑ لگا دی تھی۔ جھٹکے اب بھی آ رہے تھے، مگر میرے قدم اب لڑکھڑا نہیں رہے تھے۔ مارگلہ ٹاور کا سانحہ ہو چکا تھا، ہر طرف خاک خون، زندگی سب ہارنے لگی تھی۔ ہم سب مارگلہ ٹاور کے مکینوں پر افسوس کر رہے تھے۔ تعزیت کر رہے تھے اور ملک کے دوسرے حصوں سے اطلاع آئی تھی۔ راولاکوٹ، باغ، مانسہرہ، مظفر آباد، اور چھوٹی تنگ دشوار گزار پہاڑیوں پر آباد زندگی منہ کے بل جا گری۔ میں نے اسی لمحے سوچا مجھے کچھ کرنا چاہیے۔ مجھے بہت کچھ کرنا ہے۔ تب میں اگلی فلائیٹ سے کراچی آ گیا۔ میں نے چھوٹے سے پیمانے پر اپیل شروع کی، لوگ دیوانہ وار سن 65 کے بعد پہلی بار اپنے گھروں سے کسی ایشو پر باہر نکلے، سوئے ہوئے لوگوں نے آنکھ کھولی تھی، میں مصروف تھا۔ جب اتنے ہاٹ ایشو پر بھی کرپشن کا بازار گرم ہو گیا۔ ایکسپائرڈ ڈیٹ دوائیں، مارکیٹ سے اٹھوائی گئیں خیموں کی قیمتیں بڑھا دی گئیں۔ گرم کپڑے اور کمبل عنقا ہو گئے۔ کھانے پینے کی چیزیں اسٹور ہونے لگیں۔ تو میری آواز بلند ہوئی۔ میں اس کرپشن کے اندر اتر گیا تو بڑے بڑے لوگ ملوث پائے، بیورو کریٹ تاجر اور بہت سے نام میں ان پر لکھنے لگا تھا کہ میرے کالمز پر پابندی لگا دی گئی۔ "آپ کہیں نہیں چھپ سکتے۔" میں بالکل اکیلا کر دیا گیا تھا۔ اخبار میں میری نااہلی پر خبریں لگ رہی تھیں، میرے کیے گئے کاموں میں خامیاں نکالی جا رہی تھیں۔ مجھے کالج سے لے کر اب تک کی زندگی میں کھنگال دیا گیا تھا۔ میری معصوم شرارتوں کو بڑی سے بڑی بدعنوانی سے منتھی کیا جا رہا تھا۔ مجھے ناکام انسان ثابت کر دیا گیا تھا میں نے جو کچھ اپنے ملک پر لٹا دیا تھا اس میں سب سے قیمتی چیز میری ایمانداری اور کیریئر تھا۔ مجھے مکمل طور پر کرپٹ بنا دیا گیا تھا میں نے جناح ٹرمینل سے معصوم بچوں کی بردہ فروشی کے پورے نیٹ ورک سے واقفیت پر آواز بلند کی مگر کچھ شنوائی نہ ہوئی، میرے لوگ مر رہے تھے، ملبے تلے دبے ہوئے تھے اور وہاں کے لوگوں سے کچھ کرپٹ مافیا ممبرز اتنے بری طرح سے پیش آ رہے تھے۔ دکھ کی کوئی تاویل، صورت گری نہیں ہو سکتی تھی۔ میرے اندر سکتہ ہو گیا تھا۔ مجھے مکمل طور پر بند گلی میں بند کر دیا گیا تھا مگر میں کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ تب ہی میں نے خاموشی سے دوسری فلاحی تنظیموں کے ساتھ در پردہ کام کرنا شروع کیا اور وہی وقت تھا جب اخبار میں خبر چھپی تھی کہ کچھ لوگوں نے کھانے پینے کے لالچ دے کر میری عزتوں کو پامال کیا تھا اس ملک میں عزت بنانا جتنا مشکل ہے اسے گنوا دینا اتنا ہی آسان، گینگ ریپ اتنے عام ہیں کہ اب کوئی لال آندھی چلتی ہے نا عذاب اترتا، بس زندگیاں کوما میں چلی جاتی ہیں نہ زندہ نہ پوری مردہ، بس وہ لمحہ تھا جب میرے دل پر ان معصوم لڑکیوں کی چیخوں آنسوؤں نے زخم ہی زخم لگا دیے، میں نے اس لمحے جانا، ناکام ہونا کیا ہوتا ہے۔ میرے اعصاب جواب دے گئے، بے حسی میرے اندر پتھر باندھ کر اتر گئی تھی۔ کچھ نہیں کیا جا سکتا اس ملک میں۔ یہاں پر لوگ صرف شور کر سکتے ہیں۔ شور کرتے ہیں، کیونکہ انہیں اس کام کے لیے باہر سے ایڈ ملتی ہے۔ میڈیا کوریج ملک پر سیر حاصل تبصرہ اور صاف شستہ انگلش بولنے پر تمغہ سجانے والے سارے نام و نہاد انٹلیکچوئل، یہ سب خود نمائی کے اتنے عادی ہیں، عادی ہو چکے ہیں کہ پھر ملک کی عزت حرمت کی ان کی نظر میں کوئی اہمیت نہیں۔ یہ صرف اس بات پر خوش ہو جاتے ہیں کہ غیر ملکی میڈیا پر انہیں دکھایا جاتا ہے۔ ان کی بات کو اہمیت دی جاتی ہے۔ بس اسی سے ان کی بھوک مٹ جاتی ہے۔ اور کبھی کبھی دل چاہتا ہے تو یہ زہر اگلتے ہیں۔ اس ملک میں کچھ نہیں بدلا جا سکتا، بس یہی میری خاموشی کی وجہ تھی کیونکہ ہم کروڑوں کی آبادی پر یہ چند سو افراد حکمران بنا دیے گئے ہیں کہ واقعی لگنے لگتا ہے کہ اس ملک میں کچھ نہیں بدلا جا سکتا۔ یہاں ایسے حالات پیدا کر دیے جاتے ہیں کہ ہر ایماندار انسان چور بن جاتا ہے۔ اور ہر کرپٹ انسان بڑے سے بڑے پائیدان پر کھڑا ملک کی بہتری میں اپنی لگائی جانے والی خودساختہ انرجی کا حساب بے باق کرتا پایا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے سرمد! یہاں بہت کچھ بدلا جا سکتا ہے۔ سسٹم کرپشن، ایمانداری ہر چیز کو اس کے مقام پر رکھا جا سکتا ہے۔ بدلا بھی جا سکتا ہے لیکن مایوسی۔۔۔ مایوسی وہ ہتھیار ہے جس کے ڈسے ہوئے ہر انسان کو اپنا نجات دہندہ سمجھنے لگتے ہیں۔ جو ان کی بات کرتا ہے ان کے دکھوں کو کیش کروانے کے لیے جھوٹ موٹ آنسو بہاتا ہے تم جانتے ہو اگر اس ملک کے باسیوں کے ذہن سے مایوسی نکل گئی تو کیا ہوگا؟"

سرمد اسے خالی نظروں سے دیکھنے لگا۔ اس کی آنکھوں میں کتنا غصہ، کتنا غم تھا۔ لیکن وہ بول کر اس کی بات کا ردھم نہیں توڑنا چاہتا تھا۔ سو وہ خاموش رہا اور وہ اسی غم و غصے سے بھڑکتا ہوا شعلہ ہو کر پکارا۔

"اگر اس ملک کے باسیوں کے ذہن سے مایوسی نکل گئی تو ان میں جرأت پیدا ہو گی۔ وہ اپنا حق مانگنے لگیں گے۔ ملک میں، ملک سے باہر اپنے تشخص پر دوبدو بات کریں گے اسی لیے انہیں غیر ملکی میڈیا اور یہاں کا اسٹیبلشمنٹ مل کر جان کر مایوسی کے غار میں گرائے رکھے ہوئے ہیں تاکہ بس میوزیکل چیئرز گیم چلتا رہے۔ لیکن وہ نہیں جانتے سرمد! اگر مایوسی حد سے سوا ہو جائے تو پہاڑ سے بھی نہیں رکتی۔ پھر انقلاب آتا ہے، تاج تخت اچھالے جاتے ہیں۔ پھر پابجولاں بھی دیوانے رقص کرتے ہیں، پھر کوئی ہتھکنڈا کام نہیں آتا۔ لیکن ابھی اس نہج پر آنے میں برسوں لگیں گے۔ اور یہی ایڈوانٹیج ہے جو ہر نسل کو بونا بنا دیا جاتا ہے اور ہر اس شخص کو زہر ہلاہل پلایا جاتا ہے جو یہ قند نہیں پینا چاہتا۔

سقراط یہاں ایک بار زہر کا پیالہ پی کر امر ہو گیا اور ہمارے ملک میں ہر ایماندار شخص ہر ایک قدم پر اسی زہر کو پیتا ہے پھر بھی مردود قرار دیا جاتا ہے۔ ہمارے لوگ اتنے سادہ ہیں، اتنی مرتبہ ٹریپ کیے گئے ہیں کہ یہاں اگر کوئی خیر سگالی کے طور پر بھی آپ سے آپ کی خیریت پوچھ لے، آپ کی معمولی سی پروا کرنے کا تردد کرے تو آپ چونک جاتے ہیں۔ آپ اندازہ لگانے کی کوشش کرتے ہیں، آپ سامنے والے کے لیے کس سبب سے اہمیت رکھتے ہیں۔ اگر کوئی وجہ نہ ملے تو آپ اور زیادہ کانشس ہو جاتے ہیں۔ جانے کس جگہ آپ کو یہ شخص ہاتھ دکھا جائے۔

اور بس یہی مایوسی ہے جو مجھ میں رچ گئی ہے۔ میں سب جانتا ہوں لیکن پھر بھی ٹریپ ہو گیا ہوں یا شاید میں بہت زیادہ دل برداشتہ ہو چکا ہوں۔ سیاہ ضمیروں نے آگے ہار گیا ہوں۔ اتنی بہت ساری اچھائی کے آگے یہ بہت معمولی سا سیاہی کا دھبہ بہت بڑا ہو جاتا ہے۔ ساری جزا کو کھا جاتا ہے لیکن کوئی نہیں جانتا وقت کسی بڑے حادثے کے لیے اسٹیج تیار کیے جا رہا ہے، کسی بہت بڑے حادثے کا جس کے ہونے کے بعد دولت، امارت، جاہ و حشم سب روئی کے گالوں کی طرح یہاں سے وہاں اڑتے پھریں گے اور دعاؤں سے قبولیت کا ذائقہ اٹھا لیا جائے گا۔ کچھ لوگوں کا عمل بہت سارے لوگوں کے عمل کو ایسے کھا جائے گا جیسے آگ سوکھی لکڑی کو۔ سرمد! ہر شخص اپنے حصے کی آگ اپنے ساتھ لے کر جا رہا ہے لیکن کوئی نہیں سوچتا کہ وہ کیا گنوا کر کیا کما رہا ہے۔"

وہ چپ ہو چکا تھا، پہلے کی طرح خاموش جیسے کبھی بولا ہی نہ ہو۔ کمرے میں خاموشی حیرت بنی لفظوں کو تک رہی تھی جو سینے میں کہیں اٹک گئے تھے۔ کیا چیز تھی جس نے چپ سادھ لی تھی۔

کیا آواز؟

کیا سوچ؟

کیا لفظ؟

www.sadiaazizafridi.weebly.com

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

نہیں۔ شاید ضمیر نے چپ سادھ لی تھی اور ضمیر چپ سادھ لے تو گناہ بھی نیکی کا روپ دھار لیتے ہیں۔ کہتے ہیں' دنیا میں ہر نیا آنے والا بچہ اس بات کا اعلان ہے کہ اللہ ابھی بندوں سے ناامید نہیں ہوا۔ بالکل اسی طرح ضمیر بولتا رہے تو یقین رہتا ہے' ابھی ناامیدی خودکشی کی سمت نہیں بڑھی اور یہاں...... یہاں ضمیر نے چپ سادھ لی تھی۔ خودکشی کرنے والا انسان بقول جبران اپنی ذات کے دفاع میں ناکام ہو کر خودکشی کرتا ہے لیکن ناامید ہو کر کوئی زندہ ہوتے ہوئے مر جائے' وہ خودکشی سے بھی بڑھ کر عذاب ہے۔ اپنی ذات کا دفاع' سچ امید آپ دونوں ہاتھوں سے صرف خوش وقتی کے لیے قربان کر دیں۔ اس سے زیادہ زندگی کے ساتھ کیا مذاق ہو سکتا ہے اور یہی مذاق بھرا طنز تھا کہ طارق بن فاروق نے چپ سادھ لی تھی۔

صبا احمد' سرمد احمد' صریمہ جلال اسے دکھ سے دیکھ رہے تھے۔ کتنی دیر وقت ایسے ہی رکا رہا تب سرمد احمد اٹھا' طارق کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

"تم جو کچھ کہہ رہے ہو' سب سچ ہے۔ تم جس اذیت سے گزرے ہو' وہ سچ ہے لیکن تم یہ کیوں نہیں دیکھتے کہ اگر کرپشن' مافیا' برائی کی کوئی حد نہیں ہے تو ہم اپنے اندر کی اچھائی کو کیوں حدوں میں باندھ کر رکھیں۔ بہہ جانے دو ان آنسوؤں کو طارق! آنسو نمکین سمندر سہی لیکن سمندر زندگی دیتا ہے۔ صحرا کیوں بنتے ہو' سمندر کا ہاتھ تھامو۔ اپنا سفر ان لوگوں کے لیے کیوں کھوٹا کرتے ہو جن کا نہ کوئی ملک ہے' نہ مذہب' نہ وفاداری۔

وفادار لوگ بھلے امر نہ ہوں' بھلے ان کے سینے پر کوئی تمغہ نہ ہو لیکن ان کی اپنی ذات میں جو کچھ کر جانے کا جذبہ ہوتا ہے نا' وہ ساری زندگی کو سرشار رکھتا ہے۔ ناامیدی حد سے بڑھے تو ایک جگہ آ کر اپنی حیثیت کھو دیتی ہے اور امید اس کی کوئی انتہا نہیں یہ لامحدود ہے کیونکہ امید اللہ سے ملاتی ہے' اللہ یاد کراتی ہے۔ امید دعا کو ذائقہ بخشتی ہے' امید ہارنے نہیں دیتی اور جو نہ ہاریں' انہیں کبھی نہ کبھی جیت کا میڈل ضرور ملتا ہے اور ہماری جیت تو یہ ہے کہ ہمارا سفر نہ رکے' ہمیں چلنا ہے' چلتے رہنا ہے' حرکت زندگی ہے طارق! اور زندگی سے منہ موڑنا کفران نعمت ہے۔"

طارق بن فاروق' سرمد احمد کو دیکھتا چلا گیا۔ گم صم سرمد احمد نے اس کے اندر کے ابال کو محسوس کیا تو کھینچ کر سینے سے لگا لیا اور وہ مایہ ناز صحافی بچوں کی طرح رونے لگا' اسے اپنا غم رلا رہا تھا۔ کچھ اپنوں کا بہت اپنا غم رلا رہا تھا اور کسی نے اسے چپ نہیں کرایا تھا۔ آنسو رک جائیں تو ذات کو کلر لگ جاتا ہے۔ سو یہ آنسو بہنے دیے جانا ہی بہتر تھا۔

کتنی ساعتیں گزر گئیں جب وہ اپنے آپ کو کمپوز کر چکا تو صریمہ جلال نے بڑھ کر اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھا۔

"اپنا سفر وہیں سے شروع کرو' جہاں سے ختم کیا تھا۔ ہم سب تمہارے ساتھ ہیں۔ یہ تمہاری ذات کی نہیں' خود ہماری خوش امیدی کی زندگی کے لیے لڑی جانے والی سب سے اہم جنگ ہے۔"

وہ کچھ نہیں بولا لیکن اب اس کے قدموں میں لرزش نہیں تھی' اعتماد بولتا تھا وہ پھر سے ان لوگوں کو کوریج دے رہا تھا' جنہوں نے اس حادثے میں خود دکھی ہونے کے باوجود اس دکھ کو اوڑھ نہیں لیا تھا بلکہ اپنے سر کی ردا بھی دوسرے کے سر پر رکھ دی تھی۔ گرم جذبوں کی شال کسی اور کے کندھے پر رکھ کر بہت محبت سے کہا تھا۔

"سنو تم تنہا نہیں ہو' یہاں ہر شخص تمہارے لیے ہے جس کے اختیار میں جو کچھ ہے' وہ سب کچھ تمہارے لیے ہے جو کچھ کر سکتے ہیں' وہ کر رہے ہیں۔

حادثہ جتنا بڑا ہے' سنبھلنے میں بھی اتنا ہی وقت لگنا تھا مگر پھر بھی تیسری دنیا کے اس ترقی پذیر ملک نے ہار نہیں مانی تھی۔ طارق بن فارق جیسے بہت سے لوگ تھے جو آگے کی طرف کا سفر جاری رکھنے کا ہنر رکھتے تھے۔

✡ ✡ ✡

وہ آج کیمپ میں بیٹھا ہوا اپنے اخبار کے لیے یہاں کے حالات اور کارگزاری پر رپورٹ لکھ رہا تھا' جب صبا احمد اس کے خیمے میں داخل ہوئی تھی۔

"صبا...! تم...... آؤ آؤ۔" اس نے کرسی پر سے کتابیں ہٹا کر اس کے بیٹھنے کے لیے جگہ بنائی۔ وہ خاموشی سے بیٹھ گئی

"صبا احمد! تم اور اتنی خاموش' خیریت۔" اس نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

اور وہ پھیکے انداز میں ہنس کر اسے دیکھنے لگی۔ بہت سارے پل بے ذائقہ گزر گئے' تب اس نے اپنی رپورٹ کو پن اپ کر کے پیپر ویٹ کے نیچے دبایا اور سنجیدگی سے بولا۔

"جب زندگی کی تحریک بننے والے چہرے بہت زیادہ خاموش ہو جائیں تو بہت حیرت ہوتی ہے۔ کیا ہو گیا ہے لڑکی! تم اتنا کیوں چپ ہو' کسی نے کچھ کہا ہے کیا؟"

اس نے سر دائیں سے بائیں گھما کر خیمے کے اندر رکھی چیزوں کو پھر سے گنا۔ کیروسین لیمپ' ایک ہیٹر' کچھ کتابیں' چند جوڑوں سے بھرا بیگ اور ایک سلیپنگ بیگ' ایک میز' دو کرسیاں جہاں وہ دن بھر ہونے والے کام کی نگرانی کر کے اس کا شیڈول رکھتا تھا۔ یہاں اس جیسے بہت سے لوگ تھے۔ قافلہ بن گیا تھا۔

"کیا ہو گیا ہے صبا! تم چپ کیوں ہو۔ کیا ماحول سے گھبرا گئی ہو؟" اس کا اشارہ زخمی' ڈیڈ باڈیز اور ملبے تلے دبے افراد کی ڈیڈ باڈیز سے اٹھنے والی بو کی طرف تھا مگر اس نے نفی میں سر ہلا کر اسے دیکھا۔

"نیہا چوہدری کو جانتے ہیں آپ؟" یکدم اسے لگا' اسے کسی نے جلتے شعلوں میں دھکیل دیا ہو۔ رنگ اڑ سا گیا۔

"تم...... تم نیہا کو کیسے جانتی ہو؟" وہ ہچکچاتے ہوئے بولا۔

"کل آپ فیلڈ میں مصروف تھے' تب میں نے آپ کا موبائل فون ریسیو کر لیا۔ انہوں نے کہا تھا' آپ جلد سے جلد ان سے رابطہ کریں۔ آپ کی فیملی میں کوئی مسز سرفراز ہیں جن کی طبیعت بہت خراب ہے۔"

"میری دادو ہیں وہ۔ ٹھیک ہے' میں فون کر لوں گا اور کوئی بات؟"

"نہیں اور کوئی بات نہیں تھی" طارق بن فاروق نے اس کا جائزہ لیا پھر کسی مشفق استاد کی طرح اس کے سر پر ہولے سے ہاتھ مار کر بولا۔

"چھوٹی سی لڑکی! کیا بڑی بڑی سوچیں پالے بیٹھی ہو۔ دیکھو' تم جیسی عمر کے بچے ہنستے کھیلتے گاتے اچھے لگتے ہیں۔ اپنی عمر کو اچھی یادوں سے جھولی بھر کر لے جانے دو۔ خالی ہاتھ لوٹانا' چاہے کوئی سائل ہو' کوئی دل یا وقت کسی کا بھی اچھا نہیں۔" وہ چند لمحے رکا پھر بولا۔

"اب بتاؤ' کیا بات پریشان کر رہی ہے تمہیں؟"

"سر! پتا نہیں مجھے کیوں لگتا ہے' آپ نے اگر شادی کر لی تو آپ اتنے مصروف ہو جائیں گے کہ پھر کوئی بھی ایشو آپ کا ہاتھ نہیں تھام سکے گا۔"

"پاگل ہو لڑکی! ادھر دیکھو' ویسے تو ابھی فی الحال میرا شادی کا ارادہ نہیں لیکن اگر ہوا بھی تو تب بھی وطن پرستی ایک ایسی ذمہ داری ہے جس سے کوئی محب وطن کسی بھی حالت' کسی بھی نوعیت میں درگزر نہیں کر سکتا۔ ابھی اسی ایشو پر دیکھ لو' بڑے بڑے فوجی افسر ہوں یا کم نوعیت کی پوسٹ کے فوجی سب نے انسان ہونے کا ثبوت دیا۔ اور تو اور وہ سارے فوجی جو ریٹائرڈ ہو چکے تھے' وہ بھی اس موقع پر پھر سے میدان کارزار میں اتر گئے ہیں اور صبا! یہی ذمہ داری ہے' یہی حب الوطنی۔ یہ احساس زندگی کے ختم ہونے سے پہلے تو نہیں مٹ سکتا۔"

صبا احمد کے چہرے پر پہلے جیسی تازگی آ گئی جیسے اس کے سر کا بہت بڑا بوجھ اتر گیا ہو' وہ مصروف تھا' اس لیے وہ اٹھ کر چلی گئی پھر سرمد احمد اور صبا کو اپنی تعلیمی اور بزنس سرگرمیوں کے لیے واپس اسلام آباد آنا پڑا لیکن اس کا رابطہ طارق سے مسلسل تھا۔ صریمہ جلال حکومتی نوعیت کے پروگرام میں شامل تھی' اس لیے ان کی شادی ملتوی ہو گئی تھی۔ سرمد کا خود بھی حالات

www.sadiaazizafridi.weebly.com

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | PAKSOCIETY

سے اتنا دل گھبرا گیا تھا کہ وہ بھی کچھ وقت چاہتا تھا۔

☆ ☆ ☆

وہ سب اپنے اپنے دائروں میں سفر کر رہے تھے کہ ایک دن صبا احمد سے نیہا چوہدری آن ملی۔ وہ پہلی نظر میں بہت دلکش' بہت خوبصورت لگتی تھی مگر نجانے کیوں صبا احمد کو اس نے بہت زیادہ متاثر نہیں کیا۔

"میں نیہا چوہدری ہوں' طارق کی فیانسی۔" وہ کھلے دل سے ملی ضرور مگر اپنی ذات کی نمائش اس میں ہر جذبے سے زیادہ تھی جو متاثر نہیں کر پا رہی تھی۔

"آیئے' آپ بیٹھیے۔" وہ اسے ڈرائنگ روم میں لے کر آئی۔ ملازم کو کافی کا کہہ کر وہ واپس اس کے سامنے بیٹھی تھی کہ اس کی بات پر چونک گئی۔ سوال ہی اتنا احمقانہ تھا۔

"تم بہت کم عمر ہو۔ لوگ تم سے متاثر تو بہت ہوتے ہوں گے' تمہارے چہرے پر تازگی نہ ہو' تب بھی تمہاری کم سنی کتنے دلوں کو تمہاری طرف کھینچتی ہوگی؟"

"میں آپ کی ان باتوں کا مطلب نہیں سمجھ سکی ہوں۔" وہ حیرت سے اسے دیکھنے لگی اور وہ یکدم بپھر گئی۔

"تم میری بات کا مطلب نہیں سمجھیں۔ ہاں واقعی تم میری بات کا مطلب کیسے سمجھو گی' تم نے میری طرح کی اذیت کب سہی ہے۔ تم جب چاہو' طارق کی آواز سن سکتی ہو' بات کر سکتی ہو اور میں پچھلے تین مہینے سے کوشش کے باوجود اسے نہ دیکھ سکی ہوں' نہ مل سکی ہوں۔ وہ دادو سے ملنے آیا تھا لیکن مجھ سے ملے بغیر چلا گیا۔ شاید اس کے خیال کے آسمان پر کسی اور کے نام کا ستارہ چمکنے لگا ہے۔ ہے نا۔"

اس نے کافی کا مگ ہاتھ سے رکھ دیا پھر سرد لہجے میں بولی۔

"آپ کسی بہت بڑی غلط فہمی کا شکار لگتی ہیں مس نیہا چوہدری! آپ کو معلوم ہونا چاہیے' وہ میرے لیے بہت معتبر مقام رکھتے ہیں۔ ہمارا کوئی رشتہ نہیں لیکن ایک ہی طرح کی بات سوچنا کسی ایک مقصد کے لئے انرجی خرچ کرنا خود اتنا خوبصورت جذبہ ہے کہ پھر کسی وقتی ابال سے پیدا ہونے والا جذبہ اس کے آگے بے وقعت لگنے لگتا ہے لیکن شاید یہ بات آپ نہیں سمجھ سکیں گی اور شاید یہی وجہ ہے کہ سر طارق بھی آپ سے خاطر خواہ انسیت نہیں رکھ پائے۔"

نیہا چوہدری یک دم کھڑی ہو گئی پھر کچھ کہے بنا تن فن کرتی آگے بڑھ گئی۔

رات گئے جب وہ طارق بن فاروق کو فون کرنے کے بارے میں سوچ رہی تھی' وہ بہت اچانک کھانے کے وقت گھر چلا آیا۔ سرمد احمد' پاپا' صبا احمد' سب اسے دیکھ کر خوش ہو گئے تھے۔ وہ کھانے کی میز پر بھی وہیں کے حالات ڈس کس کر رہے تھے' جب سرمد نے بہت سنجیدگی سے کہا تھا۔

"طارق! برف باری شروع ہوتے ہی وہاں کا سیٹ اَپ ٹھیک رکھنا اور مشکل ہو جائے گا۔ معذور' بھوکے' پیاسے سردی سے ٹھٹھرتے ہوئے پریشان حال لوگ جو اس قدر دکھ تلے دب گئے ہیں کہ اپنوں کا غم بھی نہیں منا سکے اور زندگی کی جدوجہد کے لیے پھر سے جت گئے۔ طارق! پورے ملک سے اس قدر امداد گئی ہے۔ دوسرے ممالک بھی بھیج رہے ہیں مگر ابھی تک ہزاروں لوگ آسمان تلے بے سروسامان کیوں دکھائی دے رہے ہیں؟ یہ کس کی کوتاہی ہے؟"

طارق خاموشی سے گلاس سے گھونٹ گھونٹ پانی پیتا رہا جیسے اندر کسی آگ پر پانی ڈال رہا ہو پھر خود کو کمپوز کر چکا تو بولا۔

"مارگلہ ٹاور دو بلڈنگز تھیں' اس معاملے میں انتظامی مشینری کس قدر مشکل سے معاملات کی چھان بین کر سکی ہے پھر سرمد! یہ تو اتنے بڑے علاقے ہیں۔ کہیں کہیں انتظامی خامیوں کا بھی ہاتھ ہے لیکن پھر بھی بڑی بات یہ ہے کہ کام اور سفر رکا نہیں ہے اور جو سفر رک نہ سکے' کسی مشکل کے آگے جھک نہ سکے۔ اس کی منزل کہیں قریب ہی ہوتی ہے۔ تم نے دیکھا ہوگا" لوگوں میں شعور ہے' وہ بہت آسانی سے کوئی

بات آمنا صدقنا نہیں کرتے' وہ ہر چیز کو گہری نظر سے دیکھتے ہیں اور جتنا ممکن ہو' اس میں اپنا حصہ بھی ڈالتے ہیں جو کچھ پہلے ہو چکا' اب ایسا کچھ کرنا آسان نہیں۔ وہ بچے جن کا کوئی نہیں زندہ بچا انہیں بھی لوگ گود لے رہے ہیں اور وہ بچیاں جن کے دور قریب کا کوئی رشتہ دار نہیں ہے' انہیں بھی بے یارومددگار نہیں چھوڑا گیا۔" یکدم وہ چپ ہو گیا' بس اس کی آنکھیں چمکنے لگی تھیں۔ صبا احمد کو اچنبھا ہوا اور اس سے پہلے کہ وہ اس کی اس چمک کی وجہ ڈھونڈ پاتی ملازم کے ساتھ نیہا چوہدری سامنے آن کھڑی ہوئی۔

"تمہیں اس گھر میں آخر کیا دکھتا ہے جو تم کہیں اور نظر نہیں کر پاتے؟" سرمد احمد کے چہرے پر غصہ نظر آیا۔ ہاں طارق بن فاروق تھا جو بہت مطمئن بیٹھا تھا۔

"میں تم سے کچھ پوچھ رہی ہوں' آخر کیا دکھتا ہے تمہیں اس لڑکی میں جو مجھ میں نہیں ہے۔"

"تمہیں گفتگو کرنے کی تہذیب بھول گئی ہے نیہا! اور تم جانتی ہو یہاں سب بہت مہذب اور معتبر لوگ بیٹھے ہیں۔" نیہا چوہدری کچھ نہیں بولی' اسے گھورتی رہی پھر مٹھی کھول کر چیخی۔

"یہ کیا ہے طارق؟" طارق نے ٹیبل پر دھری ہیرے کی انگوٹھی کو دیکھا پھر واپس ٹیبل پر ڈال کر بولا۔

"یہ انگوٹھی ہے میری اور تمہاری منگنی کی۔ پہلے میرے پاس تھی لیکن اب یہ تمہارے پاس ہے' میں نے کل ہی دادو کو اپنے فیصلے سے آگاہ کر دیا تھا۔"

"یہ فیصلہ تم اکیلے کرنے والے کون ہوتے ہو۔ کیا تم نہیں جانتے' میں کس کی بیٹی ہوں؟"

"میں جانتا ہوں۔" اس نے متوازن انداز میں اسے دیکھا پھر ٹشو سے ہاتھ صاف کر کے کھڑا ہوتا ہوا بولا۔

"میں جانتا ہوں' تم کس کی بیٹی ہو لیکن شاید تم بھول گئی ہو کہ میں نے کبھی تمہارے پاپا کے امپائر اور بزنس سے متاثر ہو کر تم سے محبت نہیں کی تھی۔ محبت تو بس ایک لہر کی طرح میرے دل سے اٹھی تھی' تمہیں دیکھ کر پہلی بار میں نے محسوس کیا تھا کہ تم میں وہ ساری خوبیاں موجود ہیں جس کی وجہ سے تمہیں چاہا جا سکتا ہے۔ تمہاری سوچ اور تم سب سے پہلے میرے دل کی سیڑھیاں اتری تھیں۔ تمہاری صورت کا عکس تو بہت بعد میں آئینہ دل نے منعکس کیا تھا۔ کتنی حیرت کی بات ہے' تمہارا چہرہ ہر چیز سے بہت پہلے میری آنکھ سے ٹکرایا تھا لیکن میرے اندر وہ سب سے آخر میں اتر سکا اور تم جانتی ہو' محض چہروں سے محبت میں کبھی نہ کر سکا۔ سو جب تم میں اچھی سوچ نہیں رہی تو میں نے اس بندھن کو برقرار رکھنا ضروری نہیں سمجھا۔"

"تم پچھتاؤ گے طارق بن فاروق! تم بہت پچھتاؤ گے۔ میں کسی کو آسمان تک لے جا سکتی ہوں تو زمین پر منہ کے بل گرانا بھی آتا ہے مجھے۔" اس نے غصے میں ٹیبل پر ہاتھ مارا اور وہ اس کے سامنے آ گیا۔

"منہ کے بل گرانا۔ تمہیں آتا ہے نیہا! ایک یہی کام تو تمہیں آتا ہے۔ میرا دل' میری محبت گواہ ہے اس کی لیکن تم اس محبت کے چکر میں کب پڑی ہو جو سمجھو گی۔ تمہیں تو صرف شہرت' نمائش بس اسی کی طلب ہے اور یہ سب کچھ تمہارے پاس موجود ہے۔ تم نے کچھ نہیں کھویا نیہا! تم نے کچھ نہیں کھویا لیکن کسی نے کیا گنوا دیا ہے' یہ تم کبھی نہیں سمجھو گی' کبھی بھی نہیں۔" آواز میں ضبطِ گریہ کی جھلک آنے لگی تھی۔ تب ہی اس نے پشت کر لی تھی۔ "تم جا سکتی ہو اب۔ اور بھول جانا ہم کبھی ملے بھی تھے۔" وہ پیر پٹختی ہوئی باہر چلی گئی۔ سرمد اس کے قریب چلا آیا۔

"اپنی محبت کو ایک موقعہ تو دیتے طارق! کیا پتا تم نے اسے پہچاننے میں غلطی کی ہو؟"

"غلطی..... میں نے نہیں' غلطی میرے دل نے کی ہے سرمد! مگر دیکھو تو سزا سارے وجود نے پائی ہے۔ تمہیں نہیں پتا' یہ لڑکی کتنی سطحی سوچ رکھنے والی ہے۔ ساری دنیا جب مجھ پر الزام لگا رہی تھی تو یہ میری پشت پر کھڑے ہونے کے بجائے میری سامنے کھڑی تھی اور اس کی آنکھوں کا شک..... مجھے اس شک نے مار دیا تھا۔ میں اس تکلیف سے نبرد آزما ہی تھا' جب اس کے لب ہلے تھے۔

www.sadiaazizafridi.weebly.com

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

"کیا واقعی تم نے یہ کرپشن کی ہے طارق؟"
مجھے لگا میری اندر جو ہلکا سا سانس کا واہمہ رہ گیا تھا' وہ بھی چور چور ہو گیا۔ میری آنکھیں اس پر جمی رہ گئی تھیں اور اندر کوئی مر گیا تھا تب وہ پھر سے بولی تھی۔

"میرے پاپا ایک وائٹ کالر بزنس مین ہیں' انہیں تمہاری اس بدنامی سے بہت نقصان ہوگا۔ لوگ کیا سوچیں گے' ہم کیسے کیسے لوگوں سے واسطہ رکھتے ہیں۔ طارق! جب تک یہ معاملہ دب نہیں جاتا' تم مجھ سے نہ ہی ملو تو اچھا ہے۔ میں کسی اچھے دن کی امید میں آج تم سے رخصت ہو رہی ہوں۔"

وہ چلی گئی تھی سرمد! اور مجھے لگا تھا۔ اس پل میرے اندر سے میرا مان' بھرم' امید ہر چیز رخصت ہو گئی تھی۔ میں خالی ہو گیا تھا' بالکل خالی۔ میرے اپنے گھر والے مجھ سے کنی کترانے لگے تھے' تب میں نے خود سے کہا تھا۔ طارق فاروق! تم مر چکے ہو' تمہیں زندگی کی حسرت کرنے کی بھی اجازت نہیں ہے۔ وجود میں انسان مر جائے تو یادیں دل میں کرلاتی رہتی ہیں لیکن اگر انسان زندہ ہو اور دل میں مر جائے تو کوئی امید آسرا نہیں بنتی۔ میرے اندر ساری امیدیں مر گئی تھیں' تب ہی اس شہر میں آ گیا تھا۔

سرمد! تم نہ ہوتے صبا اور پاپا نہ ہوتے' صریمہ جلال اور ان کے پریس کولیگ نہ ہوتے تو شاید میرے اندر جو زندگی گلیشیئر بن گئی تھی' وہ کبھی نہ پگھلتی۔ سو یہ کیسے ممکن ہے جو محبت کہیں اور سے دامن میں ڈالی گئی' اس محبت کی جزا سے کسی اور کے دل کو بہلایا جائے۔ سرمد! یہ میرے اختیار کی چیز نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے مجھے پہلی طرح سے محبت کرنا بھی نہ آئے یا یہ ہو سکتا ہے کہ کسی کی آنکھ میں دھڑکتی یہ محبت نام کی جزا میرا نصیب بن ہی جائے لیکن سرمد! محبت کا سفر ہمیشہ بے فیض دکھائی دیتا ہے لیکن تمہیں نہیں لگتا' یہ سفر کبھی بھی رائیگاں نہیں جاتا۔ کبھی بھی رائیگاں نہیں رہتا۔"

سرمد احمد نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر دھیرے سے دباتے ہوئے گویا اس کی بات کی تصدیق کی۔ صبا احمد چائے لینے چلی گئی۔

وہ سب واپس لوٹے تو طارق بن فاروق نے لیپ ٹاپ کھول لیا تھا۔

٭ ٭ ٭

اس کی آنکھوں کی چمک پھر لوٹ آئی تھی۔ لیپ ٹاپ پر کچھ ساعت بعد ایک لڑکی کی تصویر ابھر رہی تھی۔ صبا احمد کے بیتے ہوئے چہرے پر دھیرے دھیرے مسکراہٹ اتر آئی تھی۔ تباہ شدہ علاقے کی ایک لڑکی جس کی آنکھوں میں خواب بھر گئے تھے۔ طارق اور وہ لڑکی سادہ سے جوڑے میں گہرے عمیق بندھن میں بندھے کھڑے تھے۔

"آپ نے شادی کر لی سر؟" سرمد اسے مبارک باد دے رہا تھا اور پاپا اسے دعائیں۔ وہ خاموش کھڑا تھا۔ جب صبا احمد نے سرمد کو چھیڑا۔

"کچھ شرم کرو بھائی! دیکھو سر طارق آپ سے بازی لے گئے۔ آپ کب بنو گے دولہا' شادی کرنے کا ارادہ ہے یا نہیں۔" سرمد احمد مسکرانے لگا پھر اطمینان سے بولا۔

"طارق نے جو نیکی کمائی ہے' بظاہر میری شادی اس اجر سے خالی ہے لیکن تم سب کی محبتیں' دعائیں اس خوشی کے لیے ڈھارس کی طرح ہیں۔" طارق بن فاروق یقین سے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر مسکرایا۔

صریمہ جلال' صبا احمد کی فون پر دی جانے والی حکمیہ شادی کی تیاری پر ہنستے ہوئے خوابوں کو اپنی آنکھوں میں در آنے کی راہ دے بیٹھی۔ بڑے سے کمرے کے کسی کونے میں محبت تھی' زخم زخم تھی پھر بھی دعا کی طرح سایہ فگن ہونے کے لیے تیار بیٹھی تھی اور دل تھا جو یقین بھر کر زندگی سے کہتا تھا۔

"تیرے ہوتے ہوئے کوئی محبت سے بڑھ کر بھی جزا ہوگی؟"

اور زندگی مسکرا کر چپ تھی' صرف محبت اطراف میں بولتی تھی محبت رس گھولتی تھی۔

٭

www.sadiaazizafridi.weebly.com
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY

www.sadiaazizafridi.weebly.com

سعدیہ عزیز آفریدی

سبز رتوں کی

"کبھی کبھی میرا دل چاہتا ہے بہت لمبا سفر ہو اور تم... صرف تم میرے ساتھ ہو پھر کتنے خار چبھیں' کتنے آبلے پھوٹیں میں' انہیں تمہاری آنکھوں کی چمک کے آگے ماند سمجھوں۔ بس ایک چاند چہرہ ہو جو

میری راہ کو روشن کرے میں نور میں نہائے جاؤں' زرا عہد نہیں تھا دونوں میں مگر پھر بھی وہ دونوں جانتے
سے آفتاب ہو جاؤں' ایسے لگے میں جو میرے اندر ہے انہیں ایک دوسرے کے دکھ سکھ بانٹتے ہیں۔
ہے' وہ میری آنکھوں سے چھلکتا ہے۔" ہوتا ہے نا کبھی کبھی بہت اچانک کوئی آپ کو ملتا
وہ چلتے چلتے رک گئی اور یہ طے تھا' اس کے رکنے تو آپ کو لگتا ہے۔ یہ تو آپ کے آنگن کی دھوپ

ناولٹ

اس سے کچھ قدم آگے چلنے والا شخص بھی ایک
اٹھانے کی سعی نہیں کر سکتا تھا۔ یہ نہیں تھا کہ وہ
باندھ لینے والی زنجیر تھی۔ یہ بھی نہیں تھا کہ اس
آگے چلنے والے قدموں نے سفر ہی نہیں بھوگا
مگر اب... بس اب کچھ قدم رکنے سے لگے تھے'

تھی جو شام چرا لے گئی۔ یہ تو وہ بہار تھی جسے آپ کے نخل جاں پر پھول کھلانے تھے اور جسے وقت کا کوئی لمحہ خزاں بن کر کھا گیا تھا اور اب ایسے خزاں رسیدہ بیج سے ایک کونپل پھوٹی اور تناور درخت بن گئی۔ رت بن کر آپ کے گھر پر چھاؤں اترنے لگی۔ یہ چھاؤں کتنی قیمتی ہو سکتی ہے' بس ان دونوں کو یہ معلوم تھا۔

"تم مسلسل اتنی دیر سے خاموش کیوں ہو عبیر...؟" یکدم رکنے والے قدم ٹھہر گئے اور تب عبیر حسان نے مسکرا کر سامنے کھڑے شخص کو آنکھ

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.sadiaazizafridi.weebly.com

پھر کر دیکھا۔ پانچ فٹ دس انچ کا شاندار بندہ اسے ہی ٹھہر کر دیکھ رہا تھا۔

"کیا ہوا! کیا تھک گئی ہو.....؟" اگلا سوال۔

اور اس کا دل چاہا' یہ ہونٹ ایک کے بعد ایک سوال اچھالتے رہیں اور وہ اس کی آواز کے رس سے اپنی سماعت کا پیالہ بھرتی رہے۔ کہیں کوئی شور نہ ہو پھر ایک آواز گونجے "میں ہوں نا تمہارا۔ پورے کا پورا تمہارا!" تو دل بس اس اقرار پر ہی مر جایا کرتا ہے اسے نہ اس سے پہلے جینے کی ہُوک ہوتی ہے نہ اس لمحۂ خوش آگیں کے بعد جینے کی ہوس۔ زندگی بس وہی لمحہ بن جایا کرتا ہے اور بس اس شخص کی محبت ہی اس کی زندگی تھی وہ سوچتی اور اسے پہلا مصرعہ بھول جایا کرتا۔

تُو ملے تو زندگی نہ ملے تو موت۔

اور محبت قطرہ قطرہ زندگی بن کر اس میں گرنے لگتی' جیسے وجود کوئی صحرا ہو اور بھولا بھٹکا بادل قطرہ قطرہ دعا کے عوض خاک پر گرے۔ خاک ہو جائے پیاس پیاس پکارنے لگے۔

"تم واقعی تھک گئی ہو بے تا عبیر.....؟" وہ اس کا ہاتھ تھام کر ایک بینچ پر بیٹھ گیا اور وہ بہت سی باتوں کی طرح اس لمحے کی کیفیت بھی اس سے چھپا گئی۔

"تمہیں نہیں لگتا' تمہیں بھی مجھ سے کچھ کہنا چاہیے' کبھی کبھی بہت سارا کچھ۔"

اس نے ملتے لبوں کو چاہت سے دیکھا۔ یہ آواز کتنی اپنی ہے۔ دل چاہتا ہے' یہ ہر لمحے میرے گرد چکا کرے۔ ہر ساعت مجھے پکارا کرے مگر یہ دوستی پوری محبت بھی کرنے نہیں دیتی۔ حائل رہتی ہے ہمارے بیچ کیونکہ اس شخص کو لگتا ہے دوستی محبت ہو جائے تو بہت دیر زندہ نہیں رہ سکے گی۔ دوستی میں کچھ وقت میسر ہوتا ہے جس میں ہم صرف محبت کرتے ہیں' محبت سے دکھ سکھ بانٹتے ہیں اگر ہم اکثر ملیں اور بہت دیر تک تو شاید ہمارے اوپر کا ملمع اتر کر ہمیں اپنی صورتوں میں ایک دوسرے کے لیے ناقابل برداشت کر دے گا۔ ہمیں لگے گا' ہم نے ایک محبت جو کمائی تھی عمر دے کر' وہ محبت بس ایک پل' ایک لمحہ میں گنوا دی پھر ہم ایک دوسرے کی آواز کو' دوستی کو ترستے رہیں گے ساری زندگی بیسٹ کپل کا ٹیگ سینے پر لگائے' تنہائی میں ایک دوسرے کی سرد مہری سے لڑتے رہیں گے اور کبھی تھک کر ہار جائیں گے تو کہیں گے۔

"وہ میں کہاں گیا وہ تو کہاں گیا' اور تلاش ہمارے اطراف آنسو روئے گی' خاک اڑائے گی۔

"محبت بہت نازک جذبہ ہے' یہ ہر چیز پر مقدم ہونا چاہیے۔" سعد سالک ہمیشہ ایسے جملوں سے اس کے خیالات کی شورش کے آگے بند باندھ دیا کرتا تھا' مگر اس لمحے یہی سعد سالک تھا جو کہہ رہا تھا۔

"تم بولو نا کچھ ایسا جس میں تم نظر آؤ۔ تم جھلکو۔"

"عبیو! کیا ہو گیا ہے تمہیں' خاموشی تمہارا مزاج کب تھی۔" اس نے اس کے ہاتھ تھامے' بہت چاہت سے پوچھا اور وہ مسکرا دی۔

اگر ایسے میں کہہ دوں میری سماعت کو صرف اس کی آواز سننے کی ہوس ہے تو۔ تو شاید اسے اچھو لگ جائے یہ سنے جائے بے اعتباری سے' بے یقینی سے۔

"پتا نہیں اسے ہر بات میں معنی ڈھونڈنے' مطلب نکالنے کی اتنی عادت کیوں ہے۔ یہ بظاہر یقین سے کہتا ہے مجھے تمہاری محبت پر اندھا یقین ہے مگر اس کی آنکھیں انکار ہی انکار بن کر' اس محبت پر کڑی تیوریوں سے دیکھا کرتی ہیں' کھوجتی ہیں' چھان پھٹک کرتی ہیں۔ پتا نہیں اسے کتنا گہرا دھوکا ملا ہے کہ اسے گہری محبت بھی تسکین نہیں دیتی۔"

"مجھے لگتا ہے اب تم مجھ سے بیزار ہو گئی ہو' ایسا تو نہیں میں تمہیں آہستہ آہستہ کھو رہا ہوں؟" اس کے لہجے میں جنوں در آیا اور اس کی آنکھیں مسکرانے لگیں

"تمہیں کیوں لگا تم نے آہستہ آہستہ مجھے گنوا دیا ہے۔"

"تمہاری آواز' تمہارے لہجے نے آہستہ آہستہ جب سے مجھ سے منہ موڑا ہے....." اس نے بینچ سے ٹیک لگا کر شکوہ کیا۔

اس نے پورا چہرہ اس کی طرف موڑ لیا۔ شام چھانے لگی تھی اور اس کا چاند سامنے تھا' پھر وہ روشنی سے کیوں نہ جگمگاتی۔ اے محبت' تو کتنی بدذات ہے' پندار نفس کو توڑ پھوڑ کر فقیر کر دیتی ہے' ایک سکہ' اپنی چاہ کا ایک سکہ' کرن' جس پر جیون ہار دے۔"

"تم پہلی سی باتیں نہیں کرتیں.....؟" اس نے اس کا شانہ ہلایا اور وہ ہوش کی دنیا میں پلٹ آئی۔

"تمہیں بس یونہی لگتا ہے' ورنہ میں تو اب بھی ویسا ہی بولتی ہوں۔"

یہ اس کا خاموشی کے جنگل میں گم پہلا فقرہ تھا' جسے ہوا و فضا نے بیک وقت اچھالا' بہت سے لفظ روک کر' ان کہی دل میں چبھتی چھوڑ کر' کتنا عام سا فقرہ جس میں کچھ بھی نہیں تھا۔ اندر کی بے چینی تھی' نہ طلب' نہ کوئی آرزو کیونکہ وہ جانتی تھی یہ شخص جو گھنٹوں اس کے ساتھ وقت گزارنا چاہتا ہے۔ باتیں کرنا چاہتا ہے وہ اس کا نہیں ہے۔ کوئی ہے جو اس کا انتظار کرتی ہے جو اس کے نام پر بیٹھی ہے مگر یہ شخص اسے صرف ایک پڑاؤ سمجھتا ہے' جوگی منش یا کسی بنجارے کا پڑاؤ مگر جہاں آگ دہکی' جہاں آس جلی' جہاں رات نے نیند سے سپنے بنے' شگن اٹھائے' منت مانی اس پڑاؤ اس جگہ کا دکھ کون پائے اور بس یہ دکھ وہ پا گئی تھی۔ اس لیے چاہتی تھی وہ اس کا رہے اور چاہتی تھی وہ اس کو بانٹے بھی نہیں' وہ اپنی خواہش اور کسی اور کی تمنا کے درمیان اٹک گئی تھی۔

محبت چھیننا نہیں سکھاتی مگر کوئی ہو' ایسا شخص جسے آپ دل سے چاہتے ہوں' تو جی کرتا ہے وہ وقت سے تقدیر سے اسے چرا لے' ایسے کہ کسی کو بھی خبر نہ ہونے پائے۔ لیکن ایسا ممکن نہیں تھا تب ہی اس کے اندر لفظ بن ادا ہوئے مرنے لگے تھے اور یہ سامنے بیٹھا شخص ہر روز اسے بولنے پر اکساتا تھا۔

"تم نے کوئی نئی نظم پڑھی عبیر!" اس نے بہ وقت کوشش کے بعد اس کا من پسند موضوع چھیڑا اور وہ اس کی اس معصوم ادا پر ہنس پڑی۔

"لو جی تم جانتے ہو نا شاعری مجھے کتنی عزیز تر ہے اس لیے مجھے اکساتے ہو۔" آنکھیں اس پر جم گئیں اور لفظ لبوں سے امنڈنے لگے۔

اک دن کوئی ایسا ہو
میں بھور سے اٹھوں
تو سامنے بیٹھا ہو
اک دن کوئی ایسا ہو

وہ سنا چکی اور وہ نظریں چرانے لگا۔

"میں ہر لمحے تمہارے ہمراہ ہوں' پھر بھی تمہاری حسرت نہیں جاتی۔" اس نے ہنسی میں بات برابر کرنے کی کوشش کی اور وہ پلک جھپکائے بغیر اسے دیکھنے لگی۔

"اگر تم جان جاؤ تم میرے لیے کیا ہو' میں محبت کی کس منزل پر ہوں تو شاید تم اس محبت کی حدت سے ہی پگھل جاؤ۔ تمہارا وجود میری محبت کے آگے مٹ جائے اور تمہیں لگے تم نے محبت کو کس قدر نہ سمجھنے والوں کی طرح سمجھا اور کھو دیا۔"

"یہ تم ایک لفظ کہہ کر بہت سے ان کہے لفظوں کی تکرار میں کہاں گم ہو جاتی ہو۔"

"ارے نہیں تو میں تو بس ویسے ہی..... اچھا یہ سناؤ دائمہ کیسی ہے۔"

"وہ! ہاں وہ بالکل ٹھیک ہے۔ ممی بھی اچھی ہیں' بابا بھی بہتر ہیں' خالہ ماموں' پھپھو' چچا سب خوش باش ہیں اور کچھ....."

"ہاہاہا....." وہ اس کی جھلاہٹ سے حظ اٹھانے لگی۔ وہ جانتا تھا وہ اب ہمیشہ کی طرح بات کو طول دینے کے لیے ایسے ہی جملے کہے گی طویل اور بے تکے جملے' جن میں وقت گزر جائے اور وہ اپنی کیفیت سنبھال لے۔

"تمہیں آخر میرے حسن سلوک سے اتنی چڑ کیوں ہے سعد کے بچے۔"

www.sadiaazizafridi.weebly.com

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.sadiaazizafridi.weebly.com

"صرف اس لیے کہ تم ان بے مصرف باتوں میں بس وقت ضائع کرتی ہو۔"

"اچھا جی، تمہیں کیا لگتا ہے ان باتوں کی جگہ مجھے کیا کہنا چاہیے۔۔۔؟" اس نے طرح دی اور وہ مسکرانے لگا۔

"کچھ اچھی باتیں جو زاد راہ ہوں اور جن پر عمر گزاری جا سکے۔"

"تو کیا تم چھوڑ دو گے مجھے۔۔۔؟" وہ یکدم بے قراری سے اٹھ کھڑی ہوئی، وہ اسے آوازیں دیتا اس کے پیچھے دوڑا۔

"تم ایک دم سب تعلق ختم کیوں کر لیتی ہو، کوئی امید آسرا رہنے کیوں نہیں دیتی ہو۔" اس نے ہاتھ تھام کر اسے روکا اور وہ بے ترتیب ہوتی سانسوں کے ساتھ اسے دیکھنے لگی۔

اس کی جدائی کا خیال اس کی عمر کے توشہ خانے سے یونہی سانسیں چرانے لگتا تھا۔ وہ تیز تیز بہت ساری سانسیں جی لیتی تھی تاکہ اس لمحے سے پہلے مر جائے مگر ابھی سانسیں بہت ساری باقی تھیں اور لمحۂ جدائی۔۔۔۔ پتا نہیں سر پر کھڑا تھا یا بہت قرنوں صدیوں دور۔۔۔۔ وہ ہاتھوں فاصلہ ناپنے کی کوشش کرتی اور آخری انچ سے پہلے یہ کوشش ترک کر دیتی اگر جو فاصلہ کم نکلا تو۔۔۔۔

سعد سالک کہتا تھا وہ ہر تعلق توڑ کر، ہر امید ہر آسرا چھوڑ دیتی تھی۔ لیکن یہ اس کا دل جانتا تھا وہ امید اور آسرے ہی پر تو جیتی تھی، باقی تھا ہی کیا اس کے پاس۔

"تم کسی دن مر جانا اس افراتفری میں۔۔۔۔" اس نے اسے ڈانٹا اور منرل واٹر کی بوتل اس کی طرف بڑھائی۔

"مجھے پیاس نہیں ہے۔۔۔۔" اس نے شکستگی سے کہا۔

اور وہ اس کے سر ہو گیا۔ "خاموشی سے پی لو یہ پانی ورنہ ابھی مر جاؤ گی آپریشن ٹیبل تک جانے کی نوبت ہی نہیں آئے گی۔"

وہ اسے پانی کے ساتھ ٹیبلٹ بھی دے رہا تھا۔

"تمہیں مرنے کا اتنا شوق کیوں ہے، آج یہ مجھے تم بتا ہی دو۔"

وہ نم آنکھوں سے اسے دیکھ کر گھاس پر بیٹھ گئی ایک لفظ نہیں بولی۔ حقیقتاً "اس لمحے اس کو درد کا دورہ پڑا تھا اور وہ دوا کے بعد بہ وقت اس درد کو سہنے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ اس کی نبض تھامے کھڑا تھا نگاہ گھڑی پر تھی۔

"پہلے سے ٹھیک ہو، زیادہ ڈرامہ مت کرو۔۔۔۔" وہ ہمیشہ اسے ایسے ہی ستایا کرتا تھا اور وہ ہنس پڑتی تھی۔

"مت ستایا کرو سعد سالک! کہتے ہیں ظلم اتنا کرو جتنا کوئی سہہ سکے۔"

"جی بہتر مگر اس جملے کا اجمالی خاکہ۔"

"ستانے پر جیسے تم کمربستہ رہتے ہو، میں تمہیں ستاؤں ایسے، تو تمہاری سانس رک جائے، جو انتظار میں جھیلتی ہوں تمہارا تم ویسا ایک پل بھی گزار دو تو پھر وقت کا چکر بھی تمہیں یاد نہ رہے ہوش گنوا دو اپنے۔"

"ہوں اور ایسی باتیں مجھ سے عبث ہیں بھئی، سیدھا سادا پریکٹیکل بندہ ہوں، دو اور دو چار کرنے والا یہ سب میرے بس کی بات نہیں۔"

"یہ بس کی چیز نہیں ہوتی۔ یہ تو بس ایک لمحاتی کیفیت ہے محبت ہو، انتظار ہو، کچھ بھی ہو، اچانک گھر کے آتے بادل کی طرح آتے ہو بھگو جاتے ہو روح کو، پھر دھوپ میں جھلتے رہو، دوڑتے رہو، اس لمحے کے پیچھے ہاتھ نہیں آتا کچھ۔۔۔۔ وہ اب نارمل ہو چکی تھی اس لیے لفظوں میں ترتیب در آئی تھی اور وہ اسے دیکھنے لگا تھا۔

"ایسی باتیں کیسے کر لیتی ہو۔ یہ باتیں کون کہتا ہے تم سے۔۔۔۔؟" وہ درخت سے ٹیک لگا کر کھڑا پوچھنے لگا تھا اور وہ اسے دیکھے جا رہی تھی۔

زندگی اگر آنکھ تھی تو اس کی آنکھ صرف انتظار کے سوا کچھ نہیں تھی، خواہش کی دہلیز پر جمی آنکھ، ایک ساعت محبوب کی صورت کے امرت سے جیتی اور ہجر کے سم سے مرتی آنکھ، ایک بار دیکھ کر، پھر ساری زندگی اسی منظر سے جی بہلاتی اسی منظر میں رنگ بھرتی آنکھ

اس کے جی میں آیا کہے تم ہو۔ صرف تم جو لفظ بن کر اترتے ہو معنی دیتے ہو، مجھ پر محبت کی کیفیت بن کر چھاتے ہو تو اپنی سدھ بدھ ہی نہیں رہتی مگر وہ کہہ نہیں پائی مسکرانے کے سوا اور وہ چڑ گیا۔

"یہ تمہیں ہر وقت ہنسنے مسکرانے کے سوا کچھ نہیں سوجھتا۔۔۔۔؟"

"کیوں منہ بسورنے، رونے دھونے والی لڑکیوں سے عشق ہے کیا؟"

"بکواس نہیں۔۔۔۔" وہ تپ گیا۔ ماضی یاد دلاتا ہر لمحہ اسے ایسے ہی تپا جاتا تھا۔

"جو لمحے ماضی ہو گئے، اس پر حال میں ہم بھی ڈسکس نہیں کریں گے یہ طے ہوا تھا۔۔۔۔؟"

"ہاں۔" "لیکن حال میں یہ عبیر حسان کا کردار، یہ کیا ہوا۔ اسے کس خانے میں رکھو گے تم۔۔۔۔؟"

سعد سالک لاجواب ہو گیا تھا، اور جب وہ دل سے لاجواب ہو کر کچھ دل کی کہنے سے خود کو مجبور پانے لگتا تھا تو ہمیشہ واک آؤٹ کر جاتا تھا۔

"چلو، میں تمہیں تمہارے روم میں چھوڑ دوں۔ ہوا میں خنکی کتنی بڑھ گئی ہے۔" اس نے ہاتھ تھاما اور قطعی سرد ٹھٹھرتی خاموشی کے ساتھ اس کے ہمراہ چل دی۔

"آپ کتنا لیٹ ہو گئی ہیں۔ میم ہاسپٹل میں وزیٹنگ ٹائم ختم ہوئے بھی ایک گھنٹہ گزر گیا ہے، ڈاکٹر صاحب بھی آ کر جا چکے ہیں۔ آپ لیٹیے یہ دوا کھا لیجیے۔۔۔۔"

اس نے مطمئن ہو کر سعد سالک کو دیکھا۔ یہاں اس کی کافی جان پہچان تھی، کچھ ڈاکٹرز اس کے دوست تھے اس لیے اتنی چھوٹ میسر تھی۔

"ٹھیک ہے پھر عبیر! میں چکر لگاؤں گا۔۔۔۔" اس نے جاں کنی سے اس منظر کو دیکھا۔

"میم دوا۔۔۔۔" نرس نے اس کا استغراق توڑ دیا۔ اس نے جھنجلا کر نرس کو دیکھا۔

دوا کھا کر وہ لیٹ گئی تھی، پھر صبح بہت عام سی تھی، مگر عدیل حسان کے سہارے چلتے پاپا کو دیکھ کر اس کا دل غم سے بھر گیا تھا۔

"کیسی ہے تمہاری طبیعت عبیر۔۔۔۔؟"

"پہلے سے بہتر ہے پاپا!" اس نے ہینڈسم سے پاپا میں کمزور پاپا کے وجود کو ابھرتے دیکھ کر دکھ سے جواب دیا، اور پاپا خاموش رہ گئے۔

"تم مجھ سے ابھی تک ناراض ہو عبیر!" ہولے سے ہاتھ کو چھوا اور وہ انہیں دیکھنے لگی۔

کسی شخص سے جب ہم ناراض ہوتے ہیں تو پھر بہت سی باتیں ہمارے جی میں ایسے اکٹھی ہوتی جاتی ہیں کہ ان میں سے پہلی بات کو الگ کرنا دشوار لگتا ہے۔ سب کچھ آپس میں ایسے گڈمڈ ہو جاتا ہے کہ ہمیں سوچنا پڑتا ہے پہلی بات کیا تھی، جس نے ہمیں

یہ دل یہ سودائی

رائٹر: سعدیہ عزیز آفریدی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.sadiaazizafridi.weebly.com

اس شخص سے خفا کیا جس کے بعد ہم نے اس کی طرف جاتے قدموں اور دل کو مڑتے دیکھا۔ خود کو تنہا ہوتے پاکر بھی حرف احتجاج کرنے کی خواہش کو اپنے اندر پہلی سانس کے بعد مرتے محسوس کیا پہلی کون سی بات تھی جو آخری بات کے پلو سے جڑی تھی۔

پاپا کا ملٹی ملینیر ہونا؟

کامیابی پر مرمٹنا اور باقی سب کچھ بھول جانا۔

یا پھر؟ اب سب کچھ — ہوتے ہوئے مضمحل کردار میں ڈھل جانا۔

وہ سوچنے لگی' دماغ کی رگیں پھٹنے سی لگی تھیں اور ای سی جی مانیٹر شور کرنے لگا تھا۔ یہی شور سن کر ڈاکٹر اور نرس اس کے کمرے میں دوڑے آئے تھے۔

"ریلکس مس حسان ریلکس! یہ آپ کے لیے اچھا نہیں ہے۔"

زندگی نے جب پہلی بار جینا شروع کیا تب سے میں سن رہی ہوں۔ یہ تمہارے لیے اچھا نہیں ہے وہ تمہارے لیے اچھا نہیں آخر ہماری زندگی کی خوشیوں کا گراف دوسرے کب تک بتاتے رہیں گے۔ کب ہم میں اتنی قوت ہوگی کہ ہم کہہ سکیں۔ ہماری خوشی یہ ہے یہی اچھا ہے ہمارے جیون کے لیے کب......؟

ڈاکٹر اسے انجکشن لگا رہے تھے اور وہ پاپا کے ڈوبتے ابھرتے عکس کو دیکھ رہی تھی۔

"یہ شخص کبھی زندگی سے پیارا تھا مگر...... کم بخت دل اب اسے زندگی نام کی شے سے چڑ ہے اسے ہر اس چیز سے نفرت ہے جو زندگی جیسی ہو۔ زندگی کی طرف لے جاتی ہو۔"

مگر وہ۔ سعد سالک پھر وہ کیا ہے......؟

دماغ نے سوال کیا اور اس نے نیند کی تھاہ میں ڈوبنے سے پہلے سوچا۔ "شاید وہ زندگی نہیں ہے' وہ سامنے ہو تو زندگی کو اچھا کہنے کو دل کرتا ہے۔ وہ پوری زندگی نہیں ہے مگر مکمل زندگی جیسا لگتا ہے اور جب زندگی سے چڑ ہونے لگتی ہے تو یہ دل مکر جاتا ہے' وہ زندگی جیسا بھی ہے شاید میں زندگی کی ہر چیز چھوڑ سکتی ہوں' سب حوالوں سے مکر سکتی ہوں' مگر اس شخص کو چھوڑ دینا کتنا ناممکن ہے اور......" دماغ مکمل خمار میں کھو گیا تھا تب ہی اس کی سوچوں نے اس سے رخصت چاہی۔

♥ ♡ ♡ ♥

میں نے انسان سے رابطہ رکھا
میں نے سیکھا نہیں نصابوں سے

"میں جانتا ہوں تمہارا طرز فکر' اسی لیے کہتا ہوں بدلو خود کو عبیر......"

اس نے لہک لہک کر شعر پڑھتے ہوئے ماحول کو یکسر فراموش کر دینے پر خود کو دل ہی دل میں لتاڑا۔

"آپ! آپ کب آئے پاپا......؟" اس سے پہلے کہ طویل چارج شیٹ پڑھی جاتی اس نے پہلے ہی قدم پر پاپا کو روک لیا۔ گڈ گرل بننے کی کوشش کی۔ ایک ناکام سی کوشش! مگر پاپا وہ کب اس کے ان ہتھکنڈوں میں آتے تھے فوراً ''ایک تیز نظر ڈال کر اندر کی طرف بڑھ گئے اور اسے بے قراری لگ گئی۔

ایک پاپا اور عدیل یہی تو اس کی کل کائنات تھی اور کائنات کا محور سرک جائے تو سب کچھ تہہ و بالا ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ عدیل کی غلطیوں اور عدیل اس کی خاص میدانوں میں کی گئی جانفشانی پر پردے ڈالتا رہتا مگر اس وقت عدیل دور دور تک موجود نہیں تھا اس لیے اسے اپنا معاملہ خود حل کرنا تھا۔

"آج آپ کچھ غصہ میں ہیں پاپا؟" کوشش تھی کوئی معرکتہ الآرا قسم کا سوال پوچھنے کی مگر پاپا کا رعب و دبدبہ...... برا ہو اس کا زبان پھر پھسل گئی۔ پاپا نے اسے گھورا۔

"یہ تم کیٹ واک میں کب سے شریک ہونے لگی ہو؟"

"بے موت مرے......" اس کی جان نکل گئی' کتنا کہا تھا عدیل حسان اور نریمان کو کہ کسی بھی صورت یہ کام ممکن نہیں' مگر اس لڑکے کو تو عشق نے ڈبویا کھٹاک سے بولا تھا۔

"تمہارا نام قطعاً" نہیں دیں گے بس تم خاموش کردار کی طرح آنا اسٹیج پر' دو چار راؤنڈ لینا اور تم تو جانتی ہو یہ قطعی چیریٹی شو ہے تمام تر کمائی نریمان کے ڈس ایبل چلڈرن ہوم کے بچوں کی فلاح و بہبود پر لگائی جائے گی۔" اور بس اس نقطے کے بعد اس کی سوچنے سمجھنے کی ہر صلاحیت ختم ہو جاتی تھی یاد تھا تو اتنا کہ روز محشر ملنے والے تمغے مگر اب یہ پاپا کا سوال......

کیا جواب دے وہ یہاں۔

"پاپا! یہ شو قطعی چیریٹی شو ہے......"

"میں جانتا ہوں' اس چیریٹی کی ساری داستان......" وہ رک کے پھر بہت زیادہ بھنا کر بولے۔

"یہ نریمان علوی کون ہے......؟"

"پھنس گیا بینڈ عدیل حسان کا......" دل نے نعرہ مارا اور وہ لفظ ڈھونڈنے لگی جس سے سجا بنا کر یہ حوالہ قابل قبول لگتا۔

"میں نے پوچھا ہے کون ہے یہ لڑکی...... کیا تم دونوں کم تھے کہ یہ لڑکی بھی...... اٹ از ٹو مچ۔ گاڈ......" وہ اس کی طرف سے پشت موڑ گئے۔ ظاہر تھا وہ نریمان پر اچھی خاصی ریسرچ کر چکے ہیں۔

"یہ لڑکی بہزاد علوی کی بیٹی ہے نا۔ وہی جسے سچ بولنے کا ہوکا ہے اور جو آج بھی اس خناس میں مبتلا ہے کہ وہ سچ لکھ کر' چھاپ کر کوئی بہت بڑا کارنامہ کر رہا ہے۔ عوام نے اس کے سینے پر تمغے سجنے لگانے ہیں یہ وہی ہے نایوٹوپیا کے عشق میں مبتلا ایک بیمار شخص' جس کا آئیڈیلزم اس کی راہ کی دیوار بنا ہوا ہے۔" وہ خاموش ساکت کھڑی رہی۔ بہزاد علوی ایک نام تھا سچ کا۔ سب انہیں سچ کی تشریح کے طور پر لیتے تھے یہ خود ان کی مداح ہی نہیں' ان کو اپنا سینئر استاد سمجھتی تھی۔ اس کا خیال تھا۔ وہ تعلیم کے بعد عملی کام کے لیے بہزاد علوی کا اخبار "حق" جوائن کرے گی مگر اس کے پاپا۔

"تم نے چپ شاہ کا روزہ رکھ لیا ہے کیا......؟"

پاپا اس کی خاموشی سے چڑ گئے تھے' کیونکہ جب بھی وہ حد درجہ چڑ جاتے تو انہیں اپنی شریک حیات یاد آجاتی تھیں اور یہ یاد قطعی دلبرانہ نہ ہوتی۔

"تم دونوں اپنی ماں پر گئے ہو' ویسے ہی حق دق' حیران پریشان کرنے والے۔ ساری زندگی اس نے مجھے کم ستایا تھا جو تم دونوں نے بھی......"

"پاپا! ماما ایک اچھی ہاؤس وائف تھیں......" وہ پہلی بار بولی تھی اور وہ صوفے پر بیٹھ کر اسے گھورنے لگے تھے۔

"وہ ایک اچھی ہاؤس کیپر ضرور تھی۔ اچھی ہاؤس وائف نہیں بن سکی۔ میرا اور اس کا ہمیشہ یہی اختلاف رہا تھا۔ وہ سمجھتی تھی کہ ایک عالم دین کی بیٹی ہے۔ اس لیے اسے ایسی ہی زندگی گزارنی ہے جیسی وہ گزار رہی ہے۔ وہ سمجھتی تھی وقت پر کھانا دینا' گھر کا کام کرنا۔ بچے پال لینا ہی بس ایک اچھی بیوی ہونے کا ثبوت ہے۔ اس نے کبھی جاننے کی کوشش ہی نہیں کی کہ میرا دل کیا چاہتا ہے۔"

"آپ کی اور ماما کی شادی طے کیونکر ہوئی تھی پاپا......!" وہ یکدم ہر مسئلہ بھول کر' ان کے مقابل آن بیٹھی تھی اور پاپا جلے دل کے پھپھولے پھوڑنے کا یہ موقع گنوانے کے موڈ میں نہیں تھے۔ اندر کی خلش' حالیہ خفگی سب نے مل کر انہیں آتش فشاں بنا دیا تھا۔ ان کا سانس تیز ہو گیا تھا اور وہ گرم لہجے میں کہہ رہے تھے۔

"پتا نہیں یہ رشتے' تعلق انسان اپنی مرضی سے کیوں نہیں بنا سکتا۔ دوستیاں بنا لینا کس قدر آسان ہے مگر' یہ خون کے رشتے' انسان ان سے چاہے بھی تو منہ نہیں موڑ سکتا۔ توڑنا چاہے تو ان کی کسک ان کے اپنے ہونے کی عادت' ہمیں روک دیتی ہے۔ محبت میں انسان کتنا خود غرض ہو جاتا ہے۔ یہ محبت اس کے پیر کی زنجیر بنی رہتی ہے۔ میں محبت سے اسی لیے خار کھاتا ہوں' اس محبت نے ہر موقعہ' ہر ترقی کی راہ میں میرے قدم باندھے' میرے پر کاٹے۔

کیا یہ ضروری تھا کہ پاپا کو سب کچھ چھوڑ کر خاندان بھر میں تمہاری ماں ہی پسند آتی بیک ورڈ ویمن جسے حجاب در حجاب میں چھپے رہنا پسند تھا۔ میں نے تمہاری ماں کو منگنی کے تین طویل سالوں میں ایک بار بھی نہیں دیکھا۔ میرا خیال تھا۔ لڑکیاں گاؤں کی ہوں شہر کی۔ سب کے اندر محبت ہی محبت ہوتی ہے۔ مگر

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

تمہاری ماں' وہ واقعی عالم دین کی ہی بیٹی نکلی......" پاپا کا لہجہ تمسخرانہ ہو گیا تھا۔ وہ کلبلا گئی مگر پاپا کو اس لمحے اس کی پروا نہیں تھی وہ بہت روانی سے کہہ رہے تھے۔

"میں نے زندگی میں کبھی زندگی کا مزا نہیں لیا' تمہاری ماں کی راستی نے میری راہ میں رکاوٹیں ڈالیں۔ اس عورت سے ہر شخص خوش تھا میرے گھر کا سوائے میرے لیکن اس نے کبھی میرے دل کی نہیں جانی۔ میں نے کمپرومائز کرلیا اس پر مگر وہ عورت۔"

"پاپا! وہ میری ماں تھیں......" وہ بھڑک اٹھی اور پاپا کی آنکھوں میں بہت برسوں کا غصہ' جھلکنے لگا گزرے بیتے ماہ و سال کا' پاپا کتنی دیر تک اسے دیکھتے رہے پھر خفگی سے بولے۔

"ہاں اسی پر تاسف ہے کہ وہ تمہاری ماں تھیں تب ہی تم دونوں۔ تم دونوں نے بھی میری جان جلا کر رکھی ہوئی ہے' بیٹا اتنا پڑھا لکھا ہے مگر اسے ترقی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے پتا نہیں کون سے گیان دھیان کی باتیں کرتا ہے ساری درویشی' ساری فقیری اس کے اور تمہارے حصے میں آگئی ہے۔ تم اور وہ مل کر میرا دیوالیہ نکالنا اور وہ تیسری لڑکی وہ میرے تابوت میں آخری کیل بننا چاہتی ہے مگر سن لو میں قطعی تم لوگوں کو آزاد نہیں چھوڑ سکتا اس لیے میں نے ایک فیصلہ کیا ہے۔"

اس نے سانس روک لی۔ اس کا خیال تھا اس کا جرنلزم ادھورا رہ جائے گا۔ عدیل دھیان لگا کر فوٹو گرافی میں کوئی کام نہیں کر سکے گا اور سب چھوڑ کر دونوں کو پاپا کے بزنس میں ان کا ہاتھ بٹانا پڑے گا لیکن پاپا کی گمبھیر خاموشی۔

"میں آج تمہاری ثمینہ آنٹی سے ملا تھا۔"

"ثمینہ آنٹی......؟" اس نے دل کو کسی خشک پتے کی طرح لرزتا محسوس کیا۔

ثمینہ آفاق ان کی پرانی پڑوسی تھیں جن پر وہ دونوں جی کھول کر تبصرے کیا کرتے تھے اور ان سارے تبصروں کا لب لباب یہ ہوتا تھا کہ وہ آنٹی کم ممی زیادہ شو کرتی ہیں۔ ان کی توجہ کا مرکز وہ دونوں نہیں پاپا ہیں اور یہ بات ممی کی زندگی ہی میں کھل کر سامنے آگئی تھی مگر ان کی ممی واقعی صبر کرنا جانتی تھیں اس لیے ایک ہی بات کہتی تھیں۔

"اس دہلیز کے بعد ہر اٹھنے والا قدم تمہارے پاپا کا اپنا قدم اپنی مرضی ہے' وہ جو چاہیں کریں جیسے چاہیں زندگی جئیں مگر وہ جب اس دہلیز سے اندر آجاتے ہیں تو میں نے ان سے توقع رکھی ہے' ہمیشہ سے۔ وہ صرف میرے لیے ہوں گے ان پر اور کسی کا حق' اختیار نہیں ہوگا اور تمہارے پاپا کیسے بھی ہوں۔ اس معاہدے کی کبھی خلاف ورزی نہیں کی اس لیے مجھے عام عورتوں کی طرح چیخنے چلانے سوال جواب کرنے کی بھی ضرورت نہیں محسوس ہوئی......"

وہ ممی کا منہ دیکھتی رہ جاتی حیرت سے' اور اب یہ مقام تھا کہ وہ پاپا کا منہ دیکھ رہی تھی اسی حیرت سے' لیکن پاپا کے انداز میں ذرہ بھر فرق نہیں آیا تھا وہ اسی کروفر سے بیٹھے تھے اور اب اسے محسوس ہونے لگا تھا۔ پاپا اتنے ہذیان اور روانی سے اس کی ممی پر گوہر افشانی کیوں کر رہے تھے۔ ان کی آنکھیں بے حد سرخ تھیں اور چہرے کی حدت......

وہ اٹھ کر ان کے قریب آگئی "آپ نے ڈرنک کی ہے پاپا......؟" یہ بات اسے خاک کر رہی تھی۔ لیکن اس نے پھر بھی پوچھ لیا۔ پاپا نے چونک اسے دیکھا پھر اپنی حالت کو اور واک آؤٹ کر گئے۔

وہ حیرت اور دکھ کے اتھاہ سمندر میں ڈوبی رہ گئی۔ شاعری' کیٹ واک' ثواب دارین کمانے کی خواہش۔ سب کہیں اندر گم ہوگئی اور گھر ٹوٹنے کی فکر ہراساں کرنے لگی۔ ثمینہ آفاق احمد قطعی آزاد منش تھیں اپنی نیند سونا جاگنا دوست احباب' گیٹ ٹو گیدر بس یہی ان کی زندگی تھی اور اب یہ زندگی کیا یہاں رنگ کھیلنے والی تھی۔ اسے زندگی میں شوخ رنگ کبھی پسند نہیں تھے۔ ممی کی عادت اور پسند و ناپسند نے تو اسے یوں بھی زندگی میں دھیمے پن کا عادی کر دیا تھا' اتنا دھیما کہ وہ بعض اوقات اپنے حق کے لیے بھی لڑ نہیں پاتی تھی۔

عدیل کو اس کی جنگ لڑنی پڑتی تھی مگر یہ محاذ کون سنبھالنے والا تھا۔ اس نے سوچتے ہوئے اپنے کمرے کا ایکسٹینشن ریسیور اٹھایا مگر وہ پہلے سے ہی کسی کے لہجے سے لودے رہا تھا۔

"پاپا......!" وہ چند سیکنڈ ان کی گفتگو سن پائی پھر ریسیور رکھ کر اپنے بیڈ پر آبیٹھی۔

"موبائل فون......" اس نے اس سہولت کو اس سچویشن میں بے تحاشا داد دی۔

"عدیل واقعی عقل مند ہے......" اس نے اس کی ذہانت کو سراہا موبائل کی اہمیت پر وہ اس سے بہت دنوں تک بحث کرتا رہا تھا پھر قبل اس کے کہ وہ اپنے آپ کو قطعی احمق قرار دے دیتی باہر ہارن سنائی دیا۔ اس نے کمرے کی کھڑکی سے دیکھا۔ واچ مین گیٹ کھول رہا تھا۔

وہ تیزی سے نیچے کی طرف دوڑی۔ عدیل اس کے چہرے کا ہراس دیکھ کر گھبرا گیا۔

"پاپا خیریت سے ہیں؟" پہلا خوف دونوں کا ایک ہی تھا سو نوک زبان سے پھسل گیا اور وہ خاموشی سے اسے دیکھے گئی۔

"کیا ہوا عبیر! گھر میں سب خیریت تو ہے؟"

عدیل! وہ پاپا' انہیں میرے کیٹ واک کا پتا چل گیا۔"

"نہیں۔ اونو......" وہ دھم سے صوفے پر بیٹھ گیا اور اس نے ہاتھ تھام لیا۔

"نہیں نریمان کا بھی پتا چل گیا ہے عدیل......" نیا انکشاف' اس کی آنکھیں پھٹنے لگیں۔

"کیا آج کھانے کے بجائے انکشافات کی ڈشیں کھلاؤ گی۔ یار! کیا ہے بھوک کیوں مارنا چاہتی ہو۔ ویسے پاپا تک یہ سب باتیں پہنچائیں کس کالے چور نے ہیں؟"

عدیل حسان اب اصل ٹاپک پر آرہا تھا اور وہ خود بھی چاہتی تھی' وہ اس کو آہستہ آہستہ جھٹکا دے تاکہ وہ اگلی خبر سہہ سکے۔

"اب بتا بھی چکو۔ کیا خاموش فلم کی ہیروئن بن رہی ہو۔"

وہ بھنا گیا تھا' سسپنس اس سے کبھی برداشت نہیں ہوتا تھا۔ اس نے گہری سانس لی پھر روانی سے بولی۔

"پاپا شادی کر رہے ہیں۔"

"اچھا یہ تو اچھی بات ہے تمہاری عمر کی لڑکیاں تو واقعی گھر اور پیا کو پیاری ہی ہونی چاہئیں اس میں اتنا بوکھلانے کی کیا ضرورت ہے......" اس نے بات کو سمجھنے میں کم فہمی کا اظہار کیا اور وہ یکدم اب تک کا خوف دل شکستگی لہجے میں روک نہیں پائی۔

"پاپا خود اپنی شادی کر رہے ہیں' وہ ثمینہ آنٹی سے۔ تم سوچ سکتے ہو عدیل' ثمینہ آنٹی سے پاپا اور شادی......" وہ رونے بھی لگی تھی اور عدیل حسان تسمے کھولتے کھولتے رک گیا تھا بے یقینی اور حیرت اس کی آنکھوں میں جم گئی تھی۔

"پاپا شادی کر رہے ہیں۔ پاپا......!" وہ اب کھڑا ہو گیا تھا اور بے قراری سے ٹہلنے لگا تھا۔ پریشانی اس سے کبھی جذب نہیں ہوتی تھی۔

اس نے مڑ کر عبیر حسان کو دیکھا' جیسے دوبارہ خبر کی سچائی پر بحث کرنا چاہتا ہو۔ کسی جھوٹی خوش فہمی' اندھے مان پر مگر وہاں گہرے ملال کی بات نقش ہوگئی تھی۔

"پاپا گھر پر ہیں......" اس نے تصدیق چاہی' وہ چاہتی تھی انکار کر دے۔ عدیل کے تیور اچھے نہیں تھے مگر عدیل حسان اس کی آنکھیں پڑھ کر پاپا کے بیڈروم کی سمت بڑھ گیا تھا۔

وہ پیچھے بھاگی تھی پھر پاپا اور اس میں بہت دیر تک تلخ کلامی ہوئی تھی مگر پاپا اپنے فیصلے سے ایک انچ نہیں ہلے تھے بلکہ تیسرے دن ثمینہ آنٹی کو ثمینہ حسان بنا کر گھر لے آئے تھے۔ عبیر حسان...... اس دن کمرہ بند کر کے خوب روئی تھی۔

"ماما چلی گئیں انہیں تقدیر نے چھین لیا لیکن پاپا۔ میں اس پر صبر کیسے کروں۔" وہ رو رو کر پاگل ہوگئی تھی جب عدیل اور نریمان نے اسے سنبھالا تھا۔ زندگی

www.sadiaazizafridi.weebly.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.sadiaazizafridi.weebly.com

بہت مشکلوں کے بعد واپس اپنی روٹین کی طرف لوٹی تھی۔ وہ اکثر گھر سے باہر زیمان کے اسٹوڈیو میں رہنے لگی تھی اور عدیل حسان اس کے رنگ ڈھنگ بدل گئے تھے زیمان روز اس سے عدیل حسان کی خیریت پوچھتی اور وہ اسے خاموشی سے دیکھتی رہتی۔

"بدل گیا تمہارا عدیل بھی بدل گیا' واقعی عورت جنت اور جہنم بنا سکتی ہے سب کچھ کر سکتی ہے سب کچھ" زیمان دل سے دل کی کہی چھپا کر اس کی چھوٹی مصروفیات کی داستانیں سنانے لگتی اور وہ گھر میں ہونے والی تقریبات کی گنتی گن گن کر گھر میں ہونے والی تبدیلیوں کا گراف بنالی رہتی۔ عدیل حسان پہلے شوقیہ اسموکنگ کیا کرتا تھا مگر اب وہ چین اسموکر بن گیا تھا اور اب بڑے دھڑلے سے ڈرنک بھی کرنے لگا تھا۔ اس کے قدم بہت تیزی سے ویسٹرن میوزک پر تھرکنے لگے تھے اور اپر کلاس سوسائٹی کا حسن اس کے ایک ہاتھ کے اشارے پہ تھا۔ وہ اسے دیکھتی اور کمرہ بند کر کے چیخیں دبالی رہتی۔

"یہ ممی کا عدیل تو نہیں ہے' اللہ سے محبت کرنے' اس کے حلال حرام کو قطعی خود پر لاگو رکھنے والا عدیل یہ تو بہت بدل گیا ہے۔ بالکل بدل گیا ہے۔" وہ پاگل ہونے لگی۔ تبھی جب بہزاد علوی نے اسے اپنے اخبار میں جاب کرنے کی آفر کی۔

"للی سمجھتی ہے تمہیں اس وقت بے تحاشا مصروف رہنے کی ضرورت ہے' اندر کا فرسٹریشن باہر نہیں نکالو گی تو پاگل ہو جاؤ گی۔"

اس نے سر ہلا کر اخبار جوائن کر لیا اور چپکے چپکے عدیل حسان کا شوق چرالائی۔

"وہ جو اس کے اندر فنکار مر گیا ہے میں اسے زندہ رکھنا چاہتی ہوں۔ مجھے لگتا ہے اگر وہ زندہ ہوا تو کبھی نہ کبھی عدیل حسان کو ضرور پکارے گا۔ اس کا دل صرف بجھا ہے مرا نہیں ہے للی......"

وہ فوٹوگرافی کی تعلیم کے لیے باہر چلی گئی۔ دو سال بعد لوٹی تو زندگی میں ٹھہراؤ آ گیا تھا گھر میں ماحول بدل کر اپنا رنگ جما چکا تھا مگر اسے لگتا تھا جیسے وہ کسی اجنبی دیار میں آ گئی ہو اور یہاں کسی کو جانتی نہ ہو۔

"جان پہچان دکھ دیتی ہے' جسے جتنا اپنا سمجھو وہ اتنا گہرا دکھ بن جاتا ہے' یہاں کون ہے جو آپ کے دل کی کرتا ہے' ہر شخص اپنے من کی خوشی ڈھونڈتا ہے پھر اپنی خوشی میں کوئی اور کیسے یاد رہ سکتا ہے' سوا سے بھی سب تقریباً" بھول گئے تھے' اور ایسا حال وہ خود بھول جانا چاہتی تھی۔

عدیل حسان سے صرف دفتر جانے سے پہلے ملاقات رہ گئی تھی' اور رات گئے وہ اس کی پشت دیکھ پاتی تھی پھر دھیرے دھیرے اس نے سمجھنا شروع کر دیا وہ واقعی اکیلی رہ گئی ہے۔

یہ زندگی میں پہلی بار ہوا تھا کہ اسے احساس ہوا کہ زندہ افراد ایک دوسرے کے لیے کیسے مر جاتے ہیں دل بس ایک ہلکی سی سانس بھرتا ہے۔ کراہتا ہے اور بس دھڑک کر رک جاتا ہے۔ زندگی میں سب کچھ ہوتا ہے بس زندگی ختم ہو جاتی ہے۔ عمر کے نقشے میں وقت بھرنے والا وجود باقی رہتا ہے۔ سب کہتے ہیں۔ کیا زندہ انسان ہے' جینئس ایکسلنٹ پرسنلٹی اور اندر کا خالی پن اس تعریف پر ہنسے جاتا ہنسے جاتا ہے اتنا کہ اپنی آنکھوں کی نمی خود اپنے ہونے سے مکر جاتی ہے' اس کی بھی یہی حالت تھی' دفتر اور فوٹوگرافی' زیمان سے دوستی اور عدیل حسان کے حوالے سے مربوط خوابوں کی ایک لمبی لسٹ زیمان اس کی باتیں سنتی رہتی اور اس کا کاجل پھیلے جاتا۔ کچھ دنوں وہ برداشت کرتی رہی۔ پھر ایک دن اس کے سر ہو گئی۔

"کیوں روتی ہو تم۔ مت رویا کرو' عدیل جیسے انسان کے لیے۔ دیکھو میں بھی اسے بھول گئی ہوں۔"

"تم اسے بھول گئی ہو۔ مت جھوٹ بولا کرو عبیر! وہ میرا فیانسی ہے لیکن میں اس کے لیے سوچتی ہوں۔ گھنٹوں راتوں کو مجھے اسے سوچ کر نیند نہیں آتی میرے دامن میں وہ جو ہر روز آ کر آنسو بہاتا ہے وہ آنسو میرا رواں رواں جلاتے ہیں پھر تم۔ تم اس کی بہن ہو کر اسے کیسے بھول سکتی ہو......"

اس نے سر جھکا لیا اور وہ کہے گئی۔

"وہ جب میرے اسٹوڈیو کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے' میرا نام پکارتا ہے تو مجھے لگتا ہے میں اس کی آواز سے مکر جاؤں گی' لیکن عبیر جب وہ کہتا ہے۔ للی دروازہ کھولو۔ میں ہوں تمہارا' عدیل تو میں اس کے ہر فلرٹ کی داستان بھول جاتی ہوں۔ وہ آتا ہے اور جھک جاتا ہے۔ میری غلطیاں معاف کرو للی! میں صرف تمہارا ہوں تو میرا دل چاہتا ہے' بشریٰ رحمان کے کردار کی طرح' میں بھی اسے ہزاروں بار دھوؤں' صاف کروں' اس کے وجود پر سے نادیدہ غلطیوں کی گرد جھاڑوں' اسے اتنے ہی یقین سے کہوں' ہاں تم میرے ہو' میرے لیے ہی ہو' جیسے میں تمہاری ہر غلطی پر نئی غلطی کے بعد بھی تمہاری محبت میں تمہاری ہوں' عبیر! وہ کہتا اسے صرف دنیا میں میرے وجود کا یقین ہے کہ وہ وہاں سے دھتکارا نہیں جا سکتا' پھر تم ہی بتاؤ' میں کیسے اس کا یہ مان توڑوں کیسے......"

اس نے زیمان کو دیکھا اور رونے لگی۔

"دنیا میں اگر تم نہ ہوتیں تو میرا عدیل کیا کرتا للی! مگر مجھے ڈر لگتا ہے' کہیں تمہارے صبر ضبط کی طنابیں نہ ٹوٹ جائیں۔"

"محبت میں صبر و ضبط کی حد نہیں ہوتی عبیر!۔"

عبیر حسان نے اسے دیکھا اس کی بات سنی اور عدیل حسان کی طرح اس کے دامن میں غم چھپالیا۔

"وہ کہتا ہے عبیر! میں اپنے پاپا کو اکیلا نہیں چھوڑنا چاہتا۔ وہ کہتا ہے پاپا کو اکیلا چھوڑ دیا گیا تو ثمینہ آنٹی انہیں آفاق انکل کی طرح زندگی سے دور کریں گی۔ وہ کہتا ہے للی! میرا دنیا میں عبیر اور پاپا کے سوا رشتوں کے معاملے میں کوئی حوالہ نہیں اور دونوں حوالے میری زندگی کا ڈائنمو ہیں۔ میں کسی ایک سے بھی دستبردار نہیں ہو سکتا مگر للی! عبیر میری یہ پرابلم نہیں سمجھتی' اس نے مجھے جیتے جی مار دیا ہے وہ خود کہہ چکی ہے میں۔ میں ممی کی طرح مر چکا ہوں اور......"

"میرے اللہ نہیں۔ میری زندگی اس کے نام مگر یہ نہیں۔" بے ساختہ دل نے اس کے ادھورے جملے پہ مناجات کی اور اس نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"عبیر! اپنے بھائی کی پرابلم سمجھو' جس طرح وہ اپنے پاپا کو اکیلا نہیں کرنا چاہتا' اسی طرح تم بھی اسے اکیلا ہونے سے روکو۔ عبیر! تمہارے پاس وہ میری امانت ہے کیا تم میری محبت میں میری اس قیمتی امانت کو سنبھال کر نہیں رکھ سکتیں۔"

اس نے سر ہلایا' کچھ کہا نہیں مگر ایک خاموش عہد باندھ کر گھر آ گئی۔

وہ واقعی کس قدر سرد مہر ہو گئی تھی' عدیل حسان اسے لگتا تھا اس نے ان چار سالوں میں اسے اتنا نظر انداز کر دیا ہے کہ اب شاید وہ اس سے بات کرنا چاہے بھی تو لفظ سرد مہری کے بکل میں دم سادھے کھڑے رہیں گے۔ وہ تو اب یہ بھی نہیں بتا سکتی کہ عدیل حسان ان چار سالوں میں خوشبو کون سی پسند کرنے لگا ہے۔ ڈریس میں اسے کیا پسند ہے فیورٹ کلر کیا ہے وہ آج بھی کافی اسٹرانگ لیتا ہے یا اس نے کافی بالکل چھوڑ دی ہے۔ زندگی نے اس لمحے اپنی کوتاہی بہت واضح شکل میں اس کے سامنے لا رکھی تھی' اس لیے وہ مصمم ارادہ کر کے گھر میں داخل ہو گئی۔

واچ مین گاڑی گیراج کی طرف لے گیا تھا وہ اپنا کینوس بیگ سنبھالتے ہوئے اندر کی طرف بڑھی' مگر تیسرے قدم پر اسے رک جانا پڑا تھا اسٹوڈیو کی لائٹس آن تھیں۔

"وہاں کون ہو سکتا ہے پاپا! تو ہرگز نہیں ہوں گے۔" اس نے تیزی سے قدم بڑھائے۔ اسٹوڈیو ہاؤس کی سیڑھیوں پر وہ اس کا منتظر تھا۔

"چھوٹی! تم تو مجھ سے بھی اچھی فوٹوگرافر بن گئی ہو۔" عدیل حسان نے ہاتھ تھام کر اسے سراہا اور وہ ایک ہی سانس میں چار سال کی دوری سمیٹ کر اس کے برابر جا کھڑی ہوئی۔ عدیل نے اس کو اپنے قریب کر لیا تھا یوں جیسے اتنے ماہ و سال کبھی ان کے درمیان ناراضی لے کر آئے ہی نہیں تھے۔

"تم نے میری ساری فوٹوگرافس دیکھ لیں۔"

"نہیں! ابھی میں نے صرف شروعات کی تھی کہ

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

www.sadiaazizafridi.weebly.com

تمہاری گاڑی کا ہارن سن کر رک گیا۔ میں نے سوچا فن کار کو فن کی داد روبرو نہ دی تو فائدہ۔"

وہ ہنسنے لگی، کتنے دل سے ہنسی تھی "کیا ہمارا دل اندر سے زندہ رہتا ہے اور بس ہمیں دھوکے میں رکھتا ہے کہ وہ مر چکا ہے۔" اس نے دل سے پوچھا، مگر جواب ندارد پا کر وہ آسودگی سے چلتی ہوئی اس کے ساتھ اندر کی طرف بڑھتی چلی گئی پھر وہ تھی اور ہر تصویر کی ایک کہانی۔

"عدیل! دنیا میں اس قدر کہانیاں ہیں۔ ہمیں لفظ نہ ملیں۔ ان کی صورت گری کے لیے۔"

"اچھا تو اس لیے تم نے فوٹو گرافی اپنالی؟" اس نے نفی میں سرہلایا اور سچائی سے بولی۔

"میں نے فوٹو گرافی صرف اس لیے اپنالی تھی کہ یہ تمہارا شوق تھا، یہ تم تھے، تمہارے اچھے دن، اچھے خوابوں بھری آنکھیں اور ان میں۔ ہر ان کہی سمیٹ لینے کی خواہش۔ تب میں نے سوچا، تمہارے خواب مرنے نہیں دینا چاہئیں۔ تمہارے اچھے دنوں کے لیے میں در بن گئی، مجھے یقین تھا تم کبھی نہ کبھی لوٹو گے ضرور اور لوٹنے کے لیے گھر میں کوئی انتظار کرنے والا ہونا چاہیے اور وہ انتظار کرنے والی میں تھی۔" عدیل حسان نے عبیر کو سینے سے بھینچ لیا تھا۔

"مجھے یقین تھا دنیا مجھے چھوڑ سکتی ہے لیکن للی کی طرح تمہارا دل بھی بہت بڑا ہے، تم مجھے دھتکار نہیں سکتیں۔" اس نے دیکھا اور کچھ دیر بعد سنجیدگی سے بولی۔

"چار سو بیس ہیں، آپ ورنہ جس یقین سے للی سے حال دل کہہ سکتے تھے مجھ سے اپنا حال دل شیئر نہیں کر سکتے تھے۔ عدیل! تم نے مجھے بہت ڈس ہارٹ کیا۔ کیا میں تمہاری اچھی والی بہن نہیں تھی جو..."

"بکومت ایسا کچھ نہیں تھا، بس تمہاری انفرادیت اور تمہاری سوچ جانتا تھا اس لیے سوچتا تھا شاید میں تمہیں ہار چکا ہوں اور ہار جانے والے کب خوش قسمتی کا راستہ روکتے ہیں۔"

"بلف، عدیل کے بچے تم۔ بہت باتیں کرنی آگئی ہیں تمہیں مگر مجھے یقین ہے یہ للی کا پیپر ہوگا ورنہ تم اور اتنے اچھے الفاظ امپاسبل..."

عدیل حسان نے کشن کھینچ مارا۔ وہ ہنسنے لگی۔

♥ ♡ ♡ ♥

زندگی پہلے کے مقابلے میں اچانک ہی بدل گئی۔ زندگی میں حیات کی ہلکی ہلکی رمق در آئی تھی۔ وہ نریمان کو اس برس رخصت کروا کر گھر لے آئی تھی۔ گھر میں اب سونا پن نہیں تھا، پارٹی کے وقت وہ دونوں اسٹوڈیو میں اٹھ آتیں، وہ کبھی ڈارک روم میں فلم دھونے میں مصروف ہوتی تو کبھی نریمان کے ساتھ کسی نئے پروجیکٹ پر کام کر رہی ہوتی۔ نریمان نے دکھی انسانیت کے لیے ایک تنظیم "تنظیم" کے نام سے شروع کر رکھی تھی جو پس ماندہ علاقوں میں خاموشی سے ترقی اور بہبود کے کام سرانجام دینے پر مامور تھی۔ عبیر نریمان کو اس سلسلے میں مدد دیتی تھی۔ اخبار کی وجہ سے اس کی بہت سے اداروں میں نہ صرف سنی جاتی تھی، بلکہ اندر تک دکھ کے اتر کر دکھ کی تھاہ لینے کی عادت نے بہت سے علاقے اور زندگیاں پوائنٹ آؤٹ کرلی تھیں، ہوم ورک مکمل ہوتا تھا۔ نریمان کو صرف عمل کے گھوڑے دوڑانے پڑتے تھے پھر اسی میں بہت وقت بیتا کر ایک فوٹو گرافک ایگزیبیشن میں اس کی ملاقات ایک شخص سے ہوئی اپنائیت اس کی آنکھوں میں تھی اور یہ آنکھیں کہیں دل میں کوئی راگ چھیڑنے لگی تھیں۔

"ہم پہلے کبھی نہیں ملے، مگر اب مجھے لگتا ہے ہم اکثر ملیں گے..." اتنا شارپ اسٹائل وہ گومگو ہو کر اسے دیکھنے لگی۔

"آپ کون؟ میں نے آپ کو پہچانا نہیں۔" اس نے نہایت سہولت سے اسے کھوجنے کی سعی کی، اور وہ ہنسنے لگا (اور تب اسے لگا کچھ لوگ ہنستے ہوئے کس قدر اچھے لگتے ہیں) پھر اپنی جسارت پر ٹھہر کر گنگنایا۔

تمام عمر میرے ساتھ ساتھ چلتے رہے
تجھے تلاشتے، تجھ کو پکارتے ہوئے دن
یہ گردباد تمنا میں گھومتے ہوئے دن
کہاں پہ جاکے رکیں گے، یہ بھاگتے ہوئے دن

"سوری۔ میں اس شاعرانہ جواب کو سمجھ نہیں سکی۔"

وہ جان کر صاف پہلو بچا گئی اور وہ اس کے سامنے ستون سے ٹک کر کھڑا ہو گیا۔ کچھ ساعت اسے دیکھتا رہا پھر بولا۔

"حالانکہ تمہاری عمر کی لڑکیوں کو شاعری کی زبان ہی سوٹ کرتی ہے، سمجھ میں آتی ہے۔ تمہاری صنف تو ہوا سے نغمگی، آتے موسموں سے خواب، جاتے موسموں سے شکوے کرنے کی اتنی عادی ہوتی ہے کہ تمہارے اندر کا ابال صرف یہ شاعرانہ انداز سہہ سکتا ہے، تمہاری عمر میں تو لڑکیوں کا شاعری اوڑھنا بچھونا ہوتی ہے۔ سچ بتانا کیا تمہیں خواب دیکھنا اچھا نہیں لگتا؟" وہ ساکت اسے دیکھے گئی۔ یہ کون ہے۔ اسے میں پہلے سے نہیں جانتی، مگر اسے جاننے کی طلب ہے۔ اچانک جیسے پرسکون لہروں میں کوئی تیز لہر آکر ملے سب کچھ اتھل پتھل ہو جائے۔

"تمہاری یہ تصویر بہت اچھی ہے۔ مجھے اس پر کبھی کی پڑھی ایک نظم یاد آگئی۔ سناؤں؟"

وہ کہنا چاہتی کہ وہ بہت عدیم الفرصت ہے، مگر وہ کہہ نہیں سکی تھی اور وہ گنگنا رہا تھا۔

گڈو کو پھر مار پڑی تھی
اس نے مالک کے ٹومی کو
گھٹیا مکھن ڈال دیا تھا
اس دن بھوک "ایتھوپیا" کی
مجھ کو کتنی یاد آئی تھی
میری آنکھ بھی بھر آئی تھی۔

"سعد اللہ شاہ۔ بہت اچھا شاعر ہے۔" دفعتاً اسے بھی یہ نظم یاد آگئی اور اس کی نظر اپنی تصویر پر ٹک گئی۔ کھانے کے لیے کتوں سے جنگ کرتے دو بچے اور سامنے کھڑی کار میں بیٹھا تمسخرانہ نگاہ سے دیکھتا انسان۔

"آپ کا کیا خیال ہے، یہ جنگ کون جیتا تھا؟"

"انسان ہار گیا تھا، بھوک جیت گئی تھی۔" حلق تک میں تلخی در آئی تھی۔ اس کے، اور اس نے سرسراتے لہجے میں کہا تھا۔

"یہ شخص اس نے لڑتے بچوں کو کھانے کا لالچ دے کر آپس میں ان کتوں کی طرح لڑا دیا تھا۔ کہتا تھا جو جیتے گا۔ اسے پیٹ بھر کھانا ملے گا اور وہ معصوم۔ مجھے... نفرت ہے دولت کی اس تقسیم سے۔"

وہ بدمزہ ہو گئی تھی اور وہ قریب چلا آیا تھا "کیا آپ کامریڈ ہیں...؟" سوال اتنا اچانک تھا کہ وہ حیران رہ گئی۔

"آپ کو معلوم ہے روس ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور مزدور کا بیٹا کب کا خاک بسر ہوا۔ آہم۔ ویسے آپ مجھے کسی تھنک ٹینک کی تو نہیں لگتیں؟"

اس نے سوچا، واقعی جبران ٹھیک کہتا ہے۔ باتونیوں پر صرف گونگے ہی رشک کر سکتے ہیں اور خوش قسمتی سے وہ بولنا جانتی تھی اس لیے کیل کانٹے سے لیس اس کے سامنے آگئی۔

"آپ کا خیال بالکل درست ہے۔ میں قطعی مذکورہ اسکول آف تھاٹ سے تعلق نہیں رکھتی، میرا نظریہ صرف وہی ہے جو میرے مذہب اسلام نے دیا ہے۔"

"یعنی آپ مذہبی ہیں، ویسے ابن صفی نے کہا تھا مشرق کی عورتیں مذہب پر عمل نہ کریں تب بھی پکی مذہبی ہوتی ہیں۔" بات ایسی تھی کہ اسے پتنگے لگ گئے اس نے گھور کے دیکھا۔

"مشرق کے مرد کون سا عورتوں سے پیچھے ہیں مسٹر..."

"میرا نام سعد سالک ہے۔" تیزی سے رسم نبھائی اور اس نے بات دوبارہ جوڑی۔

"مسٹر سعد! مشرق کے مرد بھی اسلام پر کٹ مرنے والے ضرور ہوتے ہیں، مگر اسلام پر عمل نہیں کرتے اور جہاں مشرق کی بیٹی کو زیر کرنا ہو وہاں مذہب کی اپنی ضرورت کے مطابق تشریح کراتے ہیں۔"

"آپ کا خیال ہے آپ کو اس مذہب نے دق کیا ہے...؟" وہ جانے کیوں اسے چھیڑ رہا تھا اور وہ دکھتی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

www.sadiaazizafridi.weebly.com

رگ پر ہاتھ رکھتا پاکر بحث میں لگ گئی تھی۔

"قطعی نہیں۔ مجھے مذہب سے کوئی شکوہ نہیں، ہمیں جو آزادی، تحفظ، تقدس اس مذہب نے دیا۔ کہیں اور اس کی مثال نہیں ملتی۔ میں تو بس بعض معاملات میں مردوں کی انانیت کی طرف نشاندہی کرتی ہوں جہاں صرف اللہ کے احکامات کو اپنی سہولت اور حکمرانی کے لیے تشریح کیا جاتا ہے۔ ہمارے اسلام میں کسی معاملے میں سختی نہیں ہے۔ اس سے آپ کو انکار ہے۔"

"رواداری اور محبت شفقت میرے خیال میں اس بحث کی پنچ لائن بن سکتے ہیں۔ اگر دونوں اصناف اس پر عمل کریں تو بہتیرے معاملات سدھارے جاسکتے ہیں۔ آپ ٹھیک کہتی ہیں۔ اقبال بھی تو مذہب کی تشریح اپنی عینک سے کرنے والے ملاؤں سے چڑتے تھے ورنہ کون نہیں جانتا۔ مذہب پر وہ کس قدر ہارڈ اسپوکن تھے۔۔۔۔"

اس نے سرہلایا اور مسکرا کر آرٹ گیلری میں بنے چیمبر میں آگئی۔ اس کی کافی تصویریں بک چکی تھیں۔ سعد سالک اس کے ٹیلنٹ کو سراہ رہا تھا اور وہ اس نمائش کے کرتا دھرتا مجید امجد کو دیکھ رہی تھی جو سعد سالک پر بہت ریشہ خطمی ہو رہے تھے۔

"مس حسان! ان سے ملیے یہ پاکستان میں کمپیوٹر کے ہارڈویئر امپورٹ کرنے کے بہت بڑے تاجر سعد سالک۔"

اس نے سرسری سا دیکھا۔ یہ اس کی شروع کی عادت تھی وہ کبھی شخصیت کو بینک بیلنس کے حساب کتاب سے نہیں دیکھا کرتی تھی۔ اس کا خیال تھا، انسان کی شخصیت اعمال وافعال ہیں، اگر کوئی شخص دولت کو چھوڑدے اور اس کی شخصیت ایک مسخ اور بیمار ذہنیت کی عکاس ہے تو پھر وہ کچھ نہیں ہے اور اگر انسان کا کردار عمل اچھے ہیں تو دولت ایسے افراد کی خوبصورتی میں چار چاند لگادیتی ہے۔ دولت سے انسان خریدے جاسکتے ہیں۔ زمین اور شاید آسائشات بھی، مگر دولتِ دل نہیں خریدی جاسکتی۔ محبت نہیں خرید سکتی اور وہ محبت کے قبیلے کی فرد تھی پھر کیونکر دولت سے متاثر ہوتی۔

"شاید تمہیں میرا تعارف پسند نہیں آیا۔۔۔۔"

سعد سالک نے چائے کا سپ لیتے ہوئے اس کی توجہ کو اپنی طرف موڑا اور وہ دھیمے سے مسکرائے گئی۔

"آپ کو غلط فہمی ہوئی مسٹر سعد! بات یہ نہیں ہے بلکہ بات یہ ہے مجھے شخصیت میں عمل اور کردار بہت اپیل کرتا ہے۔ دولت یہ تو آنی جانی چیز ہے۔ آپ ایک منٹ آنکھیں بند کریں اور بتائیں۔ اگر یہ دولت آپ سے چھین لی جائے تو آپ کے پاس کیا ہوگا جو آپ کی شخصیت کا مضبوط حوالہ بن سکے۔۔۔۔؟"

اس نے آنکھیں اس کے چہرے پر بند کیں اور غیراختیاری طور پر اس کے ذہن میں دولت کے تصور میں اپنا بینک بیلنس کہیں نہیں آیا تھا۔

"اگر آپ سے یہ دولت چھین لی جائے تو آپ کی شخصیت کا مضبوط حوالہ۔۔۔" اس سے آنکھیں کھولی نہیں گئیں، وہ تو کنگال ہوگیا تھا اس ایک لمحے میں ـــ ہمیشہ دولت انسان کو خوشی نہیں دیتی۔ خوشی تو اندر کی چیز ہے کچھ بہت گہرا احساس۔ یہ لڑکی! کون ہے یہ لڑکی۔۔۔؟ اسے پوری چھتیس سالہ زندگی میں، میں نے نام کی حد تک نہیں جانا مگر آج ملا ہوں تو دل کرتا ہے یہ کہے جائے اور میرے اندر اس کے لفظ خوشبو بن کر کھلتے چلے جائیں، میرا نخلِ جاں بہار ہو جائے اور اس کے دل میں اگر محبت کا کچھ حصہ بچا ہو تو وہ مجھے مل جائے پتا نہیں سائل بن کر سوال کرنے کو دل کیوں ـــ ہونے لگا ہے۔ اس نے بہ دقت آنکھیں کھولی تھیں، وہ ابھی تک سوال اوڑھے کھڑی تھی کوئی مگر کوئی لفظ، جواب نہیں تھا۔

وہ خاموش تھا اور یہ خاموشی اس کی جیت تھی اور آج پہلی بار دل چاہا تھا اس کا۔ ہاں اس کا جس نے ہمیشہ جیتنے کی خو رکھی تھی اس کا دل چاہا تھا کہ اگر جیت لینے والی آنکھیں اتنی ہی چمکیلی ہوتی ہیں ان کے چہرے اتنے ہی صبیح ہوتے ہیں تو ہار جانا کس قدر دلکش ہنر ہے۔ اپنی کیفیات اسے چھپانا دشوار لگنے لگا تھا، سو وہ خاموشی سے اٹھ گیا تھا پھر رفتہ رفتہ وہ جان کر اس کے شام وسحر کا حساب رکھنے لگا تھا، پتا نہیں کیوں لیکن اب اسے سنتا اسے تسکین دیتا تھا۔

"تم میری زندگی کی پہلی لڑکی نہیں ہو۔" آج اس نے سچ کہنے کی ٹھان لی تھی مگر اس پر کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔ "تم نے سنا ہے میں نے تم سے کچھ کہا۔۔۔۔"

"شاید یہ وہ بات ہے، جو میں بہت عرصے سے جانتی ہوں۔۔۔ تمہاری آنکھیں بتاتی ہیں۔ انہوں نے بہت سے رنگ پیے ہیں، یہ شفاف آئینے نہیں، ان میں ہر عکس آپس میں گڈمڈ ہے۔ سعد! جب تم میرا ہاتھ تھامتے ہو تو مجھے علم ہوجاتا ہے تم پہلی مرتبہ میرا ہاتھ نہیں تھام رہے۔ مجھے ـ ہر ایسے لمحے لگتا ہے تم بہت سے لمس جو پیچھے چھوڑ آئے ہو، ان سے مکر کر اس تعلق کو بنانا چاہتے ہو اور ہمیشہ ہار جاتے ہو۔"

"شاید۔۔۔۔" وہ ہمیشہ اسے سو فیصد مارکس نہیں دیتا تھا، لیکن پھر بھی دل اس کے ہمراہ رہنے کو کرتا تھا، وہ دونوں اکثر جگہوں پر دیکھے جاتے تھے ان کا ساتھ ڈیٹینگ کارز کے سوا کچھ نہیں تھا، وہ شام دفتر آف کرتی تو وہ باہر اس کا انتظار کر رہا ہوتا۔ وہ ہر روز سوچتی، وہ انکار کردے گی مگر جب وہ فرنٹ ڈور کھولتا تو اس کی کشش اسے انکار نہیں کرنے دیتی۔ کوئی زنجیر تھی جو اسے باندھ لیتی تھی۔ سعد سالک سے پہلے کبھی اس نے خود کو ایسا مجبور نہیں پایا تھا۔ وہ کچھ نہیں سوچتی تب بھی لگتا، سعد سالک کو سوچے جارہی ہے، اس کا عکس اس کے دل میں اولین نقش کی طرح تھا۔

"جبران بہت پیارا انسان تھا۔" ایک روز اس نے کہا اور سعد سالک اسے گھورنے لگا۔

"کیا ہوا؟ میں نے کچھ برا کہہ دیا۔۔۔۔؟" وہ اٹھ کر قریب آگیا پھر منمنایا۔

"تمہارے منہ سے صرف پیارا میرے لیے ہونا چاہیے یہ جبران کون ہوتا ہے۔۔۔۔" وہ ہنسے گئی بے تحاشا آنکھوں سے آنسو نکل آئے مگر وہ ہنستی رہی، دل جینے کی امنگ میں ہمکنے لگا تھا۔

"تم! کیا تم مجھ پر بہت اختیار رکھتے ہو۔" اس نے پوچھا اور وہ چڑ گیا۔ "کیا تم سے کبھی دشمنی اختیار کی جو تمہیں شک ہوا۔۔۔۔"

"لیکن تم نے یہ بات کتنی سنجیدگی سے کہی ہے۔ میں کیا جانوں سچ کہو۔ کس کیٹگری میں رکھتے ہو مجھے۔" اس نے اسے نظر بھر کر دیکھا پھر جذب سے پکارا۔

جب آدمی کی ذات سے اٹھنے لگے یقین
میں دیکھتا ہوں اس کی طرف ایک بار پھر

"مگر میں تو آدمی نہیں لڑکی ہوں سعد کے بچے! مجھ پر کوئی شعر کہو۔" وہ حظ لینے لگی اور اس نے اسے کاندھوں سے تھام لیا۔

"مجھے تم سے محبت ہے، میرے پاس کوئی دلیل نہیں۔ بس یہ دل تمہارے لیے مچلا ہے، تم ہی ہو اس کا مرکز محور۔"

"مگر محور کی گردش رک بھی سکتی ہے۔ اس نے اسے ڈرایا اور وہ بنا اثر لیے بولا۔

اسے وہ ہاتھ بڑھا کر، جب چاہتی چھو سکتی تھی، دیکھ سکتی تھی اور بس اس کی محبت کے دامن میں یہی خوشی سب سے بہا تھی۔ وہ دونوں اب گارڈن میں ایک بینچ پر بیٹھ چکے تھے اور سوال دوسری بار کیا گیا تھا۔ سعد سالک نے اسے گمبھیرتا سے دیکھا تھا اور ہنس پڑا تھا۔

"ابھی کہہ رہی تھیں تمہیں ماضی سے کیا لینا، لیکن تم لڑکیوں کے اندر کا تجسس، یہ کبھی نہیں مرتا، تمہیں ہمیشہ یہ سوال کھائے جاتا ہے کہ تم جن آنکھوں میں صبح وشام کرتی ہو ان آنکھوں ان دلوں میں واقعی میں تم ہو بھی یا نہیں۔"

اس نے سنجیدگی سے اس کا تبصرہ سنا پھر گلا کھنکھار کے بولی۔ "محبت شک اور امید وبیم کا نام ہی تو ہے سعد! کیونکہ یہ صرف ہم جانتے ہیں ہم اس کے سامنے کھڑے شخص کو چاہتے ہیں، مگر وہ ہمیں چاہتا ہے یا نہیں یہ سوال تو سدا ہر انسان۔ محبت کرنے والے ہر انسان کے سانس میں پل پل سانس لیتا، قد بڑھاتا رہتا ہے، تمہیں امجد کی ایک نظم کا کچھ حصہ سناؤں۔۔۔۔ وہ

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.sadiaazizafridi.weebly.com

ہمیشہ اس سے صرف یہ کہتی تھی اور اس کی ہاں ناں سے پہلے شروع ہو جاتی سو اس وقت بھی وہ مگن تھی۔

"کچھ ایسی بے سکونی ہے وفا کی سرزمینوں میں
کہ جو اہل محبت کو سدا بے چین رکھتی ہے
کہ جیسے پھول میں خوشبو کہ جیسے ہاتھ میں پارا
کہ جیسے شام کا تارا
محبت کرنے والوں کی سحر راتوں میں رہتی ہے
گماں کے شاخچوں میں آشیاں بنتا ہے الفت کا
یہ عین وصل میں بھی ہجر کے خدشوں میں رہتی ہے
محبت کے مسافر زندگی جب کاٹ چکتے ہیں
تھکن کی کرچیاں چنتے وفا کی اجرکیں پہنے
سمے کی راہگزر کی آخر سرحد پہ رکتے ہیں
تو کوئی ڈوبتی سانسوں کی ڈوری تھام کر
دھیرے سے کہتا ہے
یہ سچ ہے نا.....!
ہماری زندگی ایک دوسرے کے نام لکھی تھی

"سب منظور ہے مار دو تباہ کر دو مگر جو کرو صرف تم کرو۔ تم....." وہ اس کی ہتھیلیوں پر چہرہ جھکا کر دوزانو بیٹھا تھا تب دل نے اچانک ہی اسے سنوارنے کی قسم کھائی تھی۔ کچھ چہرے ہوتے ہیں نا جنہیں صرف سنوارنے سجانے کو دل کرتا ہے اور سعد سالک کا چہرہ ایسا ہی روپ تھا۔ وہ اس کے ساتھ اپنی زندگی جینا بھول گئی تھی۔ وہ اس کی زندگی جی رہی تھی اور اسے ایسا کرنا اچھا لگتا تھا وقت بہت خوبصورت ہو گیا تھا جب اس نے چلتے چلتے مڑ کر اس سے پوچھا تھا۔

"تمہارے اندر محبت کب سانس لے کر جاگی تھی۔" سعد سالک کی آنکھوں میں روح کھنچ آئی تھی جیسے جیتے جی اسے کسی نے بلیک وارنٹ جاری کر دیا ہو۔

"اگر تمہارے لیے یہ سوال اذیت انگیز ہے تو تم مت بتاؤ۔ میں تمہارے ہر ماضی کی سچائی جان کر بھی اولین بہار کی صبح جیسا تمہیں چاہوں گی۔ میں یہ کبھی نہیں پوچھوں گی تم کب کب کس کو کہاں اور کیسے ہو کر ملے میں صرف یہ جانتی ہوں سعد! کہ تم اب مجھے ملے ہو میرے ہو کر اور میرے لیے بس یہ لمحہ خوش کن ہے۔ مجھے تمہاری آنکھوں میں خواب اور تمہارے ہونٹوں پر مسکراہٹ دیکھنے کی اتنی تمنا ہے کہ اس کے لیے اپنا جیون تک وار سکتی ہوں....."

اس نے رک کر حیرت سے اسے دیکھا تھا۔

"تم مجھے اتنا چاہنے لگی ہو...... تم مجھے اتنا مت چاہو عبیر! میں نہیں چاہتا کوئی دکھ تمہارا نصیب بنے....."

"تم سے مجھے کبھی کوئی دکھ نہیں مل سکتا۔ مجھے یقین ہے۔ تم میری زندگی کا سب سے دلنشین لمحہ اور سب سے اچھا وقت ہو۔"

وہ یک ٹک اسے دیکھے گیا پھر گھبرا کر بولا "تمہیں پتا ہے میں کسی کی زندگی کا انتظار ہوں۔"

"میں جانتی ہوں مگر پھر بھی مجھے صرف تمہارا انتظار کرنا اچھا لگتا ہے۔"

"دائمہ بہت اچھی لڑکی ہے۔ شی از مائی فرسٹ کزن لیکن مجھے اس سے محبت نہیں ہو سکی۔"

"تم کیا ہمیشہ سے محبت میں اتنے خالی تھے سعد.....؟" اس نے دائمہ پر ایک لفظ نہیں کہا اس لمحے سعد سالک اس کے قریب تھا اور بس یہی احساس جاگتا تھا پھر کوئی ہجر کیسے ڈراوے دیتا بچھڑ جانے یا کسی کے اپنے نہ ہونے کا گمان دل بدگمان کیوں۔

دھند لکا سا جو آنکھوں کے قریب و دور پھیلا ہے
اسی کا نام چاہت ہے
تمہیں مجھ سے محبت تھی
تمہیں مجھ سے محبت ہے
محبت کی طبیعت میں
یہ کیسا بچپنا قدرت نے رکھا ہے

سو سعد سالک! یہ طبیعت کا بچپنا قدرت نے رکھا ہے اس لیے ہر خاکی وجود اسی تانے بانے میں الجھا ہوا پیہم یہی کہتا ہے کیا واقعی تمہیں مجھ سے محبت ہے؟" سعد سالک نے مسکرا کر اس کے ہاتھ پکڑ لیے تھے۔

"مجھے تم سے محبت ہے بالکل ایسے ہی جیسے اپنے آپ سے مگر عبیر ہماری محبت اچھے دوستوں والی محبت ہونی چاہیے۔ ہم دونوں کو ایک دوسرے کے ساتھ رہ کر باتیں کر کے جو اچھا لگتا ہے میں چاہتا ہوں ہم ساری زندگی ایک دوسرے کو دیکھ کر ایسے ہی مسرت سے مسکرائیں اور محبت سے دیکھیں۔"

عبیر حسان کے دل میں اندر کچھ گرا تھا..... شاید کوئی خاموش بہت خاموش خواب مگر اس شخص کے ساتھ رہنے کی تمنا اتنی طاقت ور تھی کہ وہ اس خواب کی ٹوٹی کرچیوں پر پیر رکھتی چلتی بنا لڑکھڑائے اس کے قریب پھر سے چلی آئی تھی۔

"دوستی' ہاں محبت میں اس کا بھی ایک مقام ہے۔" اس نے بہت سوچ کر جملہ ادا کیا ورنہ ممی کی سوچ تو اس میں کچھ اور ہی کہہ رہی تھی۔ مذہب اسلام میں نامحرم رشتوں کی کہیں کسی حوالے سے جگہ نہیں ہے۔

تب اس نے بہت بے بسی سے ممی سے پوچھا "اگر ہم تعلیم کو ایجوکیشن میں حاصل کریں ممی تو پھر۔ آپ تو جانتی ہیں زندگی اور اس معاشرے میں ہمیں قدم قدم پر مردوں کے ساتھ چلنا پڑتا ہے چلنا پڑے گا پھر بھی کیا کوئی تعلق کی صورت نہیں؟"

ممی نے خاموشی سے اسے دیکھا تھا اس کے بالوں کی چٹیا بناتے ہوئے کبھی ماضی میں کہا تھا۔

"اسلام اگر عورت کو نامحرم رشتوں سے دور رکھتا ہے تو یہ اس کی بھلائی ہے۔ عورت کو قرآن میں چیونٹی سے بھی زیادہ کمزور قرار دیا گیا ہے اللہ نے محرم رشتوں کو حکم کیا ہے۔ یہ تمہارے پاس امانت ہیں۔ ان کی حفاظت کرو' ان سے دلنشین لہجے میں گفتگو مت کرو ان سے....."

ممی نے کہا تھا اور آج اس مرحلے پر کھڑی تھی تو اسے ممی کتنا درست لگ رہی تھیں۔

اگر وہ ان کی باتوں کو اپنے لیے لازم کر لیتی تو شاید یہ شخص اس کے دل میں سیندھ نہیں لگا سکتا۔ وہ اتنی مجبور نہ ہوتی کہ ایک نظر اس کی ایک نظر میں رہنے کے لیے اپنا دل ہار جاتی۔

"تمہاری صنف واقعی کمزور ہے۔ چیونٹی جیسی کمزور اور محبت اس اسپائڈر ہوم۔ اللہ نے قرآن میں کہا بیت عنکبوت دلکش اور خوبصورت ہے۔ مگر سب سے کمزور گھر ہے اور یہی محبت تھی' بہت خوبصورت سب سے کمزور گھر جلنے میں انسان تک دب جاتا ہے اور سانس تک نہیں لے پاتا۔ کہیں آہ نہ سسکی اور دل کا گھر چھوڑ دیتی ہے زندگی۔ آنکھیں دیکھنے کی ہوک میں سراب کی طرف دوڑتی ہیں۔ جانتی ہیں کہ سراب ہے مگر اندر کی پیاس چناب چناب پکار کر دل کو دھوکے دیے چلی جاتی ہے۔ اتنا باندھ لیتی ہے کہ پھر سچائی دل کو راس ہوتی ہے نہ پسند آتی ہے۔

"تمہاری آنکھوں میں اس قدر نم۔" وہ اس کی سوچوں کے فاصلے سے اس سے نزدیک آ گیا۔

"میری آنکھوں میں نہیں' بس ہوا میں کچھ نمی ہے' تمہیں ایسے ہی دھوکا ہوا ہے۔ چلو' کہیں آئس کریم کھانے چلتے ہیں۔"

دل کی کہنی روح کے دکھ' چھپا کر' آفری اور زندگی پھر سے رواں دواں ہو گئی۔

"ہر دکھ کی پہلی کسک۔ تکلیف دیتی ہے تڑپاتی ہے' وقت گزرتا ہے تو دھیرے دھیرے اس دکھ پر وقت کی گرد جمتی چلی جاتی ہے۔ ایسے کہ پھر ہمیں وہ دکھ پرانے دکھ کی طرح بھی یاد نہیں آتا اور ہم ہنستے ہیں کہ ہم اس دکھ پر زندگی حرام کرنے بیٹھ گئے تھے۔"

اس نے شاید خود کو تسلی دی' مگر شام گئے اپنے کمرے میں آئی تو ساحلوں کی ہوا کہیں دل کے اندر شور مچانے لگی۔ اس نے صفحے الٹے بے تحاشا' پھر ایک جگہ دم سادھے رک گئی۔ امجد کی شاعری اس کا حال دل تھی۔

نہ وعدہ ہے کوئی تم سے' کوئی رشتہ نبھانے کا
نہ کوئی اور سچا دل میں تہیہ یا ارادہ ہے
کئی دن سے مگر دل میں
عجیب الجھن سی رہتی ہے
نہ تم اس داستاں کے سرسری کردار ہو کوئی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

www.sadiaazizafridi.weebly.com

یہ قصہ اتنا سادہ ہے
تعلق جو میں سمجھا تھا کہیں اس سے زیادہ ہے
"تعلق جو میں سمجھا تھا۔" اس نے دل ٹٹولا مگر جہاں دل تھا وہاں درد ہی درد تھا یہ پہلی شب تھی جب دل نے پیہم اس سے بغاوت کی تھی' وہ سب جانتی تھی۔ وہ کسی کی زندگی کا انتظار ہے' وہ سمجھتی تھی وہ اس کا نہیں ہو سکتا لیکن پھر بھی اس سے بات کرنے اس سے ملنے سے خود کو روک نہیں پائی۔ اس کا خیال تھا یہ سب کچھ دنوں کے کچھ عرصے کے ساتھ کے سوا کچھ نہیں' مگر بات یوں نہ تھی' یہ ساتھ تو قرنوں پرانا تھا۔ صدیوں پر پھیلا تھا۔

کبھی کا پڑھا کسی کا دکھ دل میں سرسرایا تھا
یہ عجیب میری محبتیں
یہ عجیب میرے غم و الم
یہ نصیب سنگ سیاہ پر
یہ ورق ورق پہ گڑے قلم
یہ کڑا حصار نیا نہیں
میرا انتظار قدیم ہے
میرا اس سے پیار قدیم ہے
یہ عجیب میری محبتیں۔

مگر اسے اس سچ سے ہی مکر جانا تھا' کیونکہ سامنے والے کے لیے اس سچ کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ گر اہمیت تھی بھی تو اسے یہ سچ کوئی خوشی نہیں دے سکتا تھا کیونکہ وہ کسی اور کی زندگی کا انتظار تھا۔

آج پہلی بار اسے اپنے ہاتھوں میں پھیلی لکیروں سے پرخاش ہوئی تھی' جو دل میں ہوں وہ ہاتھ کی لکیروں میں کہیں کیوں نہیں ہوتا۔ بے سبب وہ ٹیرس پر آ گئی۔ نظر آسمان پر ٹک گئی تھی۔ شکوہ نہیں تھا۔ آنکھ میں بس دعا تھی کاش..... اور اس کاش کے بعد ورق بالکل سادہ تھے۔

ٹرن ٹرن..... فون بیل سن کر وہ اندر آئی تھی دوسری طرف کوئی لڑکی تھی۔

"آپ کون ہیں محترمہ.....؟"

"میں دائمہ ہوں سعد کی فیانسی....."

اندر دل کے کہیں عمیق حصے میں تیز ہوا نے پٹ زور سے بجائے تھے پتا نہیں کوئی آیا تھا یا بچ جانے والا یقین بھی چرا لے گیا تھا۔

"خیریت۔ مجھے تم نے کیسے یاد کر لیا.....؟" اپنے دل کے جذبات چھپا کر شگفتگی سے بولی اور اپنے غم اپنے اندر چھپا لینے کی اس کی یہ بہت پرانی عادت تھی۔

"میں نے سعد سے تمہارا نمبر لیا تھا۔ عبیر! میں آپ کو تم کہہ سکتی ہوں نا؟" اس نے اجازت چاہی۔

وہ ہنسنے لگی "سعد سالک کی اتنی خاص ہو تم۔ تمہیں ہر حق ہے دائمہ....."

اور وہ اسے ضروری غیر ضروری باتوں میں الجھاتی چلی گئی تھی تو ملاقات کا وقت طے کرنے لگی۔ اس نے بنا کسی تردد کے دفتر سے پک کر لینے کا پروگرام بنا لیا' پھر ایک شام تھی' جب وہ اس کے سامنے بیٹھی تھی' اور کافی کے مگ بھاپ اڑا رہے تھے گلاس وال سے باہر کا منظر بے حد صاف اور اچھا تھا اور وہ کہہ رہی تھی۔

"تم میری زندگی کو خوشی دینے والی ہستی ہو عبیر! ورنہ مجھے لگتا تھا۔ میں کسی بت سے بیاہی جاؤں گی۔ اسے سب کچھ متوجہ کرتا تھا سوائے محبت کے۔ ایلیا اس کی زندگی کی وہ لڑکی تھی جس نے اس سے محبت چرائی اور تم وہ لڑکی ہو' جس نے اسے محبت کرنا سکھایا۔ وہ بہت روڈ ہو گیا تھا۔ اندر کا احساس شکست' مسترد کر دیے جانے نے اس سے نرمی' حلاوت سب چھین لی تھی وگرنہ پہلے یہی انسان تھا۔ جو گھنٹوں شاعری پر بحث کرتا' مجھ سے جمالیات پر بات کرتا۔ میں ہمیشہ سنجیدہ رہتی تھی اور وہ مجھے طرح دینے کے لیے بحث کو سرسری لیتا اسے ہزاروں شعر زبانی یاد تھے۔ اسے بارشوں میں بھیگنا اچھا لگتا تھا۔ وہ کبھی ڈرائیو پر نکلتا تو موسم کو محسوس کرنے کے لیے میرے ہمراہ ہونے کو موسم کی خوبصورتی سے مشروط کر دیتا۔ وہ ہوتا۔ ڈھیر ساری باتیں ہوتیں اور میری ذات کا محور وہ کہیں ہوتا کہیں رہتا۔ مجھے ہمیشہ یاد رکھتا پھر دھیرے دھیرے مجھے لگا۔ میرے اور اس کے بیچ کوئی تیسرا فرد آ گیا ہے۔ اس وقت ہم صرف اچھے کزن اور بچپن

کے بہت اچھے دوست تھے مگر جب مجھے یہ احساس ہوا' تب اچانک اس نے منگنی پر زور ڈالنا شروع کر دیا' میں نے پوچھا۔ ہمارا ایسا ارادہ تو تعلیم کے مکمل ہونے پر طے تھا۔ تو وہ بالکل سہمے ہوئے بچے کی طرح میرے قریب آ گیا۔

"مجھے تم سے کوئی چرا لے جائے گا دائمہ! مجھے صرف تمہارا رہنا اچھا لگتا ہے مگر یہ اندر کا دل یہ مرد کا دل سورج مکھی ہے۔ ہر سورج کو دیکھ کر پلٹنے لگتا ہے۔ میں عام مرد کی طرح نہیں لیکن پھر بھی ایک مکھ ہے جو مجھے بھی اس قطار میں لا کھڑا کرنے کے لیے کھینچ رہا ہے میں۔ بس میں اسی لیے چاہتا ہوں تم مجھے باندھ لو۔ اپنی محبتوں اپنے نام سے۔ تاکہ مجھے ہمیشہ یاد رہے کہ مجھے تمہارے پاس لوٹ کر آنا ہے' میں تمہاری زندگی کا انتظار ہوں۔"

"میں نے کہا بھی' محبت مجبوری تو نہیں ہوتی۔ یہ دل میں واقعی ہو تو کوئی چہرہ' کوئی لہجہ آپ کو روک نہیں سکتا۔ اپنا آپ چرانے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ ان کے قدم کبھی راستہ نہیں بھولتے' وہ کبھی مجبور نہیں ہوتے۔ محبت خود ان کے لیے کافی ہے۔ انہیں باندھ لینے کے لیے بہت ہے۔"

وہ بالکل ہراساں ہو گیا پھر پکارا۔

"دائمہ! میں نے کہا میں عام مرد نہ سہی' لیکن پھر بھی عام ہوں۔ کچھ سچ ہوتے ہیں جنہیں ہم جان کر بھی رد کر دیتے ہیں' مکر جاتے ہیں خود سے۔ سو میں نہیں چاہتا' میں محبت میں الزام لینے والا بنوں۔ میں تمہیں چاہتا ہوں' لیکن میری محبت تمہاری جیسی نہیں۔ جو یقین تم میں ہے' جو شدت تم میں ہے۔ مجھ میں نہیں اور بس میں یہ تمنا کرتا ہوں کہ تمہارے دل کی حرارت اور تمہارے دل کا یقین مجھے بھی مکمل کر دے' مگر..... یہ سب خواب تھا۔ ہماری منگنی ہو گئی تھی' مگر اس کے قدم میری دہلیز بھول گئے تھے۔ وہ مجھ سے جھوٹ بولنے لگا تھا۔ بے ارادہ بلا ضرورت اور تب میں نے ایک دن اسے تھام لیا۔ اپنے آنچل کے کونے سے اس کے آنکھ کے تل میں "سوتن گوری"

ڈھونڈ نکالی تھی۔ وہ خاموش رہ گیا تھا اور ہمیشہ چوری پکڑے جانے پر وہ ایسے ہی چپ رہ جاتا تھا پھر وہ دھیرے دھیرے مجھ سے کھوتا چلا گیا۔ وہ اور ایلیا اب اکثر ایک ساتھ دیکھے جاتے تھے' میں نے اپنا مان کھو دیا تھا کہ اچانک وہ چلا آیا۔ بت کی طرح ساکت۔ برف کی طرح یخ۔ اس کی آنکھوں میں سکوت جیسے جم گیا تھا۔ وہ چیخ اس کے وجود پر آنسو کا نم بن گئی تھی آنکھ کے تل کا غم بن گئی تھی۔

"ایلیا نے مجھے چھوڑ دیا' پتا نہیں مجھے یہ دکھ تم سے کہنا چاہیے بھی یا نہیں' لیکن مجھے اس غم میں تمہارے کاندھے کے سوا کوئی یاد نہیں آیا۔ میری آنکھوں کے نم نے تمہارے آنچل کے آسرے کو بہت مس کیا' مرد کی انا میں نے بہت کچھ سنا پڑھا محسوس کیا ہے لیکن دائمہ! مجھے لگتا ہے محبت کے سامنے کوئی انا' کوئی بھید بھاؤ نہیں ہوتا۔ میں چلا آیا ہوں تمہارے پاس گو ویسا نہیں جیسا تمہاری دہلیز دل پار کرنے سے پہلے تھا مگر ٹوٹے بکھرے میرے وجود کو تم نے بھی ٹھکرا دیا تو تم میں اور دنیا میں کیا فرق ہو گا۔"

وہ کتنی ساعتوں بعد روانی سے بولا تھا' مگر اس کا دکھ سے وجود بکھر گیا تھا۔ میں نے اسے تھام لیا تھا لیکن عبیر! مجھے لگتا تھا جیسے کوئی خالی کاسہ تھا' اس کا وجود' اس میں صرف خاموشی کی کھنک تھی۔ میں نے اس کا دامن پھر سے اعتماد' محبت سے بھرنا چاہا مگر اس کا دل جو ایک چیخ کے بعد مر گیا تھا۔ منجمد ہو کر برف ہو گیا تھا اس میں۔ میں زندگی کی حرارت نہیں دوڑا سکی تھی۔ شاید اس لیے کہ مجھ میں اس کو پانے کی ہوس تھی اور اسے کوئی بے ریا محبت' ہر طلب سے پاک محبت ہی زندگی کا اسم پڑھ کر زندہ کر سکتی تھی اور مجھے کہنے دو۔ تم ہی ہو وہ محبت' سعد کہتا ہے عبیر وہ لڑکی ہے جس نے محبت پر مجھ سے شرطیں نہیں رکھیں۔ وہ اچھی دوست کی طرح میرے ہر خواب ہر خیال میں ساتھ رہتی ہے' مگر کبھی یہ نہیں کہتی۔ اس منظر میں مجھے بھی رکھو۔ مجھے بھی رنگ دو۔ وہ بس محبت کرتی ہے۔ اسے تو محبت کے بدلے محبت کی ہوس بھی نہیں۔ وہ کہتا ہے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.sadiaazizafridi.weebly.com

تم بس محبت کے نام پر محبت کرتی ہو اور یہی رویہ یکی دے دینے کی عادت نے محبت پر اس کا ٹوٹا ہوا اعتماد بحال کیا ہے۔ عبیر! وہ بالکل ویسا ہو کر اب مجھے ملا ہے۔ جیسا میں نے اسے بہت سال پہلے کھویا تھا۔ بہت پہلے جب ایلیا کے بعد ایک کے بعد ایک لڑکی کو فریب دیتے ہوئے اس نے اپنے دکھ کا پورا پورا بدلہ لیا تھا مگر اب! اب وہ کہتا ہے۔ معاف کر دینا زندگی اور محبت کی پہلی سیڑھی ہے۔ مجھے تمہارے ہونے پر فخر ہے تم ہو تو محبت نے میرے در پر دستک دی عبیر! تم سعد کی طرح مجھے بھی عزیز تر ہو۔"

وہ اسے دیکھے گئی۔ وہ خالی دامن کب تھی۔ وہ آنکھ بھی تھی مگر اس کی آنکھ کا نم شام کے رنگ میں ایسے ملتا کہ نکھر جاتا اور لوگ اپنے اپنے دکھ، آنسو اس کے دامن میں سمیٹ ڈالتے یوں جیسے کوئی کاسہ بدست فقیر جو دنیا کی ٹھوکر بھرکے نکلے مانگ نہ سکے تو لوگ خالی کاسے میں خالی خولی شگن تسلی حوصلے کے سکے اچھالیں اور خالی دامن سے مکر جائیں کچھ لوگ صرف خالی دامن کیوں ہوتے ہیں؟

رات گئے وہ دائمہ کو بہت گرمجوشی سے رخصت کر کے لوٹی۔ نریمان سے اپنا غم چھپاتی کمرے میں آئی تو در و دیوار نے ایک ہی سوال کیا، تب بہت پہلے کی ڈائری میں ایک نظم جو کسی ضدی اور شکوے بھرے بچے کی طرح ثبت ہو گئی تھی۔ اطراف میں پھیرے لینے لگی۔

ایک ہجوم کا شور تھا اور وہ مرکز نگاہ بنی اپنی ذاتی کاوش سنا رہی تھی۔ آج ایک شور پھر سے تھا۔ شاید ماضی کے اس شور سے زیادہ بلند آہنگ اور شوریدہ مگر اس میں دل کی چیخیں زیادہ شمار و قطار میں تھیں اور عبیر حسان مدھر آواز میں سنا رہی تھی۔

ہم تو وہ لوگ ہیں
جو نہ کسی کے دست شمار میں ہیں
نہ کسی کی نگاہ کے حصار میں ہیں
یوں جیسے کوئی ہو صدیوں کا بے انت سفر
صحرا صحرا پھرتا کوئی خاک بسر
کیا پوچھتے ہو کون ہیں ہم
جان لو ہمیں تو تمہیں معلوم ہو
ہم تو وہ لوگ ہیں جیون دے کر بھی
کسی کے دل میں مسکن نہ بنا پائے
ایسے جیسے کوئی ایک مدھم سی کرن کسی روزن سے ابھرے
اندھیرے کی فصیلوں پر چڑھے
اور ڈوب جائے
جیسے ایک نامحسوس چبھن جو زندگی
کے سینے میں سدا دیر تک چبھتی ہی رہے
دل کی دھڑکن سے بغاوت کرے
اور دار چڑھے
کیا بتائیں کہ ہم کون تھے اور کیا ہیں اب
کہ ہم تو کسی یاد میں نہیں ہیں یار سے
کسی کی روح میں دھڑکتے ہوئے دلدار سے
ہم تو جگنو بھی نہیں کہ کسی کی آنکھ میں چمکتے
کسی کو سنوارتے
ہم تو آنسو کی طرح ہیں
آنکھ سے ٹپکے اور ڈوب گئے
گھر سے نکلے اور بے سمت مسافت میں
محبت کی آس میں دربدر پھرتے ہوئے
کسی بے نام شام کی نذر ہوئے
ایک مسلسل اور دکھ راہ کا سفر ہوئے
اک مسلسل اور دکھ راہ کا......

♥ ♡ ♡ ♥
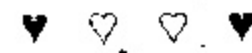
دل کے درد سے روح شل ہو رہی تھی، وہ چیخنا چاہتی تھی۔ مگر اندر ہی اندر گھٹ کر رہ گئی تھی۔ دل کو سنبھالنے کی کوشش میں تھی کہ عدیل حسان نے اس کا دروازہ دستک کے بعد کھولا۔

اتنے دنوں بعد بلکہ بہت سارے موسموں کے بعد یہ اچانک پھر سے عدیل حسان کو میں کیسے یاد آ گئی۔ بہت پہلے وہ جو عدیل حسان اسے ایک شب ملا تھا۔ پہلے روز کی طرح حق جتاتا محبت کا مان رکھتا۔ وہ تو کسی قبیح کی سپیدی میں کھو گیا تھا، پھر جب بابا مفلوج ہوئے بزنس عدیل حسان کے ہاتھ آیا تو اس نے بابا کا انٹارجمنٹ ہونے میں زندگی محسوس کی۔ تہمینہ آنٹی کسی طوفان کی طرح بابا کی بیماری کے بعد بہت کچھ بہا کر سمیٹ کر لے جا چکی تھیں، مگران کے جانے کے بعد بھی گھر پہلی ڈگر پر نہیں آ سکا تھا۔ نریمان عدیل کی "تنظیم" نامی تنظیم اب صرف کہانی کی بات تھی یا شاید وہ اب بھی زندہ تھی۔ مگر نریمان کا کردار اس میں کہانی کی بات لگنے لگا تھا۔ شروع شروع میں عدیل حسان نے اچھے دنوں کی طرح خود نریمان کو اس سلسلے میں سپورٹ کیا تھا مگر پھر دھیرے دھیرے وہ متکبر حاکم مرد بن گیا تھا۔ اسے اپنی بیوی صرف گھر میں اس کا انتظار کرتی بھلی لگتی تھی۔ اس کا خیال تھا۔ حقوق نسواں کی ہر تنظیم ہر آواز جھوٹ کا پلندہ ہے۔ نریمان گھر بچانے کی خواہش بلکہ محبت بچانے کی خواہش میں اس کا یہ حکم مان گئی تھی۔ عدیل حسان نے اس کے لیے بھی ٹائم ٹیبل سیٹ کرنا چاہا تھا، مگر وہ اپنے اصول اپنے کسی حق سے دستبردار ہونے کے موڈ میں نہیں تھی۔ عدیل حسان نے موڈ دیکھ کر اس کی طرف سے خاموشی اوڑھ لی تھی بلکہ نظرانداز کر دیا تھا۔ وہ ناشتے کی ٹیبل پر اگر اس سے کسی بات کسی کام سے مخاطب بھی ہوتی تو وہ غیر ضروری باتوں کو ضروری باتوں میں ملا کر اس کا لہجہ اس کی آواز گڈمڈ کر دیتا۔ وہ اس کی اس بچکانہ حرکت پر خوب ہنستی۔ نریمان اسے سنتی تو گھور کے اسے دیکھتی پھر کہتی۔

"وہ دن بھر جو کچھ کرتا ہے۔ رات کو اپنے ہر عمل کی تلافی کر دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے اگر محبت کا دل بھی وسیع ہوا تو ہم محبت کے مارے کہاں جائیں......"

وہ سنتی تو نریمان کو جھڑک دیتی پھر کہتی "وہ تمہیں صرف کنفیس باکس سمجھتا ہے۔ دن بھر کی غلطیاں، خطائیں تمہارے سامنے کہہ کر وہ ہلکا ہو جاتا ہے، لیکن اس نے کبھی سوچا، نت نئی محبت کی داستانوں غلطیوں سے تمہارے اندر کتنے غم پتھر باندھ کر اتر جاتے ہیں۔ تم کیوں نہیں کہتی ہو۔ تم کوئی کلیسا نہیں، تم ایک ذات ہو، انسان ہو تمہارا دل اور تنہائی کنفیس باکس نہیں ہے زندہ دھڑکتا جیون ہے جسے ہر رات ہر روز وہ ایک ایک سانس کر کے مار رہا ہے۔ وہ کب تک تمہیں آدھی سانس جیون جینے پر قائل اور مائل کرے گا تم کہہ کیوں نہیں دیتیں کہ یہ دھوکا یہ دکھ دان کرنے کی عادت ترک کر دے، آخر کب تک تم۔" اور نریمان اس کے ہر لیکچر پر سر اٹھا کر اسے دکھ سے دیکھ کر چپ کی چپ رہ جاتی۔ کبھی دل کے ابال سے بے قرار ہو جاتی تو کہتی۔

"میں کیا کروں عبیر! ہر عورت مرد کا کنفیس باکس ہے، ہر مرد عورت کے دل کو گہرا سمندر سمجھتا ہے، اپنا پرایا ہر دکھ اس میں انڈیلتا رہتا ہے اور ہم عورتیں اس کے اس حسن ظن پر مرتی ہیں۔ مٹتی چلی جاتی ہیں یہاں تک کہ باقی نہیں رہتیں سوائے مرد کی قائل محبت اور محبت کرنے کے جھوٹے زعم کے سوا کچھ نہیں ہوتا جو باقی رہ جائے مگر صدیوں سے چلنے والا یہ چکر آج بھی جاری ہے اور تا ابد جاری رہے گا۔"

"جاری رہے تو رہے مگر میں اس کا کوئی حصہ نہیں بنوں گی۔" اس نے چڑ کر کہا تھا، لیکن آج وہ بھی کسی مرد کی جھوٹی محبت کے زعم اور مان پر ایک عام عورت کی طرح مرمٹی تھی، مٹتی چلی گئی تھی۔ آنسو آنکھوں میں جمنے سے لگے تھے کہ یہ عدیل حسان چلا آیا تھا۔

"مجھے میرے آنسو تو بہا لینے دیتے۔ کچھ دکھ تنہائی میں ہی رونے کا حق رکھتے ہیں۔ ذات کا بھرم رکھنے کے لیے انہیں خاموش چپ رات کے دامن میں انڈیل دینے میں ہی عافیت ہے ورنہ زندگی اور دکھ سے زیادہ دنیا جینا دشوار کر دیا کرتی ہے۔"

وہ اپنے آپ کو سنبھال کر بیٹھ گئی تھی۔ عدیل حسان کسی سخت پتھر کی طرح سپاٹ اور بے مہر چہرہ لیے اس کے سامنے کھڑا تھا پتا نہیں اسے بات کرنے کے لیے لفظ نہیں مل رہے تھے یا باتیں اور گلے اتنے تھے کہ پہلا گلہ اور جرم گنوانے میں دشواری ہو رہی تھی۔

"آج تم ابھی تک سوئے نہیں کوئی کام تھا مجھ سے۔" اس نے اسے بولنے کے لیے پلیٹ فارم دیا اور وہ جیسے چونک کر جاگ گیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.sadiaazizafridi.weebly.com

"سعد سالک سے تمہارا کیا رشتہ ہے؟"

دل کا دکھ اور اس کی زبان 'پتھر کھائے' ہر دوست نے پھول مارا تو تکلیف سے جان نکل گئی تھی مگر یہ دوست نما بھائی آج قطعی اجنبی تھا۔ اسے دل کی حالت کی کیا خبر ہوتی تھی۔ وہ سنبھلنے لگی تھی پھر سے۔

"ہم بہت اچھے دوست ہیں عدیل......!" اس نے متوازن لہجہ اختیار کیا مگر عدیل حسان شعلہ جوالہ بن گیا۔

"تمہیں اپنی' میری یا پاپا کی کسی کی بھی پروا نہیں۔ تم جانتی ہو وہ کتنا بڑا فلرٹ ہے۔ اس کی شہرت اچھی نہیں۔"

"شاید ایسا ہو' مگر میں کلاس اور شہرت سے زیادہ یہ دیکھتی ہوں کہ سامنے والا مجھ سے کتنا مخلص ہے۔"

"مخلص اور تم سے عبیر! تم نے میرا سر شرم سے جھکا دیا ہے۔" وہ تن فن کرتا کمرے میں ٹہلنے لگا تھا۔ تب اس کو اپنے اندر سے آواز نکالنا دوبھر لگنے لگا تھا۔ اعتبار کھونے لگے تو دل یونہی تڑپتا ہے مگر وہ یہ وار سہہ گئی تھی پھر سے پکاری تھی۔

"میں نے ایسا کچھ نہیں کیا ہے عدیل! جو تمہیں شرم سے سر جھکانے پر مجبور کرے۔ ہم اچھے دوست ہیں اور سعد سالک سے پہلے بھی میں اس طرح کی زندگی گزارتی رہی ہوں۔ ہم دونوں کے فرینڈز میں میل اور فی میل دونوں شامل ہیں۔ یہ کوئی نئی بات تو نہیں۔"

"نئی بات نہیں ہے مگر ان دوستوں پر مجھے اعتبار تھا' لیکن اب مجھے سوچنا پڑ رہا ہے کہ شاید تم اس بے مہار آزادی کے قابل ہی نہیں تھیں۔"

"عدیل! تم سوچ سکتے ہو۔ تم کیا کہہ رہے ہو......؟" وہ یخ برف ہونے لگی تھی۔

اور وہ پھنکارا "جو کہہ رہا ہوں' اس عبارت کے ہر لفظ کی صحت پر یقین رکھتا ہوں۔ عبیر حسان! مجھے تمہاری دوستی اور تم پر اب اعتبار نہیں رہا۔ تم کسی عام لڑکی کی طرح میری آنکھوں میں دھول جھونکتی رہی ہو' اور میں تمہیں خاص سپر گرل سمجھتا تھا۔ مجھے فخر تھا۔ تم میری بہن ہو لیکن اب مجھے تم پر ایسا کوئی مان نہیں......"

اس کا لہجہ' انداز کسی کہانی کا ابتدائیہ تھے ورنہ محض کسی میل پرسن کے ساتھ گھومنا' ہوٹلنگ کرنا ان کی کلاس میں عام سی بات تھی۔

"آخر میں نے کیا کیا ہے......؟" اس نے سینے میں اٹکتی برف ہوتی سانس کو تحریک دی اور وہ اس کے سامنے لفافہ ڈال کر چلا گیا تھا۔

وہ تیزی سے اس لفافے کی طرف جھپٹی تھی' پھر جو کچھ اس نے دیکھا۔ دل سے دعا نکلی تھی کہ ایسا کبھی دیکھنے کو نہ ملتا تو بینائی پر کتنا بڑا کرم ہوتا رب کا۔ سعد سالک کی اور اس کی ایسی نازیبا تصاویر۔ اسے ماضی کا لمحہ یاد آگیا تھا جب چلتے چلتے اس کی کسی بات پر اس نے کہا تھا۔

"عبیر تم! تم میری ذات کے لیے دیوار گریہ ہو۔" تب وہ ہنس کر شرارت سے بولی تھی۔

"تمہیں معلوم ہے دیوار گریہ کہاں ہے اور کیا ہے......؟"

سعد سالک نے اس کی آنکھوں میں جھانک کر کہا تھا۔ "میں جانتا ہوں اس لیے ہی تو کہتا ہوں تم میرے لیے دیوار گریہ ہو اسی کی طرح مقدس۔ اسی کی طرح مصفا' تمہارے سامنے اپنی غلطیوں کا اعتراف کرکے لگتا ہے۔ روح کی کثافت کم ہوتی چلی جاتی ہے' اتنی کم کہ معدوم لگتی ہے......" اس نے خاموشی میں لپٹے ہوئے اسے اس لمحے دیکھا تھا اور روح نے ہیکل میں دیوار گریہ سے اپنی ذات اور دل کی دیوار گریہ سے موازنہ کیا تھا اور محسوس کیا تھا دونوں کی سرزمین آنسو بونے اور دکھ سمیٹ لینے کا استعارہ تھی۔ دونوں کی فضا نم آلود تھی مگر یہ نمی...... اس نے پیشانی عرق آلود پائی تھی۔ نریمان بہت اچانک کمرے میں در آئی تھی' اس کا چہرہ اس کے چہرے سے زیادہ پیلا ہو رہا تھا۔

"تم ٹھیک تو ہو نا عبیر؟ وہ عدیل کہہ رہے تھے' تمہیں میری ضرورت ہے...... کیا ہوا میری جان؟"

اس نے تصویریں تیزی سے سمیٹنے کی کوشش کی مگر نریمان نے وہ لمحہ پالیا تھا۔

"یہ...... یہ سعد سالک اور تم......؟" سوال تھا۔ بظاہر یہ سوال تھا لیکن اسے لگا وہ الزام دینے والوں کی قطار میں تھی۔ اس سے کچھ کہا نہیں جا رہا تھا جب عدیل نے دروازہ پھر سے کھولا تھا۔

"اس لڑکی سے پوچھو' آخر یہ سب اس نے کیوں کیا؟ کیا یہی ہماری محبتوں کا صلہ ہے؟"

"یہ جھوٹ ہے عدیل! یہ بالکل جھوٹ ہے۔" اس نے آنکھوں میں آنکھیں ڈالنی چاہی تھیں' مگر آنکھوں کے گرد اندھیرا چھانے لگا تھا۔ "تم میری ذات کی دیوار گریہ ہو۔"

"اس سے پوچھو' اس نے یہ سب کیوں کیا؟"

"مجھے پہلے تم پر اور تمہارے دوستوں پر اعتبار تھا' مگر اب تم اس قابل نہیں ہو۔"

مختلف آوازیں تھیں جب وہ لڑکھڑائی تھی۔ عدیل کو اس نے حیرت سے چونکتے اور نریمان کو چیختے پایا تھا۔

"میری عبیر...... عبیر! کیا ہوا عبیر؟" پھر کتنے پل گزرے بیتے اسے خبر نہیں ہوئی' آنکھ کھلی تو وہ آئی سی یو میں تھی اور نریمان سے خبر ہوئی تھی وہ پورے چار دن بے ہوش رہی تھی۔

"ڈاکٹرز کہتے ہیں' بہت زبردست ہارٹ اٹیک تھا۔"

"کیا واقعی مجھ میں اس حادثے کے بعد دل بچا ہے۔ یہ جو وجود میں زندگی دوڑا رہا ہے' کیا یہ دل ہے یا دل کا واہمہ میرے اندر پتا نہیں کیا کچھ ٹوٹ کر بکھر گیا اور میں پھر بھی زندہ ہوں میرا دل پھر بھی دھڑک رہا ہے" سینے کے اطراف درد نے پھر سے بے کل کر دیا تھا۔ ڈاکٹرز اسے پھر سے ٹریٹمنٹ دینے لگے تھے۔

"ریلکس کریں مس حسان! ہمارے لیے تو آپ کا بچ جانا معجزہ لگتا ہے۔ ایک لمحے تو ڈاکٹر ظفر کو یہی لگا تھا شاید آپ ایکسپائر ہو چکی ہیں مگر مدھم سی سانس نے ہمیں متوجہ کیا' پورے دو دن آپ کو انڈر آبزرویشن میں رکھنا پڑا تھا۔ سو پلیز آپ ہماری محنتوں کو ضائع مت کریں۔ خود کو سنبھالیں مس حسان! زندگی بہت قیمتی شے ہے۔"

"قیمتی شے۔ اور زندگی......" اسے ہنسی آنے لگی۔ "کبھی کبھی یہ زندگی کتنی رائیگاں' کتنی ارزاں لگنے لگتی ہے۔ بے اعتبار ہو کر جینا پڑے تو جینا ہی کار دشوار لگتا ہے۔"

وہ خاموش لیٹی ہوئی سوچ رہی تھی اور نریمان' عدیل حسان کی طرف سے اس سے سوری کر رہی تھی۔

"وہ تمہاری طبیعت کی خرابی سے بہت پریشان ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ دنیا میں صرف تم ایک ہی تو ان کی محبت کا حوالہ ہو۔ تمہیں کچھ ہو گیا تو......"

عدیل حسان۔ کیا اب بھی سمجھتا ہے' یہاں اس ویران ڈھنڈار دل میں کچھ بچ گیا ہے' یہاں میرا دل مر گیا ہے۔ میرے سینے میں میرا دل مر گیا ہے مگر کون اس کا ماتم کرے گا۔ کون اے اللہ میری برآت کوئی تو بھیج کوئی تو۔ آنسو تکیے پر بہنے لگے تھے۔ عدیل حسان کمرے میں داخل ہو گیا تھا۔

وہ بت کی طرح اسے دیکھ رہی تھی' جیسے کوئی بہت تاریکی میں رکھی جانے والی آنکھ روشنی میں آکر' روشنی کو کھوجے اور گھبرا کر آنکھیں بند کرلے' اندھیرے سے دوستی کرلے۔ عدیل حسان بہت کچھ کہہ رہا تھا مگر وہ سن نہیں رہی تھی۔ اب وہ قطعی ایک بے زندگی روح تھی۔ پاپا بھی اسے دیکھنے اسٹک کے سہارے کافی بار آچکے تھے' دائمہ اور سعد سالک بھی مگر اسے کسی کی طرف دیکھنا اچھا نہیں لگ رہا تھا اور اس کے ڈاکٹرز اس کی رپورٹس دیکھ کر کہہ رہے تھے۔

"ہاسپٹل دیر سے پہنچنے کی وجہ سے اس کا دل ٪۷۵ تباہ ہو چکا ہے ٹریٹمنٹ اور اچھا ماحول اس کے لیے زندگی کو طویل کر سکتا ہے۔" عدیل' نریمان' دائمہ' سعد سالک سب نے مل کر اس کو زندگی کی طرف بلانا چاہا تھا مگر اڑتی پھرتی تصویریں اسے بے رنگ کر گئی تھیں۔

"سعد سالک! وہ کون ہے جس نے یوں کیا......؟"

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

www.sadiaazizafridi.weebly.com

اس نے بہت دقتوں سے سوال کیا۔ سعد سالک اپنی تمام تر صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے ایک لڑکی کو ٹریس کرنے میں کامیاب ہوا تھا۔ سعد سالک اور وہ دونوں اسے دیکھ کر دنگ رہ گئے تھے۔

"تم ایلیا! تم نے یہ سب کیوں کیا؟" سعد نے چیخ کر پوچھا اور وہ زمین آسمان ایک کر کے رونے لگی۔

"تم صرف میرے تھے۔ مجھ سے نفرت کرتے چاہے کتنی ہی شدید مگر تمہارے دل میں صرف میں تھی۔ تمہارے والٹ میں میری تصویر تھی کیونکہ تم مجھ سے ہر لمحہ نفرت کے احساس کو جلا دے کر محبت سے انتقام لیتے تھے تمہارے دل میں دائمہ بھی نہیں تھی اور کالج فیلو ہوتے ہوئے اس کی خوش قسمتی سے جلتے ہوئے میں نے جان کر تمہاری طرف سمت اختیار کی، مجھے محبت سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ میں تم سے صرف دائمہ کی محبت چھیننا چاہتی تھی۔ میں دائمہ کو شکست دینا چاہتی تھی مگر میں تمہاری محبت سے ہار گئی تھی، لیکن پھر بھی میں اپنے دل سے مکرتی چلی گئی۔ دائمہ سے حسد محبت کے سامنے سرنگوں ہو گیا تھا، وہ ہمیشہ ہر میدان میں اول رہتی تھی اور میں چاہتی تھی۔ وہ اب آخر بھی نہ رہے۔ سو میں نے تمہارے گرد جال بچھایا۔ تم سے تمہیں چرا لیا پھر تمہیں پانے کے بجائے تمہیں ٹھکرا دیا تاکہ تم کہیں بھی رہو صرف میرے ہو کر رہو مگر یہ لڑکی اس نے میرے خواب کے رنگ چھین لیے۔ اس نے تمہیں زندہ کیا۔ ساحری سے آزاد کیا۔ اس نے تمہیں پورا کا پورا دائمہ کو لوٹا دیا۔ بس مجھ سے یہ برداشت نہیں ہوا۔ میں دائمہ کو جیتتے نہیں دیکھ سکتی۔ سو اس کی جیت کو ممکن کرنے والا ہر کردار میرا ناپسندیدہ کردار تھا میں نے دل کی کی تو کیا برا کیا......؟"

حسد محض حسد میں کوئی ایسا بھی کر سکتا ہے، سعد اور وہ اسے آنکھیں پھاڑے دیکھے جا رہے تھے۔ دائمہ عدیل حسان کو بھی اس منظر میں گھسیٹ لائی تھی۔ ساری غلط فہمی دور ہو چکی تھی۔ وہ لڑکی اب بھی زمین آسمان ایک کر کے رو رہی تھی۔ عبیر حسان کا دل چاہ رہا تھا۔ وہ بھی اس کے ساتھ ایسے ہی زمین آسمان ایک کر کے روئے۔ وہ اب گھٹنوں کے بل اس کے قریب بیٹھ گئی تھی۔

اس نے اس کے ہاتھ تھام لیے تھے، پھر روکھے لہجے میں پکاری تھی۔

"پیاری ایلیا! جو انسان، جو محبتیں ہمارے نصیب میں ہوں تو دنیا کی کوئی طاقت انہیں ہم سے نہیں چھین سکتی۔ وہ ہمیں مل کر رہتی ہیں، جو انسان جو محبتیں ہمارے حصے کی نہ ہوں انہیں ساری دنیا مل کر بھی ہمارا کرنا چاہے تو ہمارا نہیں کر سکتی، تم یہ کیوں نہیں سمجھتیں۔"

ایلیا کی بھری بھری آنکھیں اس پر آن جمیں۔

"ہاں یہ سچ ہے، مگر کتنا دل چاہتا ہے نا۔ کچھ لوگ۔ کچھ محبتیں صرف ہمارا نصیب بنیں تقدیر صرف ہمارے حق میں فیصلہ دے۔ صرف ہمارے حق میں......"

وہ رونے لگی تھی، پھر اس نے اسے رونے دیا تھا اور باہر آ گئی تھی۔ عدیل حسان کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ تب اس نے فضا کو مخاطب کر کے کہا تھا۔

"کاش ہم لوگ کسی ناول کے کردار ہوتے۔ تو کوئی ہمارے من چاہے انجام لکھتا، ہمارے من چاہے انجام جس میں ہجر نہیں ہوتا۔ مسافت، بے انت مسافت سے کانٹے نہیں چبھتے، پیروں میں کوئی آبلہ نہیں پھوٹتا اور صرف خوشی مقدر ہوتی۔ کہانی کے آخری پیراگراف میں تقدیر سے بچ کر اپنی مرضی و منشا سے کوئی کہانی کا رسب اچھا ہے، کا خواب بنتا ورنہ ہوتا۔ کوئی نہ دائمہ ہوتی نہ کوئی ایلیا، نہ سعد سالک نہ ہماری جو گم کی محبت۔ یہ محبت کتنی ظالم ہے نا عدیل۔!" عدیل حسان بہت برسوں بعد کالج لائف والا عدیل حسان بن کر اسے دیکھے گیا تھا۔

"زیمان اور تم، میں اور کوئی اور ہم سب محبت میں دیوار گریہ کے سوا کچھ نہیں، جہاں محبت سر پٹخ پٹخ کر روتی ہے۔ محبت کی سرزمین پر صرف دکھ کی فصل لگتی ہے۔ صرف دکھ کی مگر محبت کے بیج بو کر ہر دل گلاب موسموں کی آبیاری کرتا ہے، جانے کیوں محبت ہر دل کو خوش فہم دھوکے میں رکھتی ہے، کسی اچھے اور ہر کہانی کے انجام سے، بہت مختلف انجام ہونے کے خواب دکھاتی ہے۔ جانے کیوں یہ محبت....." وہ کہے گئی۔ عدیل گاڑی ڈرائیو کرتا رہا۔ وہ آج اسے بولنے دینا چاہتا تھا۔ خاموشی اس کے اندر تک بھر گئی تھی۔

♥ ♡ ♡ ♥

سعد سالک اب بھی اس سے اسی طرح ملتا تھا اور اسے ہمیشہ ایلیا یاد آ جاتی تھی۔

اس کی طبیعت پہلے سے خراب رہنے لگی تھی۔ عدیل نے اسے ہاسپٹل میں داخل کر دیا تھا جہاں سعد سالک ہر روز اس سے ملنے آتا تھا اور وہ اب بھی کبھی کبھی ماضی کی عبیر حسان بن کر اس سے ملنا چاہتی تھی۔ ملتی بھی تھی مگر اس دل میں صرف دائمہ تھی اور وہ دیوار گریہ کے سوا کیا تھی۔

"جب دنیا میں مجھے کوئی اپنا نہیں دکھائی دیتا تو مجھے صرف تم دکھتی ہو۔ میرا دل چاہتا ہے۔ میں سارے آنسو تمہارے دامن میں بہا دوں۔ سارے آنسو۔"

اور وہ ہنس پڑتی تھی مگر آج سعد سالک کے جانے کے بعد اسے یہ جملہ بھی تسکین نہیں دے سکا تھا۔ پتا نہیں کیا بات تھی جو وہ چھپا رہا تھا۔ اس نے جاگنے پر بہت سی باتیں سوچی تھیں مگر کسی بات کا سرا نہیں تھام سکی تھی، پھر ہاسپٹل سے گھر آئی تھی تو پتا چلا تھا۔ ایک ہفتے سے جو اس کی غیر حاضری کو وہ مصروفیت پر محمول کر رہی تھی۔ وہ امریکہ چلا گیا تھا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے۔

اس نے سنا تو دل نے بہت خاموشی سے اس ہجر کو سہنے کی سعی کی تھی اور عدیل حسان کے گھر میں گونجتے معصوم قہقہوں سے دل کی نئے سرے سے آبیاری کی تھی پھر ایک مشاعرے کی غرض سے وہ امریکہ گئی تو ہال میں بیٹھے ہوئے اسے دیکھ کر اس کے دل نے پھر سے بغاوت کی تھی۔ وہ محفل کے اختتام کے بعد چائے پی رہی تھی جب وہ اس کے قریب چلا آیا۔

"میرے جانے کے بعد تم نے مجھے کتنا یاد کیا؟"

وہ مسکرانے لگی "پاگل ہو تم، یاد تو اسے کرتے ہیں،

PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1

www.sadiaazizafridi.weebly.com

جسے ہم بھول جائیں۔"

"فرحت عباس شاہ۔ تم آج بھی شاعری اسی حساب سے پڑھتی ہو۔"

"شاید۔ تم سناؤ کیسے ہو۔ دائمہ کیسی ہے؟"

"ٹھیک ہے' لیکن کبھی کبھی وہ ایلیا کی طرح رونے لگتی ہے' زمین آسمان ایک کرکے۔ وہ سمجھتی ہے۔ میرے دل میں اب وہ نہیں۔ تم ہی تم ہو۔"

"شاید اسی لیے ہی تم نے شفٹنگ کی تھی اور شاید اسی لیے دائمہ مجھ سے ملنے نہیں آتی تھی اور تم کہتے تھے' وہ بہت مصروف رہنے لگی ہے نبیل سعد میں۔ کیسا ہے وہ؟ تم پر گیا ہے یا......؟"

"وہ کسی پر نہیں گیا۔ بس تمہاری آنکھوں پر چلا گیا ہے۔ اس میں پتا نہیں تمہارا عکس کیوں چلا آیا' وہ بالکل تمہاری طرح میری پروا کرتا ہے۔"

"اس کی ذات میں تم نے پھر ڈھونڈلی دیوار گریہ۔"

"ہاں شاید......" وہ نظریں چرانے لگا اور وہ نم لہجے میں پکاری۔

"سعد سالک! تمہیں پتا ہے آنسو پونچھنے والے آنچل کے ساتھ رونے والی آنکھ بھی ہوتی ہے' مگر محبت کرنے والا ہر دل آنچل یاد رکھتا ہے۔ آنکھ کو آنسو بہانے ـــ کے لیے تنہا چھوڑ دیتا ہے۔ کاش سعد سالک میں کہانی کار ہوتی تو اپنا انجام بہت خوش کن لکھتی تمہیں وہ شام یاد ہے اور وہ نظم جو تم نے سن کر مجھ سے نظر چرالی تھی۔" وہ پھر گنگنائی تھی۔

اک دن کوئی ایسا ہو
میں بھور سمے اٹھوں
تو سامنے بیٹھا ہو
اک دن کوئی ایسا ہو

سعد سالک آج بھی نظریں چرا رہا تھا۔ وہ غم آلود نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی اور وہ کہہ رہا تھا۔

"ٹھیک ہے عبیر! ہم پھر ملیں گے۔"

تب اس کے دل نے کہا تھا۔

"نہیں سعد سالک! شاید اب ہم کبھی نہیں ملیں گے۔" اور دل نے بغاوت کے سارے ریکارڈ توڑ دیئے تھے۔ بہت دقتوں سے چھپائے احساس محرومی چھن جانے کے ستم نے اسے پھر سے اسی مقام پر لا کھڑا کیا تھا جہاں سے سعد سالک کے کردار نے کہانی سے رخصت چاہی تھی۔

عدیل حسان' نریمان عدیل اس کی بیماری کا سن کر دوڑے ہوئے امریکہ آئے تھے اور وہ ہاسپٹل میں تھی مصنوعی تنفس سے اصلی زندگی جینے کی سعی کرتی ہوئی۔

اس سے سعد ٹھنڈے یخ کوریڈور میں کھڑا آپریشن روم کو تک رہا تھا۔ پہلے کے بائی پاس آپریشن پیس میکر لگائے جانے کے بعد ڈاکٹر پھر سے اس پر اپنی مہارت آزما رہے تھے۔ شاید نیا پیس میکر۔

"کاش ملتے دل وجاں اور تو بازار ہستی سے خرید لاتے۔" کوئی غم کی پکار بن کر دل کے اندر گونجا تھا اور ڈاکٹر ادھورے آپریشن سے ہی واپس لوٹا لائے تھے وجود' سفید چادر اور بند آنکھیں۔

"اگر یہ آنکھیں آخری لمحے تمہیں نہ دیکھ سکیں تب بھی یقین رکھنا' ان میں آخری عکس تمہارا ہی تھا کہ میری بینائی تم تھے۔"

ایک بار طبیعت کی بے پناہ خرابی میں اعصابی طور پر کمزور لمحے میں وہ دل کی کہنی کہہ گئی تھی اور وہ ساکت اسے کتنی دیر دیکھتا رہا تھا۔ اس نے بے ساختہ پھسل جانے والے لفظوں کے بعد ہونٹ بھینچ لیے' مگر آج یہ ہونٹ کھلے بغیر یوں ہی ساکت رہے تھے جیسے اس لمحے کے آگے ابھی تک سرنہوڑائے پڑے تھے۔

عدیل حسان' نریمان چیخ چیخ کر اسے رو رہے تھے اور وہ خاموش اسے دیکھے جا رہا تھا پھر اس نے الٹے قدم اٹھائے تھے۔ اس کے بے جان وجود کے اقرار سے انکار کرتے ہوئے کہ لفٹ سے اترتے دائمہ اور نبیل کو دیکھ کر' وہ جم سا گیا۔

"تم یہاں...... کیسے......؟" سوال بے حد بے ربط تھا۔

"عبیر زندہ ہے یا......؟" دائمہ کا لہجہ تشکیک بھرا تھا۔

"وہ مرچکی ہے......"

دل نے پوچھا۔ کیا وہ واقعی مرچکی ہے تو آنکھوں نے ضبط کی انتہا کردی۔ اس نے ایک آنسو نہیں بہایا اور دائمہ پرانے خوف کو لے کر چلائی۔

"وہ مری نہیں ہے' وہ زندہ ہے۔ میں تمہارے دل میں ـــ کہیں نہیں ہوں۔ یہاں صرف عبیر حسان ہے۔"

"عبیر حسان مرچکی ہے۔ یقین کرو' وہ واقعی مرچکی ہے۔"

دائمہ خاموش ہوگئی تھی' مگر اس کی آنکھوں میں بے اعتباری تھی اور عدیل حسان تھا اس کی ڈیڈ باڈی کو لے جانے کے انتظامات کرواتے ہوئے بالکل۔ بت ہوگیا تھا۔ برسوں پہلے کا منظر اس میں چیخ رہا تھا۔ وہ کہیں قریب بیٹھی کہہ رہی تھی۔

"کاش ہم لوگ کسی ناول کے کردار ہوتے تو کوئی ہمارے من چاہے انجام لکھتا۔ ہمارے من چاہے انجام جس میں ہجر نہیں ہوتا۔ جس میں صرف محبت رنگ کھیلتی اور صرف خوشی مقدر ہوتی' کہانی کے آخری پیراگراف میں تقدیر سے بچ کر' اپنی مرضی ومنشا سے کوئی کہانی کار "سب اچھا ہے" کا خواب بنتا' ورنہ نہ ہوتا۔ کوئی دائمہ ہوتی نہ کوئی ایلیا نہ سعد سالک نہ ہماری جو کھم محبت۔

"نریمان اور تم' میں اور کوئی اور ہم سب محبت میں دیوار گریہ کے سوا کچھ نہیں۔ جہاں محبت سرپٹخ پٹخ کر روتی ہے۔ لیکن یہ پھر بھی ہر دل کو خوش فہم دھوکے میں رکھتی ہے۔ کسی اچھے اور ہر کہانی کے انجام سے بہت مختلف انجام کے خواب دکھاتی ہے جانے کیوں۔"

اس کا تابوت جہاز میں رکھا جا رہا تھا۔ سعد سالک دائمہ کے ساتھ کھڑا تھا۔ نبیل اس کے بائیں کھڑا تھا' مگر آج پتا نہیں کیوں دل چاہا تھا وہ کہے گنگنائے۔

اک دن ایسا ہو
میں بھور سمے سو کر اٹھوں
تو سامنے بیٹھا ہو
تو سامنے بیٹھا ہو یہی خواب میرا بھی تھا۔ بچھڑنے سے پہلے میں سمجھا ہی نہیں۔ مجھے تم نے دائمہ کی محبت نہیں' اپنی محبت سوغات کی تھی۔ یہاں تم دھڑک رہی تھیں اور میں سمجھتا رہا۔ دائمہ ہے۔

"اچھا سعد! پھر ملیں گے۔" عدیل حسان اس کے سینے سے لگا تو ایلیا کی طرح آج زمین آسمان ایک کرکے رویا تھا وہ اور دل نے ہواؤں سے پوچھا تھا۔

"کیا برسوں بعد میں' اس سرزمین پر لوٹوں تو کیا عبیر نام کی کوئی لڑکی میرا انتظار کررہی ہوگی۔ میں سمجھتا رہا میں کسی اور کی زندگی کا انتظار ہوں اور دو آنکھیں انتظار جھیلتے جھیلتے پتھرا گئیں۔ مرگئیں۔ کیا کوئی اسم ہوگا۔ جس سے میں وہ آنکھیں پھر سے خوابوں سے رچی دیکھوں گا' کیا کسی کا دامن میرے آنسو پونچھے گا۔ کیا اب بھی وہاں کوئی لڑکی بہت ساری شاعری کے ساتھ گنگناتی ہوگی۔"

جہاز نے رن وے چھوڑ دیا تھا۔ نظر جہاز میں متاع جاں سمیٹ کر لے جاتے وقت سے پلٹ کر دائمہ کے چہرے پر آن رکی تھی۔

"وہ خواب تھی۔ یہ حقیقت ہے۔ انتظار جو میری قسمت بنا۔ ایلیا کی قسمت ہوا جس انتظار نے عبیر کی خواب آنکھوں میں ریت بھردی۔ کیا یہ انتظار دائمہ کے وجود کو بھی کھا جائے گا۔"

وہ خواب تھی یا حقیقت' جب آگ لگی ہو تو انسان سب سے قیمتی چیز پہلے بچاتا ہے اور دائمہ کے دل میں قیمتی چیز محبت تھی۔ کسی ایک کے دل کی محبت تو راکھ ہونے سے بچائی جاسکتی تھی۔ سو وہ یہ کشت کیوں نہ کرتا۔ اس نے دائمہ کو یقین واعتماد سے بازوؤں کے حصار میں لے لیا تھا۔

"تم محبت ہو۔ صرف کنفیس باکس نہیں' ہم دونوں مل کر محبت کو محبت سے سنواریں گے تاکہ کچھ نم آنکھوں میں گلاب کھل سکیں' سبز رتیں ڈیرا ڈالیں۔"

دائمہ نے نمکین پانیوں بھری آنکھوں سے اس کے یقین پر اعتماد اور اعتبار سے سر جھکا دیا اور محبت جھک جانے ہی کا تو نام ہے۔

★

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.sadiaazizafridi.weebly.com
سعدیہ عزیز آفریدی
محبت ایک واقعہ
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

www.sadiaazizafridi.weebly.com

"تمہارے دل کو کبھی کسی کی محبت نے باندھا نہیں۔" وہ کافی کا کپ بڑھاتے ہوئے اس سے پوچھنے لگا اور وہ ہنس دیا۔

"کبھی کبھی پہلی دفعہ ایسا ہوا تھا کہ محبت کی نظر کی حسرت دامن تھام لیتی تھی مگر جب اپنا دل یاد آتا تھا تو پھر مجھ پر جنون سوار ہو جاتا تھا اور میں خود سے کہتا تھا۔ کیا میرا دل قیمتی نہیں تھا جو محبت نے اسے توڑا جیسے چاہا رگیدا۔ سو پھر مجھ پہ کیا لازم ہے کہ میں محبت کو نرمی سے دیکھوں اس کے دل کے دکھنے پر اپنی زندگی حرام کروں' سو بہت عیش کی زندگی ہے میری۔"

اس نے تاسف سے دیکھا۔ وہ دونوں ایک ہی دکھ کا شکار تھے محبت نے ان دونوں کو ہی برباد کیا تھا مگر جب سے دل میں درد کی پہلی ٹیس اٹھی تھی تب سے وہ دل کے دکھائے جانے کے معاملے میں انتہائی حساس ہو گیا تھا اور ایک وہ تھا طارق سلطان' جب سے محبت نے دھتکارا تھا تب سے محبت کو وہ خود سائل بنا دیکھ دیکھ کر ہنستا تھا' خوشی سے قہقہے لگاتا تھا اور آج بھی وہ ایک ایسی ہی داستان اس سے کہنے آیا تھا۔

"تمہیں آخر صرف میں ہی کیوں ملتا ہوں یہ خرافات سنانے کے لیے۔"

"صرف اس لیے تمہارا پیچ و تاب دیکھتا ہوں تو مجھے لگتا ہے میں نے ڈفر محبت سے کوئی پرانا حساب بے باق کیا ہو۔"

"فضول مت بکو اگر عیشہ نے تمہیں ریجیکٹ کیا ہے تو ہو سکتا ہے اسی میں تمہاری اور اس کی بہتری ہو۔"

"ہا! ساری بہتری اسی میں تھی کہ اس نے مجھ سے بہتر کے لیے اپنا کم بہتر ماضی بھلا دیا۔"

"میں اس کے نقطۂ نظر کی بہتری کی بات نہیں کر رہا۔ میں اس کی بات کر رہا ہوں جس نے محبت بنائی ہے۔ بخشی ہے' ہو سکتا ہے وہ تمہیں کسی اس سے بھی زیادہ اہم موقع پر چھوڑ جاتی تم اس سے شادی کر لیتے تب تمہیں پتا چلتا کہ وہ تم سے محبت نہیں کرتی' تم سے صرف سمجھوتہ کرتی رہی ہے اس کے دل میں تم سے کوئی اور بہتر موجود ہے۔"

اس نے تیز تیز سر ہلا کر اس کی بات کا اثر زائل کرنا چاہا اور سگریٹ سلگا کر اس کی طرف مڑا۔

"تم اس لیے مطمئن ہو عدیل عثمانی کہ تمہاری محبت مر چکی ہے کاش عیشہ بھی میرے سامنے مر جاتی تو میں ساری عمر اس کی جھوٹی محبت سے ہی زندگی جیتا رہتا۔ تمہیں نہیں پتا عدیل عثمانی! جو زندگی اندر مر چکی ہو۔ اسے جھوٹ موٹ جیتے رہنا کتنا دشوار ہے۔"

وہ سن کر نہیں رہا۔ اس موقع پر وہ کبھی کچھ اور نہیں کہتا تھا اور وہ سر مار مار کر تھک جاتا تھا۔ اس کا سارا گھر عینا فیروز کی تصویروں سے بھرا پڑا تھا۔ وہ مر چکی تھی لیکن اس کے گھر میں زندہ تھی دل کے اندر بھی جب کبھی کوئی یاد ٹیس دیتی تو اسے لگتا وہ وہاں بھی زندہ ہے' زندہ دکھ کی طرح جو کبھی نہیں مرتا۔ انسان مر جائے تو ہر دکھ سے آزاد ہو جاتا ہے' خود بھی اور دوسروں کی زندگی بھی' لیکن اگر کوئی مرتے مرتے آپ کی سانس بھی پی جائے تو وہ آپ کے جیتے جی کبھی نہیں مرتا اور ہمیشہ درد بن کر لہرا تا رہتا ہے۔ اس وقت بھی نئے سرے سے عینا فیروز کی یاد دل سے چوری چوری روح میں اتر آئی تھی۔ دل کو سنبھالا جا سکتا ہے روح میں بے چینی اور ادھ جلا دکھ آبلہ بن جائے تو بے کلی سانس نہیں لینے دیتی اور یہ ادھ جلے دکھ کی پوری سانس اندر کہیں گھٹ رہی تھی۔

طارق سلطان اس کی بے کلی دیکھ رہا تھا مگر اس کے سر پر کھڑا تھا "تمہیں نہیں پتا عدیل! جب میں نے اس لڑکی سے کہا مجھے تم سے محبت نہیں تھی۔ صرف یہ میرے اندر میری ذات کی بس حسرت تھی جس نے مجھے تم تک پہنچایا۔ میں نے سوچا میں تمہیں بھی ٹرائی کروں' تمہاری محبت کو بھی چکھوں اور تم اس بات کو میری چاہ سمجھیں' ارے بی بی! ایسی باتیں اس سے بھی زیادہ مخمور لہجے میں ڈوب کر میں ایک ہزار ایک لڑکیوں سے کہہ سکتا ہوں اب تو اتنا ماہر ہوں کہ بے جان دیوار کو صرف محبت سمجھ کر اسی رفتار سے ڈائیلاگ بول سکتا ہوں۔"

"تم نہیں جان سکتے عدیل! اس کی کیا حالت ہوئی۔" اس کا چہرہ ساکت ہو گیا' آنکھیں ٹھہر گئیں یوں جیسے وہ رونے سے بچنا چاہ رہی ہو' اس کی آنکھوں میں ٹھہرے ہوئے آنسو ان میں مجھے لگا تھا میں آ کر ٹھہر گیا ہوں۔ ان آنسوؤں میں وہ شام آ کر ٹھہر گئی ہے جب بالکل اسی طرح حیرت سے میں نے عیشہ کو دیکھا تھا اور اس نے پلٹ کر مجھے دیکھنے کی ضرورت بھی محسوس نہیں کی تھی بس یکدم پھر میرا میٹر گھوم گیا۔ میں نے ہوٹل میں ہونے کی بھی پروا نہیں کی اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے باہر لایا اور چیخا۔

"تم جیسی لڑکیوں کے ساتھ صرف وقت اچھا کٹتا ہے تمہاری خوب صورتی سے صرف اپنی پرسنالٹی کی شان بڑھائی جاتی ہے۔ پیسہ خرچ کرو تو کوئی بھی لڑکی میرے ساتھ یوں لنچ کے لیے آ سکتی ہے۔"

عدیل! وہ لڑکی پاگلوں کی طرح بھاگی تھی میں دیکھنا چاہتا تھا۔ وہ کیسی لگتی ہے روتی ہوئی' میں دیکھنا چاہتا تھا وقت کے اسی لمحے میں محبت نے مجھ کو روتے دیکھ کر کس طرح کا حظ اٹھایا ہو گا مگر میں اس کے آنسوؤں سے لطف نہیں لے سکا۔ روتا ہوا انسان کتنا بے بس' کتنا ڈفر لگتا ہے ناں۔"

عدیل عثمانی نے دیکھا۔ اس کے لہجے کا سارا زعم' ساری تحقیر جو اس لڑکی کے لیے تھی اس کے لہجے میں' وہ سب پتھر کی طرح اس نے اپنی ذات پر مارے تھے۔ زخم لگائے تھے اور اب اس کی آنکھ کے آنسو اس کی آنکھوں میں تیر رہے تھے۔ وہ اسی طرح رونے سے بچنا چاہ رہا تھا پلکیں تیز تیز جھپکا جھپکا کر انہیں روک رہا تھا جسم کا سارا ارتعاش اس لمحے سے آج بھی خفا تھا جب محبت اس پر ہنسی تھی۔

"تمہیں اشتباہ نظر ہوا ہو گا۔ یوں بھی تو ہو سکتا ہے محبت تمہاری ہی طرح اپنے آنسو چھپانے کو اس لمحے ہنسی ہو تاکہ عیشہ اس پر نہ ہنس دے۔" عدیل عثمانی نے نئی گرہ لگائی ایک پرانے خیال کو۔

وہ کرسی پر بیٹھ گیا بے دم سا ہو کر' کتنی ساعتیں خاموش آ کر ان کے درمیان دم سادھے کھڑی رہیں جیسے لفظوں حرفوں سے خاموشی کی مہر لب داستان میں کہانی بنت کرنے آئی ہوں سسکیوں کے قصے دکھ کا رنگ ریشم سب الجھا جا رہا تھا جب وہ بھرے سے بولا تھا۔

"عدیل! وہ بہت پیاری لڑکی تھی۔ پتا نہیں مجھ سے کیوں ٹکرائی' اسے کسی بہت اپنے کا انتظار کرتے رہنا چاہیے تھا پتا نہیں یہ ہم ان سے ہی کیوں ٹکراتے ہیں جن سے ہماری قسمت نہیں ملتی صرف دل مل جاتا ہے۔ یہ دل یہ محبت سب سب بکواس ہے آئی ہیٹ لو۔" اس نے سر دونوں ہاتھوں میں تھام لیا۔

وہ کچھ نہیں بولا تھا' کبھی کبھی کچھ کہنا کتنا غیر ضروری ہوتا ہے جب دکھ کہہ رہا ہو تو لفظوں میں رکھ کر کوئی کہانی کہنا کتنا مشکل لگتا ہے وہ اسی مشکل میں گرفتار تھا اس نے اب سر کرسی سے ٹکا دیا تھا۔

"امی کو فون کر کے کہہ دو' میں کچھ دیر میں آؤں گا۔" موبائل سائیڈ ٹیبل پر رکھا تھا۔ اس نے نمبر پریس کیا بہت مدھم اور معاملہ فہمی سے اس کے دیر سے آنے کی اطلاع دی تھی امی نے سن کر محسوس کر لیا تھا پھر پرانا درد سر ستا رہا تھا اور اس معاملے میں صرف عدیل عثمانی ہی اس کا ساتھ دے سکتا تھا۔ وہ خاموش بیٹھا تھا جب اس نے فلور کشن پر بیٹھ کر نئی کافی کا مگ لبریز کیا تھا۔

"آج تک میں نے تمہیں کبھی یہ نہیں جتایا تھا لیکن جب سے تم نے محبت کو مسترد کرنا شروع کیا ہے تب سے میں ایک اذیت میں ہوں طارق! محبت کبھی دھوکا نہیں دیتی۔ یار! یہ بس اچھا وقت ہے سو جب تک یہ وقت آپ کا ہے اسے اپنا سمجھنا چاہیے۔ مجھے دیکھو تم کہتے ہو۔ تمہارے پاس یہ اطمینان ہے کہ تم کہہ سکتے ہو تمہاری محبت مر چکی ہے۔ مگر وہ تمہاری تھی مگر تم نہیں جانتے جب میں تنہا ہوتا ہوں تو کوئی آ کر کہتا ہے تم کس محبت کی قبر پر دیا جلاتے ہو تم پورے کے پورے دیے کی طرح جل چکے ہو۔ تمہاری انگلیاں جھلس گئی ہیں مگر تم کتنے بد نصیب ہو کہ تم کسی کے دل میں اپنے نام کا دیا نہیں جلا سکے۔"

"کیا بکواس ہے۔ تم مجھے ٹریپ کرنا چاہتے ہو' تم کہنا

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | PAKSOCIETY

www.sadiaazizafridi.weebly.com

چاہتے ہو تم محبت میں میری طرح ٹھکرائے گئے ہو لیکن تم نے محبت کو نہیں ٹھکرایا۔"

اس نے اس کی طرف دیکھا اس کا چہرہ ویسے ہی سکتے میں تھا جیسے اس لڑکی کا چہرہ رہا تھا اس کی آنکھوں میں آنسو جم گئے تھے اور وہ خواب لہجے میں بول رہا تھا خار پر کھنچے گئے خواب لہجے میں۔

"عینا فیروز میری محبت ہی نہیں میری جیون ساتھی تھی' ہم دونوں کا نکاح ہو چکا تھا۔ رخصتی عینا کی پڑھائی کے بعد رکھی گئی تھی مگر اس کی تعلیم کے دور میں مجھ پر کھلا تھا' وہ مجھ سے زیادہ علی ریحان میں دلچسپی لیتی جا رہی ہے۔ اب اسے میری باتیں اچھی نہیں لگتی تھیں۔۔۔ وہ مجھے اگنور کرنے لگی تھی' وہ میرا نمبر دیکھ کر اپنا موبائل آف کر دیا کرتی تھی۔۔۔ وہ مجھے دیکھنا نہیں چاہتی تھی میں نے اس سے اس کی وجہ پوچھی تو وہ کہنے لگی اسے مجھ سے محبت نہیں رہی ہے تب میں نے غصے میں آکر اسے خوب برا بھلا کہا تھا۔ گھر میں اپنے کمرے کی ہر چیز توڑ دی تھی بابا حیران رہ گئے تھے کہ میں نے ایسا کیوں کیا لیکن پھر میں نے سوچا اگر ایک لڑکی جو میرے ساتھ رہنا ہی نہیں چاہتی' جسے مجھ سے محبت ہی نہیں اسے اپنے ساتھ باندھے رکھنا کہاں کا انصاف ہے۔ بابا نے سنا تو معاملہ فہمی سے اس بات کو سنبھالنا چاہا تب میں نے ان کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"دنیا عینا پر ختم نہیں ہو گئی۔ ہاں صرف میرے دل کی دنیا وہاں ختم ہوئی ہے۔ عینا سے پہلے کوئی نہیں تھا۔ اب بھی اس کے بعد کچھ نہیں ہے مگر بابا محبت کا اس میں کیا قصور' اس نے تو ہمیں اتنا اچھا وقت دیا تھا اتنا اچھا وقت کہ ہم کتنی خوش رنگ یادیں بنا سکتے تھے۔ محبت نے ہمیں ایک دوسرے کا کرنے کے ہزار جتن کیے تھے مگر محبت یہ بھی تو کہتی ہے میں جبر اور زبردستی میں نہیں ہوں میں نرمی' حلاوت' ایثار میں ہوں۔ یہ ختم نہیں ہوئی ہے۔ ہاں بس عینا کے نام کا جو حصہ میرے دل میں بنجر ہو گیا ہے وہ حصہ ختم ہو گیا ہے۔ دنیا میں تین حصے پانی ایک حصہ خشکی ہے سب کی ضرورت پوری کرنے کے لیے پھر میری محبت کا ایک حصہ برباد ہوا تو میں کیسے کہہ دوں محبت پوری کی پوری مر گئی ہے۔ مجھ میں محبت نہیں مری۔ بابا! محبت زندہ ہے تبھی تو اس نے کہا کہ جو بہترین ہے وہ دے دو۔ بخشش کرنے والے ہاتھ کبھی خالی نہیں رہتے۔" پھر میں نے دے دیا پورا کا پورا دے دیا اپنا خوشی کا حصہ۔

مگر عینا اس پر بھی خوش نہیں ہوئی۔ وہ علی اور مجھ میں اٹک گئی تھی۔ وہ علی کے ساتھ رہنا چاہتی تھی اور میرے لفظوں میں جینا چاہتی تھی میں نے اسے بہت سمجھایا مگر اس نے میری ایک نہ سنی اور پھر ایک دن پتا چلا۔ اس کی کار کا ایکسیڈنٹ ہو گیا۔ میں بھاگا ہوا گیا تو وہ آئی سی یو میں تھی۔ علی ختم ہو چکا تھا۔ دو دن بعد میں اس سے ملا تو اس نے بے بسی سے مجھے دیکھا پھر بولی۔

"میں نے تم سے کہا۔ مجھے محبت دو۔ تم نے محبت سے مجھے لاد دیا۔ میں نے کہا۔ مجھے چھوڑ دو تم نے مجھے چھوڑ دیا۔ تم میرے لیے جیتے تھے۔ میں نے علی سے کہا۔ کیا وہ میرے لیے مر سکتا ہے اس نے مجھے پاگل کہا۔ میں نے کہا تم سے زیادہ ایک اور پاگل ہے۔ وہ میرے لیے جیتا تھا میرے لیے مر گیا۔ تم کیوں نہیں میرے لیے مر سکتے۔ اس نے کہا وہ صرف زندگی جینا چاہتا ہے۔ میں نے کہا محبت پا کر انسان ویسے ہی زندگی جی لیتا ہے۔ ایک لمحے میں کئی برس کی زندگی' پھر اس میں ہوس نہیں ہوتی میں نے ہوس کی تھی دیکھو میرے ہاتھ خالی رہ گئے۔ میں نے صرف ہتھیلیاں آگے کیں اور محبت نے مجھے خیرات میں بھی لینا گوارا نہیں کیا۔ اس نے مجھے دھتکار دیا اور پھر تمہیں پتا ہے نا میں کتنی ضدی ہوں میں نے گاڑی پول سے ٹکرا دی۔ وہ میرے ساتھ صرف جینا چاہتا تھا اور اب میں تمہارے لیے مر جانا چاہتی تھی کہ تم میں زندہ رہ سکوں۔"

وہ معمول کی حالت میں تھی تب ہی اتنی طویل بات چیت کی اجازت ملی تھی مگر اچانک پانچویں دن اس کی طبیعت پھر بگڑ گئی اور وہ میرے اندر زندہ رہنے کے لیے مر گئی۔ تب سے میں نے محبت سے شکوہ کرنا چھوڑ دیا' محبت صرف محبت ہے طارق' اس کے دکھ سے ہمیں

دوسروں کی زندگی دکھ نہیں بنانی چاہیے۔"

طارق سلطان اب خاموش نہیں رہا تھا۔ اس کے چہرے کا رنگ بدلنے لگا تھا آنکھوں میں جلن سی ہو رہی تھی۔ ٹپ ٹپ ٹپ ایک قطرہ ٹپکا اور لگا سارا دل بہہ کر آنسو بن گیا ہو وہ روئے جا رہا تھا اور عدیل عثمانی اسے روتے دیکھ رہا تھا اگر وہ کچھ برس پہلے اسی طرح رو لیتا تو آج زندگی کتنی مختلف ہوتی۔

وہ اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھے کھڑا تھا جب بابا کارڈلیس لیے اس کے کمرے میں آئے تھے۔ طارق سلطان فوراً ان کی طرف پشت کر لی تھی۔

"خیریت کیا باتیں ہو رہی ہیں دوستوں میں۔"

"کچھ خاص نہیں بابا! آپ سنائیے کوئی خاص فون"

"ہوں' ندیمہ بیٹا ہے وہ تم سے پوچھنا چاہتی ہے تم نئے سال پر کیا گفٹ لینا چاہتے ہو۔"

اس نے کارڈلیس لے کر کاریڈور کی طرف قدم بڑھائے پھر پوچھا۔ "بابا جو کہہ رہے ہیں وہ سچ ہے۔"

"کیا کہہ رہے ہیں بابا۔۔؟" الٹا سوال۔

"تم نے فون کیوں کیا ہے۔۔؟" نئے سال سے طرح دی تو وہ ہنسنے لگی۔

"بس یونہی دل چاہ رہا تھا بات کرنے کو! ایک نظم پڑھی تھی سو تم یاد آئے۔ فون کیا پوچھا عدیل ہیں؟ انکل تو کہنے لگے ہولڈ کریں بیٹا! بس اس سے زیادہ تو کچھ نہیں کہا۔"

"اچھا نظم پھر کبھی سنوں گا۔ یہ بتاؤ اس برس کیا گفٹ کر رہی ہو۔"

"کیا لیں گے۔۔" سارے اختیار اسے سونپ دیے وہ مسکرانے لگا۔

"ابھی فون کرتا ہوں۔ بابا سے نمٹ لوں پہلے اور یہ لالہ یار غار ہے اسے سمجھاؤں محبت کا چیپٹر۔"

"کس کس پر جان کھپائیں گے آپ' محبت ہر کسی کی سمجھ میں آنے والی چیز نہیں۔"

"بس چپ۔۔۔ اس کا حق ہے مجھ پر تم کہہ سکتی ہو یہ میرے اندر زندہ محبت کا صدقہ جاریہ ہے جو میں لوگوں کے دلوں میں مر جانے والی محبت کو زندہ کرنے کا ہنر آزماتا ہوں۔"

"او کے' لگے رہیے اس صدقہ جاریہ کے فرض پر' میں تو چلی۔"

"سو نامت' ضروری بات کرنی ہے۔" وہ خاموش رہی تھی اس نے کارڈلیس آف کیا پھر واپس اپنے بیڈ روم میں پلٹا تھا بابا اور طارق سلطان اس کے منتظر تھے۔

"بابا! آپ چیٹ کر رہے تھے مجھے' اس نے تو ایسا کچھ نہیں کہا کہ وہ مجھے کوئی گفٹ شفٹ دینا چاہتی ہے۔"

"نہیں تو کیا حسرت ہے میں فون کر کے کہہ دوں گا۔ ندیمہ بیٹے سے ضرور گفٹ کی بابت بات کرو۔ ویسے وہ کچھ گفٹ کرے نہ کرے' میں اس سال تمہیں محبت گفٹ کر رہا ہوں۔"

"او بابا! آپ کو تو ساری زندگی ہو گئی ہے مجھے محبت گفٹ کرتے کرتے' اس میں نیا کیا ہے۔" وہ بابا کے گلے سے جھول گیا۔ طارق سلطان اب خود کو سنبھال چکا تھا' اس لیے پھیکی ہنسی سے اسے لاڈ اٹھواتے دیکھ رہا تھا۔ بابا نے طارق کو دائیں طرف سینے سے لگا لیا تھا پھر اس کا چہرہ چھو کر بولے۔

"میری محبت قصہ پارینہ ہوئی' اب تو نئی محبتوں کی پنیری کا وقت ہے موسم' وقت اور زندگی سب تمہارے لیے یہ خوشی دان کرنے کو تیار ہیں سو میں نے بھی دعائیں اس حصے میں شامل کر دی ہیں اور اپنے خدا سے دعا کی ہے کہ وہ تمہارے اور ندیمہ کے اس تعلق میں مہر محبت اور برکت ڈالے۔" وہ خاموش رہا۔

تب بابا نے طارق سلطان کو دیکھا۔ "میری مانو تو بھلائی کی طرح اب تم بھی اپنا گھر بسا لو۔ محبت کو موقع دو کہ وہ تمہیں سنوار دے۔"

"سوچوں گا انکل۔"

عدیل عثمانی نے نظر بھر کر چونک کر دیکھا۔ اس لمحے اس کے لہجے میں زعم تھا نہ دکھ پہنچانے کی تمنا۔ وہ اس

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

www.sadiaazizafridi.weebly.com

کی محبت کے قصے سے ٹوٹ کر پگھل گیا تھا۔ جو لوگ حساس ہوں' ان کے لیے ایک حادثہ کافی ہوتا ہے اور وہ تھا کہ عدیل عثمانی کی محبت کا حادثہ بھی اپنی جان پر بتا چکا تھا۔ وہ اس لمحے تھک گیا تھا۔ نرم ہو کر سمٹ رہا تھا اور اسے کوئی بھی باہنر ہاتھ پھر سے کوئی بھی شکل دے سکتا تھا اور وہ کون سے ہاتھ ہو سکتے تھے۔ محبت جانتی تھی اس کا پتا۔

"تمہاری زندگی کی محبت کسی موڑ پر تمہاری منتظر ہو گی' اب محبت کی آنکھ کا آنسو مت بننا۔"

"کیا محبت کو اتنا ستانے والے کو محبت اپنے دل کا قہقہہ اور اپنے ہونٹوں پر کھیلنے والی مسکان بنائے گی۔"

حسرت اور خوف یکجا ہو گئے تھے اس نے اسے خود سے قریب کر لیا' پھر جذب سے بولا۔

"محبت دکھ نہیں دیتی۔ یہ دکھ ہم خود مستعار لیتے ہیں اپنے غلط فیصلوں سے غلط نقطہ نظر سے جب ہم اپنے فیصلوں کا اختیار اس رب کے ہاتھ سے چھین کر اپنے ہاتھ میں لے لیتے ہیں جب ہم اس کے فیصلوں پر شاکر نہیں ہوتے تو دکھ خود ہمارا گھر دیکھ لیتے ہیں ہم پر کوئی ظلم نہیں کرتا طارق! نہ محبت نہ محبت کا خدا...... خود پر ہم خود ظلم کرتے ہیں۔" اس نے سر ہلا کر باہر کی طرف قدم بڑھا دیے اور وہ تیزی سے کارڈلیس لے کر صوفے پر آن بیٹھا تھا' نمبر پریس کیا پہلی ہی بیل پر ریسیور اٹھا لیا گیا۔

"انتظار۔ کر رہی تھیں میرا۔"

"ظاہر ہے' آپ کے انتظار کے علاوہ مجھے اور کام ہی کیا ہے۔"

"اچھا سنو ناراضی نہیں' وہ نظم سناؤ جو تم نے ابھی پڑھی تھی۔" وہ ڈائجسٹ کھولنے لگی تھی پھر گنگنا کر پکاری تھی۔

محبت ایک وعدہ ہے
جو سچائی کی کسی کبھی ان دیکھی ساعت میں ہوتا ہے
کسی راحت میں ہوتا ہے
یہ وعدہ شاعری بن کر میرے جذبوں میں ڈھلتا ہے
مجھے محسوس ہوتا ہے
محبت کم نہیں ہو گی
محبت ایک موسم ہے
کہ جس میں خواب اگتے ہیں
تو خوابوں کی ہری شاخیں
گلابوں کو بلاتی ہیں
انہیں خوشبو بناتی ہیں
یہ خوشبو جب ہماری کھڑکیوں پر دستکیں دے کر گزرتی ہے
مجھے محسوس ہوتا ہے
محبت کم نہیں ہو گی

"ہاں' محبت کم نہیں ہو گی تمہارا یقین' حسن ظن کچھ برا نہیں۔ کوشش کروں گا۔ تمہاری امیدوں پر پورا اتروں۔"

نظم کے اختتام پر وعدہ اس کے ہمراہ کیا۔ اس کی محبت کا یقین محسوس کیا اور زندگی کو نئے سرے سے گزارنے کے لیے اپنے آپ سے محبت کا وعدہ کیا۔ اور زندگی محبت کے وعدے کے سوا ہے ہی کیا محبت ہم سے کرتی ہے' وقت کے ساتھ مل کر ہماری زندگی سے کرتی ہے اور آج اس وعدے کے ایفا ہونے کا وقت قریب تھا۔ شاید کچھ دن یا صرف کچھ ساعتیں۔

اس نے ندیمہ کو سوچتے ہوئے آنکھیں موند لیں اور روح اور دل کو نئے خواب بننے کے لیے آزاد چھوڑ دیا۔

زندگی خواب تھا۔ خواب بھی محبت کا! رنگ تو بکھرنے تھے۔ اطراف میں قوس قزح بکھری چلی رہی تھی۔ اسے رنگ سمیٹنے دوبھر لگنے لگے تھے مگر ندیمہ کا ساتھ ڈھارس تھا۔

محبت کو محبت سے سوچنا اچھا لگتا ہے کبھی کبھی واقعی بہت اچھا! ہے نا۔

☆ ☆

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY